

اخلاقِ ہندی

جسکی

اصل مفتی

ناجُ الدین کی مَفْرَحُ الْقُلُوبِ

فارسی ہی اور مہر بہادر علی حُسینی

زبانِ ہندوستانی میں اُسکا ترجمہ کیا اور وہ

ترجمہ سال ۱۸۰۳ عیسوی مطابق سنہ ۱۲۱۸ ہجری کے شہر کلکتے

میں چھاپا ہوا اب بعدِ دولتِ مہدیہِ مملکتِ مغلیہ انگریزوں و ہندوستان

گوئیں وکھوریہ دامتِ سلطنتِ بوزارتِ راجہ

نارتھکوت بیرونٹ میمبر آف

اسٹیت فار انڈیا بہ تصدیق

سید عبد اللہ ابن سید

خان بہادر غفران

پناہ

مطبعِ صاحبانِ نیشن ڈبلیو ایچ ایلن اور کمپنی

واقع نمبر ۱۳ واٹرلو پلیس ویسٹ منسٹر لندن میں

پھر مطبوع ہوا

۱۸۶۸ عیسوی

مطابق سنہ ۱۳۸۵ ہجری

The following table will explain the orthography adopted in this edition :

و *waw* i *mārūf*, 'Known' or 'familiar' *waw*, pronounced *ū*, as *u* in rule.

तु दूसरा मारुंगा } *tū, dūsra, mārūngā.*
 تو دوسرا ماروگا }

ي *yā* i *mārūf*, 'Known' or 'familiar' *yā*, pronounced *ī*, as *i* in Police.

की पानी मोती } *kī, pānī, moth.*
 کی پانی موتی }

و *waw* i *majhūl*, 'Unknown' or 'unfamiliar' *waw*, pronounced as *o* in the interjection *Lā!*

तो को सो } *tō, kō, sō.*
 تو کو سو }

ے *yā* i *majhūl*, 'Unknown' or 'unfamiliar' *yā*, pronounced like the French *é* in *Fête*, or the English *e* in *Fate*.

के ने हे } *kē, nē, hē.*
 کے نے ہے }

The sign ° placed over *waw* or *yā* signifies that they are *majhūl*, i.e., pronounced like *o* and *e* respectively. Thus: *کو میں kō, mēi.*

Whenever و and ي have the diphthongal sound, they have the mark superscribed. Thus:

नौ दौलत ऐसा पैगाम } *nau, dāulat, aisā, paigām.*
 نر دولت ایسا پیغام }

* N.B.—*au* is pronounced like *ow* in *Cow*.

ن *nūn* i *ghunna*, or nasal *n*, (See Dr. Forbes' Grammar, page 6 and 42 of the Appendix.) It is written in the Persian character without the dot, and in the Hindī as Anuswara:

मे नहीं कहीं मां } *mēi, nahīn, kahīn, mā.*
 میں نہیں کہیں ماں }

On the other hand, ن *nūn* i *ẓihār*, which is pronounced, has the dot inscribed

तीन चीन मन्तन } *tīn, chīn, mantan.*
 تین چین مانکن }

The word هي *hī* 'is' is of such frequent occurrence, that the word has been attached to the end of the sentence. Whenever the emphatic particle 'is' is used (See Dr. Forbes' Grammar, pp. 46, 69, and 118) it is marked with a *kasra* or *hī*.

قواعد ضروری

جو اس کتاب میں ملحوظ ہیں

واو معروف جیسا تو۔ دوسرا۔ مارونگا بے نشان ہی یہ معروف جیسے پانی۔ مؤنث۔ گہی۔ بیبی۔ بے علامت * واو مچھول مثل تو۔ کو۔ مچ۔ جزمِ مگدور کا نشان رکھتا ہے تاکہ فرق رہے اور کڑی ٹو۔ ہر وزنِ رو یعنی چہرہ کو۔ تو۔ جو وزن پر دو کے ہی نہ پڑے یہ مچھول جب متوسط ہو تو یہی نشان رکھتی ہے مگر آخر لفظ میں بدون کسی نشان کے بڑی سے لکھی گئی۔ جیسی۔ بیٹے۔ میرے *

واو ماقبل مفتوح پر نشان ۛ کا دیا کہ واو مجہول سے مشابہ نہ ہو اور معروف سی تمثیل نہ رہے جیسا۔ نو۔ دولت۔ یہ ما قبل مفتوح پر متوسط ہو یا آخر یہی نشان ۛ ہی جیسی۔ پیغام۔ اچھا۔ کئی۔ جی۔ سوا لفظ ہی۔ کے کہ وہ یونہی ہی مگر فرق کے لیے ہی کے تلی زیر ۛ دیا ہی *
نون غلط یا نون مخفی آخر میں سے نقطہ چھوڑا۔ مثلاً مین تین کو میں نہیں لکھا درمیان میں جا بجا اُس پر جزم ۛ دی دیا ہی جیسے ہنسی۔ مٹہ۔ نون اظہار کو حالتِ اصلی پر رکھا جیسی منجن۔ انجن۔

تعمیم

میں عزیز دلی مولوی معنوی میر اولاد علی صاحب کام لطف مدرس
بمدرسہ عالیہ ٹرنٹی کالج ڈبلن کا ایک مطلع ہی پور اس میں حسین اتفاق
سے مثالیں قواعد مذکورہ کی اچھی ہو گئی ہیں اس واسطی یہاں حسب
موقع لکھا جا تا ہے وہ یہاں شعر

سَوَدِ مَوِي سِيہ یوں ہی ۛ پر تو پر
دھو ۛنکی جیسے سیاہی ہو آگ کی لو پر

فہرست اخلاق ہندی کی

INDEX

کثیفیت
حمد و نعت میں

آحوال کتاب کا اور ابتدائی قصہ

پہلا باب

پہلی حکایت و متروا بہ کی یعنی
نایدہ جو یاروں سے یاروں کو
حاصل ہو

لگ پتنگ کوے اور چڑیا مار
کی داستان

حکایت بوڑھے باگھ اور مسافر
کی

حکایت سدھ کوے اور ہرن
اور چھوٹے گھیر کی *

نقل ایک گدھ اور بیٹی کی

PAGE

Exordium 1

Account of the Book and com-
mencement of the Story . .

CHAPTER I.

STORY I. On Friendship, and
the mutual advantages of
Friends 7

The Story of Lag Patang, the
Crow, and the Fowl . . . 7

The Tale of the Old Tiger and
the Traveller

The Tale of Subhah the crow
the Deer, and the Jackal . . . 18

The Story of a Vulture and a Cat 18

مہرست اخلاق ہدیہ کی

صفحہ	کثیفیت	PAGE
۳۲	نقل چندرسٹین بنیئے اور کٹیلونی بنیئے کی بیٹی اور منوہر بقال کی	The Story of Chandrasain the Banyan and Kailāwatī the Banyan's daughter, and Mano- har the Grocer 32
۳۸	نقل پرمان نام حاکم اور ارتمہ لوہی گیدڑ کی	The Story of a Magistrate named Pramān and Arath Lobhī the Jackal 38
۴۱	نقل تنکیر نام ایک شخص اور نوجوہا بقال کی بیٹی کی	The Story of a person named Tankabīr and Naujobhā the Grocer's daughter 41
۴۳	نقل دھول نلک ہاتھی اور آتما نام گیدڑ کی	The Story of Dhūl Tilak the Elephant and a Jackal named Ātmā 43

دوسرا باب

CHAPTER II.

۴۹	داستان بھگبھرتا بنیئے اور سانجوج اور نندوٹ بیل کی	The Story of Bhāgabhartī the Banyan and Sanjog and Nan- dok the Bullocks 49
۵۱	حکایت سانجوج اور پنگل نام شیر کی	The Tale of Sanjog and the Tiger named Pangal 50
۵۱	حکایت دو گیدڑ دونٹ و کرتک کی	The Tale of the two Jackals, Dūtak and Kartak 51
۵۳	نقل ایک بڑھئی اور بندر کی	The Story of the Carpenter and the Monkey 53
۵۴	نقل شام بھگت گدھے اور کنجو دھوبی کی	The Story of Shām Bhagat the Ass and Kanjū the Washerman 54

فہرست اخلاق ہندی کی

صفحہ	کثیفیت	PAGE
۶۶	نقل کرپا گنوار اور دھنپت چوڑ باز کی	The Story of Kripá Kunwar and Dhampat the Dice-player . . 66
۷۳	نقل گندھرب کنیت اور نندو نائی اور سادگنوار کی	The Story of Ghandharb Kanet, Nando the Barber, and Sád-kunwar 73
۸۰	نقل سادگنوار اور پنڈکی کسی کی	The Story of Sád-kunwar and Pinđaki the Prostitute . . . 80
۸۳	نقل سیتارام اور اس کی بہن کی	The Story of Sitá Rám and his Sister 83
۸۵	نقل ایک مالان اور اس کے یاروں اور اس کے خصم کی	The Story of a Gardener's Wife and her Lovers and her Husband 85
۸۶	نقل ایک کوء اور سائب کی	The Story of the Crow and the Snake 86
۸۷	نقل ایک خرگوش اور شیر کی	The Story of the Hare and the Tiger 87
۹۳	نقل استاد اور شاگرد کی	The Story of the Schoolmaster and his Pupil 93

تیسرا باب

۹۸	نقل قاز اور ہدھد کی	The Story of the Goose and the Lapwing 98
۱۰۱	نقل ایک بندر اور پرندوں کی	The Story of the Monkey and the Birds 101
۱۰۲	نقل پارس ناتھ دھوبی اور اس کے گدھے اور ہرن کی	The Story of Párasnátth the Washerman, his Ass, and the Stag 102
۱۰۸	نقل ایک حجام اور اس کی فاحشہ چورو کی	The Story of the Barber and his Wanton Wife 108

CHAPTER III.

فہرست اخلاق ہندی کی

صفحہ	کثیفست	PAGE
۱۱۳ . . .	نقل قاز اور ہدھد کی	The Story of the Goose and the Lapwing, <i>continued</i> . . . 113
۱۱۴	نقل ایک مسافر اور ہنس اور کورے کی	The Story of the Traveller, the Goose, and the Crow . . . 114
۱۱۶	نقل ایک کمینے اور صوفی اور اہیرنی کی	The Story of the Súfi, the Snob, and the Cowherd's Wife . . 116
۱۱۷	نقل برہم گھار اور اس کی جوڑو بدکارہ کی	The Story of Narotam the Potter and his wicked Wife . . . 117
۱۲۱	نقل قاز اور ہدھد کی	The Story of the Goose and the Lapwing, <i>continued</i> . . . 121
۱۲۹	نقل راء مدن پال سارنگ کی	The Story of Rae Madan Pal Sarang 129
۱۳۱	نقل قاز اور ہدھد کی	The Story of the Goose and the Lapwing, <i>continued</i> . . . 131
۱۴۰	نقل راء مندوک اور بیرل راجپوت کی	The Story of Rae Mandúk and Bírbal the Rájput . . . 140
۱۴۸	نقل کرنا بھاٹ اور برہمنوں کی	The Story of Karná the Bard and the Brahmins 148
۱۵۰	نقل نرند برہمنی اور گورکھناٹہ جوگی کی	The Story of Narand the Carpenter and Gorakhnáth the Devotee 150
۱۵۲	نقل قاز اور ہدھد کی	The Story of the Goose and the Lapwing, <i>continued</i> . . . 152
چوتھا باب		CHAPTER IV.
۱۶۳	نقل دو قاز اور کچھوے اور کچھوے کی	The Story of the two Geese, the Tortoise, and the Fisherman. 163

فہرست اخلاق ہندی گی

صفحہ	کثیفیت	PAGE
۱۶۳	نقل ایکٹ کچھوے اور بنیائیں اور غلام کی	The Story of the Tortoise, the Banyan's Wife and her Slave 164
۱۶۵	نقل ایکٹ سائپ اور بگلے کی .	The Story of the Snake and the Crane 165
۱۶۸	نقل ایکٹ جڑگی اور چوہے کے بچے کی	The Story of the Devotee and the Young Mice 168
۱۶۹	نقل ایکٹ بوڑھے بگلے اور سچیلیوں کی	The Story of the Old Crane and the Fish 169
۱۷۲	نقل شادی نام ایکٹ پٹے اور دلوالی نعل بند کی	The Story of a Banyan called Shádí and Dalwáli the Farrier 172
۱۷۳	نقل قاز اور ہدھد کی	The Story of the Goose and the Lapwing, continued 173
۱۷۴	نقل ایکٹ ملتانہ اور رندوں کی	The Story of the Multání and the Sharpers 174
۱۷۵	نقل ایکٹ سائپ اور ملینڈکوں کے بادشاہ کی	The Story of the Snake and the King of the Snags 175
۱۷۶	نقل ایکٹ برہمن اور نیولے کی	The Story of the Brahmin and the Ichneumon 179
۱۸۳	خاتمہ	Conclusion 183

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہزاروں شکر اُس خدا کے کہ جس نے اپنی تمام خلقت میں اسان کو فضیلت عطا فرمائی۔ اور عقل کے تاج مَرُوع سے دین و دنیا میں اُس کے سر کو زیب و رینت بخشی اور طبیعت کے چالاک گھوڑے پر سوار کر کے دانائی کی لگام ہاتھ میں دی۔ اور علم کی تلوار مُلکِ دِل کے نظم و نسق کے واسطے سُپرد کی۔ کہ شیطانی دُشمن کے ہاتھ سے ہوش و حواس کی رعیت یا مال نہو * اور درودِ بے شمار اُس کے نبی احمدِ مختار اور اُس کے آلِ اطہار پر *

ایہ دانا! آگاہ ہو۔ اس کتاب کو ہند میں ہتھوپدیس یعنی نصیحت مفید کہنے ہیں۔ اور اسی میں چار باب مُندرَج ہیں۔ ایک میں ذکر دوستی کا۔ دوسرے میں دوستوں کی جدائی کا۔ تیسرے میں لڑائی کی ایسی باتوں کا جو اپنی فتح ہو اور مُخالِف کی شکست۔ چوتھے میں کیفیتِ ملاپ کی خواہ لڑائی کے آگے ہو یا پیچھے * غرض ایسے عجیب و غریب قصوں میں قصے لپٹے ہوئے ہیں جنکے دیکھنے اور سُننے سے آدمی دنیا کے کار و بار میں بہت ہوشیار نہایت چالاک ہو جاوے۔ علاوہ اس کے بھٹی بُری حرکتیں ہر ایک کی نظر آویں *

چنانچہ یہ کتاب سرکارِ دولت مدار میں مَلِکُ الْمُلُوک شاہ نصیر الدین کی (جس کی تخت گاہ صودہ بہار تھی) پہنچی۔ جب انہوں نے سنا۔ اس میں قصے از بسکہ دِل چسپ ہئیں۔ اور نصیحتیں بہایت مرغوب اور باتیں بہت خوب اور حکایتیں اکثر مُفید تب اپنے ملازموں سے ایک کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس کو ترجمہ سلیس فارسی میں کرو۔ تو میں اپنے مطالعے میں رکھوں اور اس کے مضمون سے مُستفید ہوؤں تب اُنہ میں سے ایک شخص حُکم بجالایا اور نام اُس کا مُفَرِّحُ الْقُلُوب رکھا۔ بِالْفِعْلِ اِس عاصی میر بہادر علی حُسینی نے سنہ ۱۸۰۲ اٹھارہ سو دو عیسوی میں۔ مطابق سنہ ۱۲۱۷ ہجری سے سترہ ہجری کے فرماتے سے صاحبِ خُداوندِ نِعْمَتِ جان لیکرست صاحبِ بہادر دام لِقْبَالُہ کے زبانِ فارسی سے ترجمہ سلیس رواجی رِیختے میں (جسے بِخَاص و عام بولتے ہئیں) کیا اور نام اِس کا اخلاقی ہندی رکھا۔ جو کُوئی اِس پر عمل کریگا تو دِل و دماغ اُس کا عقل کی بو سے ہر دم تازہ ہوگا۔ اور اکثر دانائی کی باتوں سے وَلَقَب ہو کر ہمیشہ خوش و خرم رہیگا۔

احوال کتاب کا اور ابتدای قصہ

اب یہاں سے قصے کی بنیاد یوں ہی کہ ہند میں گنگا کنارے ایک شہر نام اُس کا مارنک پور۔ اور راجا وہاں کا چندرسین تھا۔ اور جتنے ذات بہائی اُس کے برابر کے تھے سب اُس کے حُکم میں رہا کرتے۔ ایک دن راجا اپنی

سلطنت کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اور بیٹے اُس کے بے ادبوں کی طرح سامنے کھڑے تھے۔ ایک شخص پہ بد وضعی اُٹھکی دیکھ کر کہنے لگا جس کو علم نہس وہ اندھا ہی۔ اگرچہ آنکھوں سے دیکھتا ہی لیکن۔ علم وہ چیز ہی کہ جس کی قوت سے مشکلیں حل ہوتی ہیں۔ اور غنی وہ ہی جس کو علم کی دولت ہو۔ کیوں کہ نہ اُسے کوئی چور لٹیوے نہ اُس پر کوئی دعویٰ کر سکے۔ اور نہ یہ کسی پر معلوم ہو کہ وہ رہتی ہی کہاں بلکہ جتنی خرچ کیجئے اتنی بڑھے کسی طرح سے کم نہو۔ اور علم جواہر ہے بہا اور مردوں کی زینب و زینت اور سرفراز کا رفیق ہی۔ جس میں یہ ہو وہ بزرگوں اور بادشاہوں کی مجلس میں بیٹھنے باوے۔ اور سب ہنرون میں سے دو خوب ہیں۔ ایک علم۔ دوسرا فن سپرگی۔ لیکن دونوں میں سے علم کو اچھا کہا ہی۔ کس واسطے جو علم لڑکا پڑھے تو سب کوئی دعا دیں اگر بوڑھا پڑھے تو دل و جان سے سنیں جب اُس کے معنوں کو وہ سمجھاوے تو اُسے دل میں جگہ دیں برخلاف اُس کے اگر بوڑھا تلوار چلاوے تو لوگ اُس پر ٹھہرے ماریں اور یہ کہیں۔ دیکھو بڑھاپے میں عقل ماری گئی دیوانہ ہوگیا۔ پس علم سیکھنے میں ہرگز کاہلی نہ کرو۔ اور یہ خاطر میں مت لؤ کہ اس زندگی کے واسطے اتنی محنت کیا ضرور ہی؟ سنو اگر علم حاصل کرو گے تو خدا کی بندگی اور دین دنیا کی دولت بہ خوبی ہاتھ آوے گی۔ اور یہ بھی خیال غفلت سے دل میں کہیں نہ لؤ کہ ابھی ہم جوان ہیں۔ خدا کی بندگی کو بہتیرے دن پڑے ہیں۔ خاطر جمع سے کرینگے۔ بِالْفِعْلِ کام دنیا

کے کریں بلکہ یہ جانو کہ موتِ سر کی چوٹی پکڑ کے ہمیشہ خدا کے حکم کی منتظر رہتی ہے جب حکم ہوا ثروت گلا گھونٹ لے جاتی ہے۔ ایک دم فرصت نہیں دیتی۔ اے یارو! اپنے لڑکوں کو لڑکائی میں علم سیکھاؤ تو اُنہ کے دل میں وہ نعلین کا حجر ہووے۔ جیسا کچے برتن پر نقش کیجئے تو وہ بعد پکنے کے کبھی دُور نہیں ہوتا ہے۔ جب راجا نے یہ سب حقیقت سنی تو غمگین ہو کر سر پیچے کر لیا پھر کہنے لگا۔ افسوس! میرے لڑکوں میں چار چیزیں جمع ہوئی ہیں۔ جوانی۔ مال۔ غرور۔ بے ہنری۔ جو ایک چیز انہ چاروں میں سے کسی میں ہو تو اُسے خانہ خراب تین تیرہ کرتی ہے اور جس لڑکے کو علم نہ ہو یا علم پر عمل نہ کرے تو اُس سے بیل بیلکہ بوجھ اٹھاتا ہے اور بہت اُس سے کام نکلتا ہے۔ یہ یاد رکھو۔ جب کسی مجلس میں یہ ذکر نکلے کہ اس ملک میں نیک کون اور بد کون ہے؟ اس میں جس کا نام نیکی سے لیا جاوے وہی فرزندِ خلف کہلاوے۔ اور جس شخص کا نام بدی سے لئیوے تو اُس کے ماں باپ ہانچھ لوند کہلاویں پھر کہ گئے ہیں کہ جس پر خدا مہرباں ہو اُسے چھ چیزیں میسر ہوتی ہیں پہلی اُنمیں سے روز بہ روز علم کی زیادتی۔ دوسری تندہی۔ تیسری عورتِ نیک بخت و فادار شیریں زبان۔ چوتھی سخاوت اور خدا ترسی۔ پانچویں بڑی عمر اور نیک بختی۔ چھٹی یہ کہ ہنر جو ناداری میں کام آوے۔ پھر اُس مجلس میں سے دوسرا شخص بولا۔ اے راجا! چار چیزیں لڑکا ماں کے پیٹ سے لیکر نہیں نکلتا۔ پہلے بڑی عمر یا چھوٹی۔ دوسرے نیک بختی یا بد بختی۔

احوال کتاب کا اور ابتدای قہ

تیسرے دولت یا فقیری - چوتھے ہنریا بے ہنری - خدا نے تمہارے دیتوں کو علم نصب کیا ہی - ہنرمند ہونگے - جو ادبش کے خون دل کو تمہارے پاؤں کرتا ہی - ایسی داریوں میں کہانے ہو جو اُسے وہ دور کرے اور تمہیں ہمیشہ آرام رہے ؟

راجا نے پوچھا وہ کون سی دوائی ہی ؟ کہا وہ قول خدا کا ہی جس کا حاصل یہ ہی کے ”میں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور جس چیز کو کیا چاہتا ہوں وہیں ہوتی ہی“ - راجا بولا سن یار ! یہ سچ ہی جو نوبے کہا لیکن باری تعالیٰ نے آدمی کو ہاتھ - پاؤں - ہوش - گوش - عقل - شعور - سب کچھ دیا - لازم ہی کے تحصیل علم کے ساتھ بندگی میں خدا کی تغافل نہ کرے - کیوں کے آدمیوں کے کام کا درست کرنے والا وہی ہی - جو کوئی علم کے واسطے محنت کرتا ہی خدا اُسکی مشقت کو ضایع نہیں ہونے دیتا جیسا کہ وہی تمہارے یہاں خود بہ خود برتن نہیں بنتی جب لگت کہ وہ اُس میں پانی دیکر نہ سائے - اور چاک پر رکھ کے اپنے ہاتھ سے نہ بناوے بھلا تب لگت باسن کیوں کر بنے ؟ یہ کہہ کر پھر راجا نے کہا ای بیانیو ! تم میں کوئی ایسا دانا عقلمند ہی جو میرے لڑکوں کو علم و ہنر سکھاوے اور گراہ چھڑا کر سیدھی راہ پر لگاوے کیوں کے یہ مثل مشہور ہی جو درخت صندل کے پتے کے پاس رہے تو وہ بھی خاصیت چندن کی پکڑتا ہی *

پتے صندل کا جو ہوتا ہی کسی جاکہ بڑا

تو بہت اشجار کو ہوتا ہی اُس سے فایدا

وہیسی ہی اگر باداں دانا کی صحت میں رہے تو وہ بھی عقلمند ہوتا ہی
 ایک برہمن بٹن سرما نام (جو اسی مجلس میں بیٹھا تھا) کہنے لگا ای
 مہاراج! میں تمہارے لڑکوں کو جہالت کے بھنور سے نکال کر علم کی کشتی
 میں سوار کر سکتا ہوں کیوں کہ اگر کڑی پانچھی کے پیچھے صحت کرے تو
 وہ بولے لگتا ہی۔ یہ تو راجا کے بیٹے ہیں جو خدا چاہے تو تمہارے
 مرزندوں کو چھ مہینے کے عرصے میں قابلِ کرونگا۔ اس بات سے راجا بہت
 خوش ہوا۔ اور یہ بات کہی۔ اگر کیڑے پھولوں میں رہیں تو پھولوں کے سبب
 بُزرگوں کے سروں پر چڑھتے ہیں۔ ايسے ہی جو میرے بیٹے تمہاری خدمت
 میں رہیں گے حشو کم عقلی کا (جو اُنہ کے سینے میں جمع ہوا ہی) سو
 دور ہو کر علم کے جواہر سے پُر ہوگا جب اس طرح برہمن کی تعریف کی اور
 اپنے لڑکوں کو اُسے میرد کیا۔ برہمن نے راجا کے ہر ایک بیٹے کا ہاتھ پکڑ
 اپنے گھر میں لا بیٹھایا۔ اور نصیحت کرنی لگا۔ سُو ای راجا کے بیٹو! عقلمندوں
 کا وقت پڑھنے لکھنے اور علم کے سیکھنے میں گزرتا ہی موجبِ خوشی کا
 اُنہ کی یہی ہی۔ اور نادانوں کے دن رات بے ہودہ گوئی اور غفلت کی نیند
 یا پاس پڑوس کے ساتھ قبیضے جگڑے میں گتے ہیں اسی میں وہ خوش
 نہیں لیکن میں تمہاری خوشی اور فائدے کے واسطے کئی ایک باتیں بہ طور
 تمثیل کے کہوں اور کچھ ہرن اور چوہے کی (جو وہ چاروں آپس میں
 بار جانی تھے) کہیں کہ اُن کے منے سے آدمی کی عقل بڑھے اور فہم زیادہ
 ہو۔ تب لڑکے بولے کہو مہاراج! ہم سب بول و جان سے سُنیں گے *



بشن سرما پنڈت کہنے لگا کہ اب تو
جو لوگت بے مقدر دانا مغلیس اور دوسرے اپنے کام ان چار
جانوروں کی طرح کرتے ہیں۔ راجا کے بیٹوں نے پوچھا وہ کیوں کر ہی؟
اُس کا بیان جدا جدا کرو *

لگ پتنگ کوئے اور چڑیمار کی داستان

پھر پنڈت بولا کہ گوداوری ندی کے کنارے بڑا سا ایک سینہل کا
درخت تھا۔ اُس گرد نواح کے تمام پرندے رات کو اُس پر بسیرا لیا کرتے
ایک روز منہ اندھیرے لگ پتنگ کوئے کی آنکھ کھلی۔ دیکھتا کیا ہی؟ کہ
ایک چڑی مار کاندھے پر جال دھرے ملک الموت کی صورت بنائے چلا
آتا ہی۔ یہ اپنے دل میں اندیشہ کرے لگا۔ کہ آج بڑی فجر کے وقت صورت
منحوس نظر آئی ہی۔ دیکھا چاہیئے کیا ہو۔ یہی کہہ کر اُس شکاری کے
پیچھے لگ گیا۔ آخرش کچھ ایک آگے بڑھ کر تھوڑے جاؤں جھولی سے
نکال کے ایک جگہ پر درخت کے نیچے چھٹکائے۔ اور اپنے کاندھے کا جال
اُس پر بچھا کر آپ ایک گوشے میں چھپ رہا۔ اُس عرصے میں چترگریہ

نام کبوتروں کا دادشاہ اپنی فوج کے ساتھ ہوا پر سے اُس میدان میں آ پہنچا اور اُنہ میں سے بعضے کبوتروں کی نظر بکھرے ہوئے دانوں پر پڑی۔ تو ہر ایک کو اُنہ دانوں کے چُکنے کی خواہش ہوئی۔ چترگریو اُنہ نادانوں کی خام طمعی کو دیکھ کر کہے لگا۔ ای یارو! بھلا لُٹ غور تو کرو اِس جنگل میں دانے کہاں سے آئے؟ اگر یہاں آدمی ہوں تو کہہ سکتے کہ اُنہ کے کھانے کھانے سے دانے زمین میں گرے ہوئے۔ سو تو ہمیں۔ اور یہ چاول جو اِس درخت کے نیچے پڑے نظر آتے ہیں سو اِس میں کچھ فریب ہی۔ اگر تم دانا کھانے کے لیے بجے اُترو گے تو تمہارا احوال اُس مُسافر کا سا ہوگا جو سونے کی پائل کے لیے چلے میں پھنسکر بوڑھے شیر کا لقمہ ہوا *
کبوتروں نے پوچھا وہ قصہ کیوں کر ہی؟
چترگریو نے کہا۔

حکایت بوڑھے باگھ اور مُسافر کی

ایک دن میں دکن کی طرف کسی جنگل میں چرائی کو گٹا تھا وہاں دیکھا کہ ایک بوڑھا باگھ منہ کعبے کی طرف کیئے مودب ہوکر تالاب کنارے بیٹھا ہی جو کوئی راہی مُسافر اُس طرف کو ہوکر نکلتا وہ کہتا کہ میرے پاس سونے کی پائل ہی۔ اُس کو میں خدا کی راہ پر پہنچا چاہتا ہوں جو کوئی لے میں اسے دوں لیکن مارے ڈر کے اُس کے نزدیک کوئی نہ آتا *
نزدیکت کوئی نہ آتا *

حکایت ٹوڑھے باگھ اور مسافر کی

فضا کار ایک روز کسی مسافرِ اجل گرفتہ کو پہنچا ہوا ہوئی کہ اُس زبور کو شیر سے لیا چاہیئے دل میں خیال کیا۔ ایسا مالِ مفت پھر کہاں ہاںہ آویگا معلوم ہوتا ہی کہ میرے بخت نے یاوری کی اور طالعوں نے مدد۔ پہنچ کر چاہا کہ باگھ کے پاس جاوے پھر جان کی دہشت سے اندیشہ کرنے لگا کہ یکایک دشمن کی مہمّی بات پر ہرؤسا نہ کیا چاہیئے اگرچہ اُس کے نزدیک پائل ہی پر اُسے کیوں کر لوں۔ چنانچہ زھر کے ساتھ ہرچند شہد ملا ہو تاہم اُس میں خطرہ جان کا ہی اور جس بُرائی میں بھلائی شامل ہو۔ وہ بھی خوب نہیں پھر من میں سوچا۔ جہاں گنج تہاں مار۔ جہاں پھول تہاں خار۔ اور زر کے محتاج کو ہر جگہ خوف ہی اب جو میں ڈر کر رہ جاؤں تو دولت میرے ہاتھ نہ آویگی آدمی اُس کے واسطے کٹھنی کٹھنی مسحتیں کرتے ہیں اور کیا کیا اذیتیں اُٹھاتے ہیں تب وہ ہاتھ آتی ہی *

آخر پہنچ سب سوچ بچار کر کے بولا۔ ای شیر! وہ چیز جو اللہ دیا چاہتا ہی سو کہاں ہی دکھا تب اُس نے وہ پائل ہاتھ پسر کے دکھائی۔ پھر بولا۔ ٹو باگھ۔ میں مائس۔ میرا مائس تیرا ادھار۔ مجھے تیرا ہرؤسا نہیں۔ میں تیرے پاس کیوں کر آؤں؟ شیر بولا تو نہیں جانتا ہی کہ میں نے مائس کھانا چھوڑ دیا اگر گوشت کی مجھے خواہش ہو تو میں جنگل سے ہر مار کر کیوں نہ کھاؤں اور مجھے پتہ نہ ہو کہ کیوں نہ کھا جاؤں؟ لیکن میں نے زہر مارا۔ اختیار کیا۔ اب پہنچ پائل میرے کس کام آویگی۔ مجھے فقیر دیکھ کر دینا

لگ پتنگ کوے اور چڑیمار کی داستان

گلے سوکھی گھاس کھاتی ہی اور دودھ میٹھا دیتی ہی لیکن دودھ اُس کا بہ سبب گھاس کھانے کے میٹھا نہیں۔ بلکہ وہ اُس کی ذات سے میٹھا ہی۔ اِننا کہہ کر وہ تو مرگیا۔ چترگریو کموتروں کے بادشاہ نے کہا ای بھائیو! اگر دانا کھائے کو درخت کے نیچے اُترو گے۔ جیسا کہ اُس مسافر لالچی نے اندیشہ نہ کیا پائل کے لالچ اپنی جان مفت برباد دی۔ ویسا ہی تُم بھی اِنہ دانوں کی طمع سے گرفتار ہو کے قدرِ عافیت معلوم کرو گے۔ ای یارو! میں نے کبھی اِس درخت کے تلے دانا پڑا نہیں دیکھا۔ نرگوں نے کہا ہی کہ تھوڑے کھائے سے۔ اوپر پڑھے بیٹے سے۔ اور سیاہی عورت سے جو اپنے خصم کے کہنے میں ہو اور اُس آقا سے جس کو اپنی خدمت کی قوت سے اپنا کیا ہو۔ اور سوجھی ہوئی بات سے۔ اور جو کام عاقلوں کی صلاح سے ہوا ہو۔ اِہ جہ چیزوں سے کبھی زبونی پیدا نہ ہوگی اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو اِہ دانوں سے ہاتھ اُٹھاؤ۔*

جو کموتر اِہ میں نادان تھا اُس نے کہا ای بھائیو! اگر ایسی بات چیت سے ہم ڈریں گے تو دانا کہیں کھانے نہ پائی گے۔ جہاں کہیں چرائی کو جائینگے اگر ایسا ہی دغدغہ دل میں لائی گے تو گویا اپنی روزی کا دروازہ اپنے ہی ہاتھوں سے بند کریں گے۔ میں تو اِہ دانوں کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ خیر جب سب کموتر اُس کے کہنے سے درخت کے نیچے آئے چترگریو بڑا عاقل تھا۔ اُس کے نزدیک کوئی مشکل نہ رہتی اور ہر ایک کو نصیحت کیا کرتا۔ جب سب یار پیچھے جا چکے تب یہ کہا۔ اب تمہا رہنا میرا ہے اطلب

ہی - مرگے اسوے جسنے دارد سانہ انہ کے جو ہو سو ہو - آخر وہ بھی اتر کر جلد شریک ہوا - چڑیمارے دیکھا - اب تو سب آچکے - جھٹ سے جال کھینچ لیا تمام کیوتر جال میں پھنس گئے تب وہ اُس نادان کو لعنت و ملامت کرنے لگے کہ ہم اس بیوقوف کے کہنے سے پیچھے آئے تو دام میں پھنسے *

کیوتر نادان اُنہ کے طعن و تشنیع سے اتنا شرمندہ ہوا جو اُس کو مُنہ دکھائیگی جگہ نہ رہی کہا بزرگوں کا قول سچ ہی اگر دس آدمی کو ایک مُشکل پیش آوے تو ایک آدمی کو نہ چاہئے کہ مُخالف نہ کر اُس میں سبقت کرے جو پہلا ہو تو سب کہیں کہ ہم بھی اِس میں مددگار تھے - خُدا نہ خواست اگر کُچھ اور صورت ہو تو ہر ایک اُسی پر گناہ ثابت کرے چترگریو نے کہا - اِس وقت ملامت کرنی کیا فائدہ؟

ملا مت روا ہی سلامت کی جا

جو وہ جا چکی ہی ملا مت خطا

ای بیائو! گناہ اور خطا کسو کی نہیں جو کُچھ خواہشِ اِلہی ہی وہی ہوتی ہی

فضا کے ہاتھ ہئیں پانچ انگلیاں وو

اگر چاہے کرے بے جاں کسی کو

رکھے آنکھوں پہ دو اور کان پر دو

اور ایک رکھ لے لب پہ وہ بولے کہ چپ ہو

يارو اکرين بُرا آتا هي تو نيڪت ڪام بهي بد هو جاتا هي - چنانچه ماں باپ سے زياده مهربان ايسے بيٺا بيٺي ڪے حق ميں ڪوئي بهين لڳين بعضے وقت ايسا هوتا هي ڪه وڃي ماں باپ ايسے فرزندوں ڪے دشمن هونے هتي مئل هي - گولا جب ڪلے ڪا دودھ دوهتا هي سب بجهڙے ڪے ڪلے ڪو ڪلے ڪے پاڻ سے بادهتا هي - اُس وقت وڃي پاڻ بجهڙوں کي بيٺي هوتا هي اور وڃي گولا ايسا مطلب حاصل ڪر لیتا هي - سُو دوستو! اب شور مت ڪرو - ڪجهه ايسا انديش ڪرو ڪه موجب هر ايڪت کي مخلصي ڪا هو - يار وڃي جو بُرے وقت ميں ڪام آوے - فراغت ميں هر ڪوئي ڪهتا هي ڪه ميں تمهارا دوست هوں اگر ڪسي ڪو ڪجهه ضرور ڪام در پيش هو اور اُس ڪے سبب مغموم هووے تو اُس ڪو لوڳت مرد نهين ڪهتے - بلڪ نامرد ڪر مشهور ڪرتے هتي مرد وڃي ڪه جو حادثو اُس پر پڙے تو دل اپنا مضبوط رکھے اور سوچ بچار اِس بات ڪا ڪرے ڪه اُس سے اپنا ڪام سرانجام هووے - ٽول بزرگوں ڪا هي

۱۰۰۰۰ اضطراري هي عت ڪلڪ قصانے تيرے

لکھ ديا هي جو بصيرت ميں وڃي هونگا

اب ايسي فڪر ڪيا چاهيئے ڪه هر ايڪت اِس بند سے نجات پاوے ڪيون ڪه عقلمندوں نے ڪها هي ڪه ڇه چيزیں آدمي ڪو چاهيئیں - پهلي اُنھ ميں سے يھ هي - ڪه اگر ڪسي بلے ناگهاني ميں گرفتار هو جاوے تو اُس سے هرگز نه ڪھراوے - دوسري يھ جو ڪوئي ڪسو ڪے يهاں پڙا آدمي آوے تو اُس کي تواضع ڪرے - تيسري يھ جو بات مجلس ميں ڪهے سو تر محل ڪهے - چوتھي يھ ڪه

لڑائی میں دل چلاوے۔ پانچویں پہ کہ اپنے تئیں خلق کی زبان سے بجاوے اور نیک کہلاوے۔ چھٹی پہ ہی کہ علم کی تحصیل میں دل لگاوے۔ اور چہ چیزیں مرد کو نہ چاہئیں۔ پہلے بہت سونا۔ دوسرے عبادت میں کاہلی کریں۔ تیسرے ہر ایک کام میں ڈرتے رہنا۔ چوتھے غصہ کرنا۔ پانچویں بُرا کہنا پڑوسیوں کو۔ چھٹے غیبت کرنا لوگوں کی اور ہنسنا اُن پر۔ اب ای بیانیو! میرے اتفاق سے کام کرو اور میری بات کو سُنو تو تمہاری مخلصی ہووے۔ کبوتروں نے کہا۔ ای بادشاہ! جو پہلے تمہارا کہا ہم سُننے۔ ایسے فصیح اور سوا نہ ہوتے۔ اب جو کچھ فرماؤ سو بجا لاؤں بادشاہ نے کہا۔ یارو! جو دس شخص پر ایک مشکل آ پڑے۔ اُنہ میں سے ایک کو چاہیئے کہ مختار ہو کر اپنے تئیں نمود کرے کیوں کہ اگر وہ کام خوب ہو تو سب کہیں کہ اُس میں ہم شریک تھے۔ جو بد ہو تو سب کہیں کہ فلاں نے یہ کام کیا ہی۔ اب جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن بالفعل سب کبوتر ایک دل ہو کر ایکبارگی جال سمیت اڑو۔ چنانچہ ایک گھاس کے تیکے سے جو ایک پرند کو باندھیں تو زور سے اُس طائر کے وہ تنکا ٹوٹ جاوے اگر ویسے ہی بہت سے تِنکے ایک جگہ کر کے رستا بانٹیں تو اُس سے ہاتھی بندھا رہے۔ ہر چند ہاتھی زور کرے ہر گز نہ توڑ سکے۔ غرض جو اُس نے کہا سو اُنہوں نے کیا۔ یعنی سب زور سے جال لے اڑے۔ اور چڑیمار نے کئی کوس تک پیچھا اُنہ کا کیا۔ جب وہ نظر سے غائب ہوئے تب وہ نا اُمید ہو کر پھر گنٹا۔ کبوتروں نے کہا۔ ای بادشاہ! شکاری بے ہمارے گوشت کھانے سے

کے رکھتے ھیں یعنی جان کو دولت اور لواحقوں سے بچاتے ھیں۔ اپنی جان کی محافظت ھر ایک شیء پر مقدم جانا چاہیئے کیوں کہ اس کے سبب دین و دنیا کا کام انجام پاتا ھی۔ چترگریو بولا ای دوست! تو جو کہتا ھی سو دنیا کا یہی دستور ھی لیکن میں اپنے لواحقوں کا دکھ دیکھ نہیں سکتا۔ آگے بھی لوگ کہہ گئے ھیں۔ کہ دانا عیث کے واسطے جان اور دولت دینا ھی پس عیث کے لیے اپنی دولت اور زندگی سے ہاتھ اٹھانا مناسب ھی اور یہ سب ذات اور زور میں میسرے برابر ھیں۔ پس میسرے بزرگی سے فائدہ لے کر کیا ہوگا؟ بغیر اجرت کے میسرے رفاقت میں رہتے ھیں۔ اس میں اگر میسرے جان چاؤے اور انہ کی مخلصی ہووے تو مجھے قبول ھی۔ کیوں کہ اس جسم فانی کا کچھ اعتبار نہیں جو اس سے دنیا میں بھلائی رہے تو بہتر ھی کس واسطے کہ وہ تو ایک دم میں فنا پذیر ھی اور یہ ہزاروں برس رھتی ھی *

یہ بات ھر نک منکر بہت خوش ھوا اور کہا۔ صد آفریں تم کو کہ اپنے رفیقوں پر تمہارا یہاں تک دل ھی۔ خیر ھر نک چوہ نے ھر ایک کبوتر کے پاؤں کے پھندے کاٹ کر تعظیم و تکریم سب کی کی۔ پھر چترگریو کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ سن یار! جال میں گرفتار ہوئے کا افسوس نہ کرنا۔ کیوں کہ ھر جہر سب پر یوں ھی ہوتا چلا آتا ھی۔ بولا اگر ہم دانا ہوتے تو جال میں چڑھ مار کے نہ پھنستی۔ ھر نک کہے لگا کہ دیکھو کرکس نزدیک آسمان کے اڑتا ہے۔ اس وقت ایک کبوتر اڑتا ھی اگر کسی نے

وہاں جال بچھایا ہو تو کیا جاے؟ کیوں کہ خُدا کے کام میں عقلِ ضعیف کا کیا مقدور جو دخل کر سکے روزِ بد کی تاثیر ایسی ہی جو چاند سورج چاہیں کہ اپنے تئیں کہیں سے بچاویں تو بچا نہیں سکتے۔ ہرنک نے دوچار باتیں نصیحت اور دلّے کی کر کے مہمانی کھلا پلا اُسے وداع کیا۔ اور دونوں یار آپس میں بغلیں ہڑک کر آنکھیں بہرائے۔ اور چوہے نے مخدوم شیخ سعدی کا پہ شعر پڑھا

چشم و دلِ سعدی کے تیرے ساتھ ہیں

جانیزو تو میت کہ تنہا ہوں چلا

چترگریو بادشاہ کبوتروں کا لشکر سمیت اپنے مُلک کی طرف چلا۔ اور ہرنک اپنے بل میں گھسا۔ پھر وہی لگ بٹنگ کوّا کہ جس کا مذکور پہلے ہوا اور اُس چڑیمار کا منہ منہ اندھیرے دیکھ کر ساتھ لگ لیا تھا۔ اُس نے تمام احوال (جو کبوتروں پر گُذرا تھا) دیکھا تو حیران ہو کر کہا۔ سُبْحَانَ اللّٰہ! دیکھو تو محبت اور دوستی میں کتنا بڑا فائدہ ہی کہ کس بُرے وقت میں یار کام آیا

پیل کچڑ میں پھنسے کو چاہیئے ہاتھی قوی

یار درمائدے کی کرتا ہی مدد یارِ دلی

وہ کوّا چوہے کے بل کے پاس آیا اور نرم نرم آواز سے کہنے لگا۔ ای ہرنک! میں نے اتنا سفر کیا ہی لیکن تُم سا یارِ وفادار دُنیا میں کہیں نہیں دیکھا۔ میری ایک عرض ہی جو قبول کرو تو کہوں جب چوہے نے آواز کیے کی

سُنی تو سوراخ سے بولا۔ تو کون ہی؟ اور کہاں سے آتا ہی؟ کہا میں لگ پتنگ نام کوّا ہوں۔ اب یہ چاہتا ہوں کہ تم سے دوستی کروں۔ چوہا بولا۔ میں چوہا تو کوّا میں تیری خوراک تو میرا کھانیوالا۔ پس ہماری تمہاری دوستی کیوں کر بن پڑے؟ جاؤ کسی کوے یا اور کِسو پتچھی سے دوستی کرو۔ اگر میں تم سے دوستی کروں تو وہ مثل ہو جیسا کہ گیدڑ اور ہرن میں بہ سبب یاری کے ہوئی۔ کوے نے پوچھا کہ اُبھ کا قصہ کیوں کر ہی؟

حکایت سبده کوے اور ہرن اور چہدر بدھ گیدڑ کی

چوہے نے کہا میں نے سنا ہی کہ پُرب کی طرف گنگا کے کنارے جنپاوت نام ایک نگر ہی۔ اُس کے نزدیک ایک جنگل ہی۔ اُس میں ایک کوّا اور ہرن دو یار جانی رہا کرتے تھے۔ ہرن خوب تازہ توانا تھا۔ ایک گیدڑ اُس کے مقابلے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور دل میں اپنے ٹھہرایا پہلے اُس ہرن سے رویا بازی کیا جاہیلے۔ اُس کے پیچھے اُس کے گوشے سے اپنی دائرہ کو گرم کیجیے۔ یہ نیت کر کے ہولے ہولے ہرن کے پاس آیا اور کہا السلام علیک۔ ای ہرن! خیر و عافیت۔ ہرن بولا تو کون ہی؟ کہا میں گیدڑ ہوں نام میرا چہدر بدھ ہی۔ اُس جنگل میں بعیر دوست کے چھوٹے ہرن پڑا رہتا ہوں اب تم سے جو ملاقات ہوئی ہے تو اپنے نہیں میں نے۔ چوتھوں کی دھم میں شہر کیا اور جانا کہ اب وہیں غالب رہیں۔ جان آئی۔

اسی گفتگو میں تھے کہ سورج کے قازے دریائے نیل سے اُڑ کر کنارے میں جا غوطہ مارا اور پیچھے سے باز کالی رات کا نمودار ہوا۔ ہرن جہاں رات کو رہتا تھا وہاں گیا۔ گیدڑ بھی اُس کے پیچھے لگا ہوا اُس کے ڈیرے لگ چلا گیا۔ وہاں ایک درخت چنپا کا تھا اور ایک سُدھ نام کو ہرن کا قدیم دوست تھا۔ دیکھتے ہی بولا۔ ای یار! یہ دوسرا کون ہے؟ جو تم اپنے ساتھ کر لائے ہو۔ کہا یہ گیدڑ ہے اور نیک ذات معلوم ہوتا ہے اور مجھ سے دوستی کیا چاہتا ہے۔ کورے نے کہا جسے کہ آسانی نہ ہو اُس کی بات کو یک بیٹ نہ سنا چاہیئے اور اپنی جگہ میں رہنے نہ دیجئے۔ مگر تو نے بات اُس کرکس اور بلی کی نہیں سنی؟ اُس نے پوچھا وہ کیوں کر ہے؟

نقل ایک گدھ اور بلی کی

کورے نے کہا میں نے یوں سنا ہے کہ بھاگ رہی تھی کے کنارے ایک پہاڑ ہے۔ اُسے گرد کوٹ کہتے ہیں اور اُس پر ایک بڑا درخت سینیل کا تھا۔ اُس کے کھلو میں ایک بوڑھا ضعیف گدھ برسوں سے راکھ کر رہا تھا۔ اُس کے پر و بال میں اتنی تلب و طاقت نہ تھی جو کہیں اُنہر اُنہر کھائے پینے کے واسطے جاتا کہ اکثر پرندے جو اُس درخت پر رہتے تھے ان کو جانور کھانے کی چیز اُس کے لیئے اپنی چونچ میں لے جاتے تھے۔ اُس نے اس گدھ کو دیکھا تو ہمیشہ کیا کرتا •

ایک دن ایک بلی اُس ناک پر وہاں آئی کہ اُسے جانوروں کے بجائے
 کھایا جاہیئے۔ بچوں نے اُسے دیکھ کر شور ڈالا۔ گدھ کو بڑھاپے کے سبب
 آنکھوں سے نہ سوجھتا تھا۔ بچوں کا غوغا سُنکر اُس خوف سے سر نکالا اور
 کہا کہ تو کون ہی جو یہاں چلا آتا ہے؟ بلی نے جو کُرس کو دیکھا تو
 ڈری کہ یہ جانور بڑا ہیبت ناک ہے۔ اپنے دل میں کہا کہ اب میں
 ماری گئی کیوں کہ جگہ بھاگنے کی نہ رہی پس اب یہی بہتر ہے کہ اُس
 کے نزدیک جاکر کچھ بات بنائیے کہ دل اس کا فریفتہ ہو۔ آہستہ آہستہ
 کُرس کے پاس آکر سلام کیا۔ اُس نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے غریبی
 سے کہا میں غریب بلی ہوں۔ کہا اگر تو بلی ہے تو یہاں سے جلد بھاگ۔
 نہیں تو میں ہوں بھوکا۔ تیرا لہو پیجاؤنگا۔ اُنے کہا میں ایک بات تم
 سے کہتی ہوں جو مارنے کے قابل ہوں تو مجھے مار ڈالو اور نہیں تو
 چھوڑ دیجیو۔ وہ بولا جو تیرے دل میں ہو سو ظاہر کر۔ بلی نے سٹو صاحب!
 آدمی بدذات اور نیک ذات قول و فعل سے پہچانا جاتا ہے اگرچہ یہ
 بات دُرست ہے جو سب کہتے ہیں کہ بلی جانور کی ماری والی اور
 مائس ادھاری ہے اگر یہ بات دل میں لاکر مجھے مار ڈالو تو تمہاری
 بُرگی معلوم ہوگی پر شاید تم نے میرے زُہد کا احوال کسو سے نہیں سنا کہ
 میں بغیر اُشنان کچھ کام نہیں کرتی ہوں اور گوشت کھانا مالکِ جانوروں
 کا چھوڑ دیا ہے کہ اپنی اور دوسرے کی جان بچاؤں اور رات میں
 خدا کی بندگی میں رہتی ہوں۔ اب یہ سنا تمہاری خدمت میں

آئی ہی * جب یہاں سے اکثر جانور داد چُگنے کے واسطے گنگا کے کنارے جاتے تھے۔ اُنہ کی زبانی آپ کے اوصاف سُکر دل اِس عاصی کا بہایت راعِب ہوا۔ کہ ایسے بزرگ کے قَدَم دیکھا چاہیئے۔ کہ جتنے گناہ اپنے مَیں ہوں سو دور ہو جاؤں۔ اِس نیت سے آپ کے قَدَم آدیکھے تھیں۔ اور تُم میرے مارے کا قصد رکھتے ہو۔ ایسا کسوں نے نہیں کیا جیسا تُم کیا چاہتے ہو۔ اگر کوئی کُلھاری ہاتھ مَیں لیکر دَرخْت کاٹنے کے واسطے آتا ہی۔ اور وہ اُس کی چھاؤں مَیں بیٹھتا ہی دَرخْت اُپی بڑائی سے چھاؤں اُس کے سر سے دُور نہیں کرتا۔ مَیں تیری مُلاقات کے واسطے اِنی راہ طے کر کے آئی ہوں۔ اور تو چاہتا ہی کہ مجھے مار ڈالے۔ اگر مہمان کسی کے گھر جاتا ہی جو صاحبِ خانہ مہمانی نہیں کرتا۔ تو تیری طرح کڑی بات یہی نہیں کہتا اگر بہت مُدارات نہیں کرتا۔ پہلا تھوڑا ٹھنڈھا پانی پلاتا ہی۔ اور میٹھی بات تو کہتا ہی *

جہاں کہیں صاحبِ درد ہی۔ اگر اُس کے پاس کوئی ہنرمند یا بے ہنر جاتا ہی۔ تو دونوں پر برابر نظر رکھتا ہی۔ جیسا کہ آفتاب اپنی شُعاع سے کسی کو محروم نہیں رکھتا۔ یہ نہیں کرتا کہ بڑے آدمی کے گھر پر اُجالا کرے۔ اور چھوٹے آدمی کے گھر پر اندھیرا *

جب دل کرگس کا اُس کی باتوں سے نرم ہوا تب کہا۔ اِس دَرخْت پر جانوروں کے بچھی تھیں۔ واسطے احتیاط کے اِنی تَجھے باتیں کہیں۔ اپنے دل سے کہہ د لانا۔ بلی دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ کر کہنے لگی

استغفر اللہ! یہ بات جو تُو نے کہی اگر کوئی اور کہتا تو میں اُس پر زہر کھاتی کیوں کہ میں نے بہت عِلْم کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اور خُدا کی راہ خوب معلوم کی ہے۔ اور عالموں۔ فاضلوں۔ اور دین داروں سے سنا ہے۔ کہ کسی کا دِل آزدہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ جو کوئی جانور کو مار کر اُس کا گوشت کھاوے۔ جالگ وہ اُس کی زباں پر ہے تب ہی تک مزہ پاوے۔ جب حلق کے نیچے اُترا تو کُچھ نہیں۔ اور یہ نہیں جانتا کہ وہ غریب اپنی جان سے جاتا ہے۔ اور جان اُس کی کس مُشکل سے نِکلتی ہے *

بھلا اِس کھانے میں کیا لُطف ہے؟ یہ نہیں جانتا کہ کل کو حساب دینا ہوگا۔ اور اُس کے جَوَاب سے کیوں کر عہدہ بُرا ہوگا؟ حیوان کو اذیت دینے کی۔ اور جیوٹھی کی جان مارنے کی سزا اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے پس چاہیئے کہ اپنی جان سے جیوٹھی کی جان کو بہتر جانے کیوں کہ مرنا برحق ہے۔ جب لگتو ہو مے بدي نہ کرے۔ بلی کی بُر فریب باتوں نے دِل گدھ کا مَلایم اور نرم کیا۔ خیر بعد اِس جَوَاب و سَوَال کے وہ بلی وہاں رہنے لگی۔ دو ایکٹ دِن رہکر یہ مکارہ ہولے ہولے جاکر دو تین بجوں کو پکڑ لائی۔ کرکسُ بچوں کی آواز سُکر بولا۔ ابہ بچوں کو تو کیوں لائی؟ کہا میٹرے بھی دو تین ایکٹ لڑکے ہیں۔ بہت دِن ہوئے میں نے اُنہیں نہیں دیکھا۔ میٹر دِل اُنہ میں لگ رہا ہے۔ اکثر اُن کو پکڑ کر میرا روٹی ہوں اِس واسطے اُنہیں لائی ہوں کہ جو اُنہ کی جگہ ابہ کو دیکھ کر میٹر دِل پیچھے پڑے۔ گدھ نے جالگ بلی سے کہتی ہوئی اور بلی نے اُسے بچوں کو

لاکر کھالیا پھر اسی طرح سے ایک-ایک-دو-دو-لاتی تھی اور کھاتی تھی۔ یہاں تک کہ سب کو تمام کیا۔ اور اپنی راہ لی۔ جب سب پرندے اُس درخت کے رہنے والے اپنے اپنے گھونسلے میں آئی۔ تو بچوں کی تلاش کرنے لگے کہ ہمارے بچوں کو کون لپیٹ گیا؟ جب بہت سی جست وجو کی تو بچوں کی کچھ ہڈیاں درخت کے نیچے اور کچھ گدھ کے کھٹھلے میں پائیں۔ تب تو سب کو یہی یقین ہوا کہ بچوں کو اسی گدھ نے کھایا ہے۔ اپنی کوکھ کی آگ سے ہر ایک جانور بے تاب ہو کر اُس گدھ کو مارنے لگا یہاں تک جو بچے ماریں کہ اُس بیچارے کو مار رہی ڈالا۔ یہ کہہ کر کوے نے کہا ای ہرن! غیر آشنا کو اپنے گھر میں راہ دینے سے یہ فائدہ ہوتا ہے۔ گیدڑ یہ بات سن کر غصے ہوا اور بولا ای کوے تیرا سُبْدھ نام ہی پر تجھ میں کچھ عقل نہیں ہے۔ کیوں کہ کوئی شخص دوستی ماں کے پیٹ سے نہیں لے نکلتا *

پہلے جب تجھ سے اور اس ہرن سے ملاقات ہوئی تھی۔ نہ تو اُسے پہچانتا تھا نہ وہ تجھے۔ جب تم دونوں ایک جگہ رہنے لگے۔ تو روز بہ روز دوستی زیادہ ہوئی۔ جو اچھے لوگ ہیں وہ سب کو دوست جانتے ہیں۔ یہ کام منافقوں کا ہے۔ جو کسی کو دوست۔ اور کسی کو دشمن جانتے۔ ہم ایک ہی گھر کے غلام ہیں۔ جیسا کہ ہرن ملیرا دوست ہے۔ ویسا ہی تو یہی ہلیک اُس سے بہتر۔ پھر ہرن بولا ای سُبْدھ! فی الحقیقت ہم سب آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ کلام مجید میں بھی آیا ہے۔ اُس کا حاصل یہ ہے

”کہ سب مؤمن آپس میں بھائی ہیں۔“ اگر یہ گیدڑ چاہتا ہی کہ ہماری صحبت میں رہے۔ تو اس میں ہمارا کیا نقصان ہی؟ جتنے یار آشنا کسی کے زیادہ ہوں تو گویا اُس کی دولت زیادہ ہوئی۔ یہ سُنکر کوے نے یہ مصرع پڑھا۔

یار جانی کی خوشی گر اس میں ہی تو خوب ہی

اسی گفتگو میں رات کٹ گئی۔ چاند چھب گیا۔ اور سورج بکل آیا تینوں یار کو۔ گیدڑ۔ ھرن۔ اپنی اپنی چرائی کو۔ چرائی کی جگہ جانے۔ ہر روز اسی طرح ہر ایک طرف سے چر جُگت آتے۔ اور ایک جگہ میں آکر سڑ رہتے۔ یوں اوقات بَـسـری کیا کرتے۔ ایک رُز شغال بدبایں (جو ھرن کے گوشت پر دانت لگا رہا تھا) ایک جُگ کا کھیت ترو تازہ (کہ جس میں کسان نے ھرن پکڑنے کے واسطے کل لگائی تھی) دیکھ کر دوڑا آیا۔ ھرن کو ایک طرف لیکے کہا سُن یار! تو سوکھی گھاس کھانا ہی۔ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ مجھے کمال قلع رہتا ہی۔ آج ایک جُو کا ہرا کھیت تمہارے لایق دیکھ آیا ہوں اور خاطر جمع سے بے کھٹکے چرو تو دِل میرا ٹھنڈھا ہو اور آنکھیں روشن

فجر ہوتے ہی دونوں جلے۔ جب کھیت کے نزدیک پہنچے۔ گیدڑ بولا جاو۔ جی بھر کے بھاڑ۔ ھرن ہیٹے کا اندھا۔ کھیت کی ہریاں کو دیکھ بے تامل دوڑا۔ اور بے اندیشہ کھانے لگا۔ اُسی وقت پھنکے میں پھنس گیا۔ گیدڑ بدذات دِل کی خوشی سے لگا ناچنے اور اپنے ہاتھ پاؤں کو لگا دے

دے مارے۔ آھوے جانا کہ میرے گرفتار ھوے کے سبب اپنی جان کھوتا
 ھی۔ یہ نہ جانا کہ صوفی دسترخوان کو دیکھ کر کودتا ھی۔ ھرن بولا ای
 یار! میرے واسطے کیوں اپنے تئیں ہلاک کرتا ھی؟ کیا تمہیں معلوم نہیں
 جو تمہارے دانت فضلِ الہی تلوار کی دھار سے بھی تیز ھئیں؟ اس پہنکے
 کی رسی کو کیوں نہیں کاٹ ڈالتے ھو؟ گیدڑ بولا ای میری آنکھوں کے
 تارے! میں بسر و چشم حاصر ھوں۔ لیکن آج میں نے روزہ رکھا ھی۔ اور یہ
 دام چمڑے کا۔ جو دانت لگاؤں تو روزہ مکروہ ھوگا۔ شب درمیان ھی۔ کل
 صبح کو جو کچھ اپنی نجابت ذاتی کے موافق ھوگا سو آپ کی خدمت سے
 قصور نہ کروں گا۔ رات تو یوں گزری۔ جب فجر ھوئی۔ اُس سُدھ کوے نے
 اپنے یار قدیم ھرن کو نہ دیکھا۔ دل میں اندیشہ کیا۔ کہ آج رات میرا یار
 مکان پر نہیں آیا مجھے سے آثار بھلائی کے نہیں نظر آتے۔ دیکھوں تو کیا
 صورت ھی؟ یہ کہہ کر ہر طرف ڈھونڈھنے لگا *

دیکھتا کیا ھی؟ کہ ایک جگہ دام میں ھرن گرفتار ھی۔ اپنا سر زمین سے
 دبے مارا۔ اور آہ مار کر کہنے لگا۔ کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ یہ گیدڑ
 بدبخت شیر ^{wild} ھی جو کوئی اپنے یار کا کہا نہ کرے۔ یہی خرابی کا دن
 اُس کے آگے آتا ھی۔ اب وہ تیرا یار گیدڑ کہاں ھی؟ کہا میرے گوشت کا
 بھوکھا یہاں کہیں بیٹھا ھوگا۔ بولا خیر جو کچھ ھوئی تھی سو ھوئی۔ اب تئیں
 اپنے تئیں مردہ بنا کر دم سادھ جا۔ جب میں بولوں تب تو اُٹھ بھاگیو۔
 ھرن نے ڑھکی کیا جو کوے نے کہا۔ اُنے میں کھپت والا جب اُس کے پاس

آیا۔ اور دیکھا کہ ایک مَوا ہوا ہرنا موٹا سا دام میں پھنسا ہی بہت افسوس کیا۔ جو میں اسے زندہ پاتا تو کیا خوب ہوتا! ہولے ہولے اُس کے گلے کا بند کاٹ کر اُسے تفاوت کر دیا۔ اور آپ جال اٹھانے کی فکر میں لگا۔ اُس نے چھٹکارا پایا۔ اس میں کوا بولا۔ تو یہ اُٹھ کر بھاگا *

اُس نے دیکھا کہ ہرنا جلا ایک ٹُٹکا اُس کے ہاتھ میں تھا۔ بھاگنے کے پیچھے پھیکا۔ گیدڑ جو وہاں اُس کے لہو کا پیاسا دبکا ہوا بیٹھا تھا اُس کے سر میں جا لگا۔ لگتے ہی یہ تو کھپت میں رہا۔ وہ سلامت نکل گیا۔ بزرگوں نے کہا ہی جو کڑی کسی کے واسطے کوا کھودتا ہی تو وہی گرتا ہی جس سے اوروں کے لیے کھودا کوا

ہی یقین اُس میں وہی جا کے گرا

غرض آہو اور کوا دونوں ایک جگہ ہو کر بہت خوش ہوئے۔ کوا ہرن سے کہنے لگا۔ کہ دشمن کی جال اور مچھر کی ایک جانو۔ اکثر پہلے تو پاؤں پر آبیٹھتا ہی۔ پھر بٹھ پر۔ بس پیچھے کان کے پاس آکر بولتا ہی۔ اگر کھلا بدن پاوے یا کپڑے میں کہیں سوراخ نظر آوے تو وہیں گھس کر لہو پینے کے لیے کاٹتا ہی۔ ایسا ہی دشمن بھی جو سختی نہ کر سکے تو نرمی سے پیش آوے۔ اور پاؤں پر گرے۔ اور کان میں نات ملایم کہے۔ اور دل میں اپنی جگہ کرے۔ جب رخنہ کہیں پاوے۔ تو اپنا کام کر گڈرے *

العرض چوہے نے جب قصہ تمام کیا تو یہ بات کہی۔ ای زاغ! میں جاننا ہوں تو میرے خون کا پیاسا ہوا ہی۔ کوا بولا تمہارے گوشت

کھانے سے مٹری حیاتِ ابدی نہ ہوگی۔ اور دولتِ بے زوال کچھ مٹیرے ہاتھ نہ آویگی۔ اس بات کو تم سچ ہی جانو۔ کہ میں اپنے دل و جان سے تمہاری دوستی کا خواہاں ہوں جیسی کہ چترگریو کے اور تمہارے درمیان محبت تھی کیوں کہ میں نے تم سا یارِ وفادار کہیں نہیں دیکھا۔ پہلے آدمیوں سے دوستی کر ہی بہتر ہے۔ اس واسطے کہ وہ خاصیت دریا کی رکھتے ہیں جیسا کہ وہ عمیق ہے۔ ایسے ہی یہ بھی گنہگار ہیں۔ اگر کوئی آگ دریا میں ڈالے تو وہ ہرگز گرم نہیں ہوتا۔ اور نیک مرد بھی کسی کی بُری بات سے ہرگز خفا نہیں ہوتے۔ میں نے تمہارا احوال خوب دریافت کیا۔ تم نیک بخت ہو۔ تمہاری نیک خصلت پر میں عاشق ہوا ہوں۔ چوہا بولا۔ میں نے تجھے کئی بار کہا۔ کہ میں دوستی تجھ سے کیوں کر کروں؟ مٹری تیری دوستی گویا آگ پانی کی سی ہے۔ ہرچند آگ پانی کو ہانڈی میں لٹکے اپنے سر پر رکھ کر گرم کرتی ہے۔ لیکن وہ اُس کی عداوت سے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ جب دونوں اکٹھے ہوتے۔ تو وہ اُسے بجاہی دیتا ہے۔ اے زاغ! تیرا کیا اعتماد؟ جیسا تو باہر سے کالا ہے ویسا ہی اندر سے۔ میں تیری غذا ہوں۔ تو جہاں مجھے پاؤں کہا جاوے۔ تجھ سے محبت کا لگاؤ کیوں کر ہو سکے؟

کوّا بولا جو تو نے کہا سو میں نے سنا۔ اب میں نے اپنے اوپر لازم کیا ہے کہ تیری ہی رفاقت میں رہوں۔ اگر تیں قبول نہ کریگا تو تیرے دروازے پر اپنے فاتیہ کھینچوں گا کہ مٹری جان کی طوطی اس خاک کے پتھر سے ہرگز

کرگے۔ تو پہلا مانس ہی۔ اگر تیرے ساتھ میری دوستی ہوگی تو کھو تفاوت نہ پڑے گا۔ کیوں کہ مصاحبتِ رِزَالِے کی کٹسی ہی جیسے مٹی کا برتن۔ ذرا سی ٹپس میں ٹوٹ جاوے۔ اور رفاقتِ اشراف کی مُثُلِ ظُربِ مِسی کی ہی۔ کٹسا ہی صدمہ پہنچے تو بھی نہ ٹوٹے۔ اگر کہیں چوٹ کھاوے تو وہیں دُرُست ہو سکے۔ ای چوہے! اکثر چار پائے جانور کچھ کھانے سے اپنے ہوتے ہیں اور نادان کم عقل۔ طمع اور حرص سے دوستی اختیار کرتے ہیں۔ لیکن جہاں کہیں مردِ عاقل اور زبردست ہیں۔ سو وہ بسبب نرم دلی کے ملاقات کرتے ہیں اور مہربان ہوتے ہیں اور تو ایسی خوبی رکھتا ہی کہ میں تمام مُلک میں پھرا پر تجھ سا یارِ وفادار میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ اِس واسطے میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے ربطِ دوستی کا اور رشتِ محبت کا پنداً کروں *

چوہے کا دل ان باتوں سے نہایت ملایم ہوا۔ اور اپنے سوراخ سے باہر آیا۔ ملاقات کر کے کہا ای عزیز! تو نے میری جان کے سونکے درخت میں گویا میٹھا پانی دیا۔ اور میرے دل کو نہایت خوش کیا۔ اب تو میرا یار جانی ہوا۔ آج تجھ سے بعل گیر ہوں۔ دونوں آپس میں ملکر بہت خوش ہوئے۔ چوہے نے مہمانی اُس کی تکلف سے کی۔ جب کھا پی کے فارغ ہوئے تو یہ اپنے دل میں آیا۔ وہ اپنی جگہ پر گیا۔ پھر وہ دونوں یارین کو آپس میں ہر روز ایک جگہ ہوا کرے۔ اور چرنے چگنے کے لیے ہر ایک طرف جایا کرتے۔ پر رات کو ایک مقام میں رہا کرتے۔ اگر کوئی آجہی

لگ بھگ کوہ اور ہرنک چوہ اور مہرک کچھوہ کی داستان ۲۹

چیز کھانے کی پاتا۔ تو چوہ کے واسطے اکثر لاتا۔ اسی طرح اُس مٹیدان میں اوقات بسر کیا کرتے *

بعد ایک مدت کے کوہ کہنے لگا کہ یار! اب تو کچھ کھانے پینے کی چیزیں اس اطراف میں نہیں ملتیں۔ جو ملتی بھی ہیں تو بڑی محنت اور دوڑ سے۔ میں اب یہ چاہتا ہوں۔ کہ یہاں سے دوسری جگہ چلیئے اور وہاں چلکر فراغت سے گُدران کیجیئے۔ ہرنک چوہ نے اُسے جواب دیا کہ سُن یار! بغیر دیکھے سُنے دوسری جگہ کس کر جاویں؟ اِقْصَا دَانَاہ کا یہ ہی۔ کہ پہلے اپنے واسطے مکان تلاش کیجیئے۔ جو خاطر خواہ جگہ ملے تو قدیم مکان کو چھوڑ دیجیئے۔ یہیں تو اسی جگہ میں بھلی بُری طرح سے دِن کاٹیئے *

کوہ بولا کہ ایک مکان میرا دیکھا ہوا ہے۔ اُسی کو میں نے ٹھہرایا ہے۔ چوہ نے کہا وہ کہاں ہے؟ کوہ کہنے لگا کہ دندکارن ایک جنگل ہے۔ اُس میں کاویری ندی اُتر سے دُکھن کو بہتی ہے۔ مہرک کچھوہ میرا قدیم یار وہاں بارہ برس سے رہتا ہے۔ وہاں پہنچ کر جو غذا درکار ہوا کریگی سو اُس سے طلب کیا کریں گے۔ یقین ہے کہ اُس کے وسیلے سے خدا ہم کو روزی پہنچایا کریگا۔ تب جوہا بولا کہ اگر تمہارا ارادہ مُصَمَّم ہے کہ یہاں کی سکونت سے ہاتھ اُٹھاؤ تو میں تنہا یہاں کیوں کر رہوں گا؟ مجھے بھی اپنے

ساتھ لے جاؤ۔ اس واسطے کہ نزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ جس مُلک میں خاوند بینا۔ اقد چرجا علم کا۔ اور عاقل دور اندیش۔ اور حاکم عادل۔ و طیب کامیاب

۳۰ لگت پتنگ کوے اور ھرنک جوھے اور مھرک کچھوے کی داستان

اور دوست جانی نہ ھو وہاں بود و باش اختار نہ کیا چاہیئے۔ چنانچہ اس کے آگے مئیرا بُرا نا یار چترگریو کبوتروں کا بادشاہ چلا گیا۔ اور میں یہاں اکیلا رہ گیا۔ اور تیس پچھے تو مئیرا یار ھوا۔ اب تئیں بھی یہاں سے جایا چاہتا ہی۔ پس ایسے تنہائی کے دین میں کیوں کر کاٹوںگا؟ یار! اگر تو جاتا ہی تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چل۔ زاغ نے جب جوھے سے یہ احوال سنا۔ تب آپس میں متفق ھوکر اُس ندی پر گئے۔ کچھو اُن دونوں کو دُور سے آتے دیکھ کر بہت خوش ھوا۔ آگے بڑھ کر ملاقات کی اور خیر و عافیت پوچھی۔ کوے نے بھی جواب دیا کچھوے نے کہا۔ یہ دوسرا تمہارے ساتھ کون ہی؟ زاغ بولا کہ یہ وہ جوھا ہی۔ کہ جو مئیرے ہزار زبان ھو تاہم اس کی تعریف نہ کر سکوں۔ اور نام اس کا ھرنک ہی۔ پھر سنگ پُشت دو بارہ گرم جوشی سے بعل گیر ھوا *

مثل ہی کہ بڈھا۔ جوان۔ لڑکا۔ کوئی ھو۔ جو اپنے گھر آوے۔ تو اُس کی تعظیم و تکریم کرنی ضرور ہی۔ کیوں کہ مہمان کی نزرگی ہر ایک متنبس کے نزدیک ثابت ہی اور یہ کہاوٹ ہی کہ اگر جھوٹا آدمی بڑے کے گھر آوے تو اُس کی بھی تواضع لازم ہی اور چترگریو کا تمام قصہ بھی کہہ سنایا تب کچھوے نے خوب سی ضیافت کئی اور بعد کھلانے پلانے کے پوچھا کہ حضرت سلامت! تم نے اپنی جگہ کو کیوں چھوڑا اور اُس بڑے جنگل میں کیوں آئے؟ اس کا سبب بیان کججئے۔ جوھا کہنے لگا کہ سُن ای ندی کے راجا! چندر نام ایک پہاڑ ہی۔ اُس کے نیچے ایک بستی بستی ہی۔ اُس کا نام چنپاپور

اکثر جوگی وہاں رہتے تھے۔ انہ میں سے ایک چوراکرن نام جوگی کے گھر میں
میں اپنا بل بنا کر رہتا تھا۔ وہ جوگی ہر روز اُس شہر میں بھیجے مانگت
کر کچا پکا اناج لایا کرتا۔ کھاپی کر جو بچتا تو کڑھری کے اونچے طاق پر
رکھتا اور میں اپنے بل سے سرِ کال کر جھانکتا رہتا۔ جب وہ سوتا تو میں
سوراج سے نھر آتا اور اچھل کر طاق پر جا رہتا۔ اچھی طرح خاطر جمع
سے کھانا اور باقی جو رہتا سو اُسے ضائع کرتا اور کہیں نہ جاتا وہیں اپنی
زندگی سر کیا کرتا *

ایک دن چوراکرن جوگی لٹھی ہاتھ میں لیکر میرے بل کے پاس آیا۔
اُس کے منہ کو کھٹکھٹانے لگا اُس وقت ایک بیناکرن نام دوست دارِ قدیم
اُس کا اُس کے گھر آیا اور یہ اُس ٹھٹھکانے کی فکر میں ایسا لگ رہا تھا کہ
اُس کی طرف متوجہ نہ ہوا تب وہ بولا کہ میں تمہاری ملاقات کے واسطے
آیا ہوں اور اختلاط کیا چاہتا ہوں اور تم میرے ڈرانے کے لئے ہاتھ میں
لکڑی لیٹے بیٹھے ہو تب جوڑو چوراکرن کی یہ صورت دیکھ کر کہنے
لگی کہ آج بیناکرن مدت کے بعد آیا ہے۔ اُس کی تعظیم کر۔ اُس کا احوال
بوجھ اور اپنی حقیقت اُس سے کہہ۔ چوراکرن بولا میری یہ حرکت بُجھا
نہیں۔ اُس بل میں ایک چوہا ہے جو چیز کھانے کی طاق پر رکھتا ہوں
وہاں وہ اچھل کر جاتا ہے جو کھاتا ہے سو کھاتا ہے اور باقی کو رائیگاں
کرتا ہے۔ بیناکرن بولا کہ وہ جگہ ذرا مجھے دکھاؤ۔ کہا دیکھو یہی ہے۔ وہ
طاق اُس پر دیکھ کر کہا کہ یہ اتنا اونچا ہے کہ اس پر بولی بھی نہ مار

۳۲ نقل چندرسٹی بنیا اور کٹلاؤ بنیے کی بیٹی اور منوہر بقال کی

سکے اور چوہے کی تو کیا تاب و طاقت کے اس طاق پر جست کرے۔ یہ ہرگز بے سبب نہیں۔ شاید اس کے نیچے جہاں وہ رہتا ہی کچھ نہ کچھ مال ہوگا۔ یہ قوت بغیر مال کے نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایک بوڑھے بنیے کی جوان جوڑو نے اپنے خصم کے لگا تار کٹی بڑے لیٹے یہ حرکت اس کی حکمت سے خالی نہ تھی۔ چوراکرن نے پوچھا وہ بات کیوں کر ہی؟

نقل چندرسٹی بنیا اور کٹلاؤتی بنیے کی بیٹی اور منوہر بقال کی

بیناکرن کہنے لگا کہ ہندوستان کی کسی سرزمین میں ابکٹ شہر ہی۔ اس میں چندرسٹی ایک نیا نرا دولت مند (کہ برس سا ایک کی عمر اس کی تھی) رہتا تھا اور ایک نوجوان عورت کو بنیے کی بیٹی بھی (کہ نام اس کا کٹلاؤتی تھا) اسی شہر میں رہتی تھی۔ ایسی خوب صورت کے اس کے دیکھنے سے چاند و سورج بیتاب ہوتے اور بالوں کی سیاہی سے اس کے بھڑوا شرمندہ ہوتا اور چشمِ نرگس شہلا اپنی سے خلقت کو فریفتہ کرتی اور جادو فریب کماں ابرو اپنی سے لوگوں کو دیوانہ بناتی اور اپنے دانتوں کی چمک سے بادشاہی جواہرات کو جلا بخشتی *

یہ بقال مال کی مستی سے اُسے اپنے نکاح میں لایا لیکن یہ رہایت ہوڑا تھا اور وہ جوان نوخیز تھی۔ اس واسطے بوڑھے خاوند کی صحبت

بولا چنانچہ چومنا جوان عورت کا بوڑھے کے منہ کو بے عِلت نہیں۔ اسی طرح زُغند چوہے کی بے سبب نہیں *

الْعَرَضُ دُونوں جوگیوں نے اپنی جثیب سے سُنْفِید مَٹّی نِکال کے زمین پر لکیریں نَجوویوں کی طرح کھینچ کر معلوم کیا کہ اس چوہے کے سوراخ میں خواہ مخواہ مال ہی۔ نہیں تو اتنی قُوت چوہے میں کہاں سے آئی؟ جس کے پاس دولت ہی اُسی کو بہت زور ہی

نخشی ہی مرد دولت مند خوب * مَفلسوں کا دِل شِکستہ ہی سدا آدمی کی قدر و قیمت زر سے ہے * مرد جو بے مال ہو کس کام کا جوگیوں نے کُدالی سے اُس بل کو کھُود اور سارا ڈھیر روپیوں کا وہاں سے نکال لیا۔ وہ مال میرے بزرگوں کا اور میرا جمع کیا ہوا تھا انہوں نے وہ سب کا سب اپنے قبضے میں کر لیا میں نے دیکھا کہ جب میری ساری دولت اپنی کر لی تب تو مجھے کچھ تاب و طاقت نہ رہی۔ وہیں مہبوت سا ہو گیا لیکن چند روز میری زندگی کے دن باقی تھے اس واسطے جان عزیز قَالِب سے جُدی نہ ہوئی۔ ای بادشاہ! ایک تو میرا مال گیا دوسرے جوگی طعنے مارنے لگے۔ اس دُکھ اور بُری باتوں سے میرا دل جل جل کے خاک ہو گیا سو اسی واسطے اپنی جائے جگہ چھوڑ۔ اب آپ کے قدموں تلے آ پہنچا ہوں۔ کچھوے نے پوچھا کہو یار! تُم کو کیا بات زبوں کہی تھی؟ کہا اگر یہ مال کسی معتبر پاس ہوتا تو اتنی کفایت اور جُرمی نہ کرتا۔ سر حساب رہتا۔ * یہ چوہا سخت نلدان اور احمق تھا جس نے اپنے زور کو ظاہر کیا *

لگ پتنگ کوے اور ہریک چوہے اور مہرک کچھوے کی داستان ۳۵

مثلاً بزرگ کہہ گئے ہیں جو کسی کو مالِ مفت ہاتھ آوے۔ یا اپنے زور بارو سے کماوے اور وہ اُسے نہ کھاوے۔ نہ کھلاوے۔ نہ کسی کو دے۔ نہ دلاوے تو اُس کے جمع کرنے کی محنت ناحق اُٹھاوے اور مفت کی افیت پاوے اور عالم میں شوم بدبخت کہلاوے۔ بڑی فحش آٹھ اُس کا کوئی نام نہ لئوے۔ بلکہ اُس کے نام پر نت آٹھ لوگ جوتیاں ماریں اور وہاں کی زمین کو سب کے سب بد کہیں۔ ایسی ایسی گتگو سے اور طعنِ تشنیع سے ^{۳۶}مجھ غریب کو ہر روز جلاتے تھے سو یہ بڑی باتیں مجھے برداشت نہ ہوئیں * کچھوا بولا یار! تو اپنے دل کو رنجیدہ مت کر۔ جیسا وہ تجھے کہتے تھے کہ شوم کی موت اور حیاتِ دُوبوں برابر ہیں۔ عقلمندوں نے بھی ایسا ہی کہا ہے

کہانیکے واسطے زر ^{۳۷}ہنگا ای طفلِ خوشتر

رکھنے کو سنگ اور زر ^{۳۸}ہیں دُوبوں ہیں برابر

ای بھائی! خوب ہوا جو تمہارے ہاتھ سے مال جاتا رہا۔ نہیں تو تمہیں کوئی روپوں کے واسطے مار ڈالتا۔ بارے شکرِ خدا کا تم سلامت رہے۔ مال بہتیرا پھر ہو رہیگا۔ جس کے یہاں دولت جمع ہو اور وہ اُس کے موافق خرچ نہ کرے۔ یہی اُس کے سر پیش آوے جو تیرے آگے آیا۔ چوہے نے کہا کیا تو بھی طعن دیتا ہے جوگیوں کی طرح؟ لیکن ^{۳۹}بدنِ مال کے آدمی ناچیز ہے۔ اگر مالدار نا آشنا کسی کے گھر مہمانی میں جاوے تو لوگ اُسکی ^{۴۰}مہاراتِ خود سے زیادہ کریں۔ جو غریب مفلس دوستوں کے یہاں جاوے تو

اُسے خاطر میں نہ لائیں۔ دولت بہت اچھی چیز ہی۔ مرد بے زر ہمیشہ رتھی کا زیر دست ہی۔ جب تک آدمی اپنا ہاتھ خرچ کی طرف سے نہ سمیٹے اور پیسوں کی تھیلی پر مصبوط گاتھ نہ دیوے۔ ہرگز دولت نہیں رہتی۔ ای عزیز! میں نے جو دیکھا کہ میرا مال و اسباب ظلم سے بدبخت جوگیش کے جاتا رہا۔ گھر خالی ہو گیا۔ ہر کسی طرح وہیں گذران کرے لگا *

دنیا میں دولت کے برابر کوئی دوست نہیں بمنزلہ ماں باپ کے ہی۔ بلکہ زیادہ۔ کیوں کہ وہ ہر طرح سے حاجت روا ہی۔ یعنی بدون اُس کے دنیا میں کوئی کام انجام نہیں پاتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اب مجھے یہاں رہنا صلاح نہیں اور یہ بات غیر سے کہنی بھی مناسب نہیں۔ جیسا کہ کہا ہی اگر عقلمند ہو ان تین چیزوں کو حتی المقدور چھاپوے ایک تو اپنے مال کا نقصان۔ دوسرے زبونی اپنی عورت کی۔ تیسرے دل کا دکھ۔ تم جو میرے دوست ہو۔ اس واسطے اپنا احوال کہا جب کودنے کے ثبوت نہ رہی۔ ناچار اپنے قدیم مکان کو چھوڑ دیا اور جنگل میں گنگا کنارے رہنے لگا۔ بارے میں نے خدا کا شکر کیا کہ بالفعل آپ کے دامن دولت کے سائے میں آ پہنچا ہوں سچ ہی جو کہ گئے ہیں کہ دنیا زہر کا درخت ہی جس پر حق تعالیٰ کا رحم ہوتا ہی اُس کو پانچ چیزیں میسر ہوتی ہیں اول ہر روز ترقی علم کی۔ دوسرے بندگی خدا کی۔ تیسرے شہنشاہی دل کی۔ چوتھے سچائی بات کی۔ پانچویں محبت پہلے آدمی کی۔ اسی

سنگِ پُشت! میں بدبخت جوگیوں کے ظلم سے دلگیر نہیں ہوا ہوں جو
جان سلامت رہی اور تم سے مُرتی کی ملاقات ہوئی تو مال کیا بلا ہی
سب شی مہیا ہو سکتی ہی۔ دنیا کی دولت کا کچھ اعتبار نہیں۔ کبھی
آتی ہی کبھی جانی ہی۔ کچھوے نے کہا بھائی جو اپنے مال کی زکوٰۃ
دیوے تو اُس کے خزانے میں کمی نہیں ہوتی اور کوئی اُس میں حرکت
نہیں کر سکتا جیسا کہ بُزرگوں نے کہا ہی جو کوئی پانی کو بد کرے اور اُس کے
یکلنے کی تھوڑی یہی راہ نہ رکھے تو جمع ہو کر باندھ کیسا ہی مضبوط ہو توڑ
کر کے سب پانی نکل جاوے۔ مال کی یہی یہی حالت ہی جو کوئی
محنت سے مال جمع کرے اور اُسے نہ کھاوے اور نہ کسو کو خدا کی راہ
پر دیوے تو اُس کی قسمت میں یہی ہی کہ اُس کا مال اور کوئی کھاوے

آب کھا اوروں کو دے کچھ ہاتھ اپنے سے عزیز

واسطے اوروں کے بھی کچھ رکھ لے ای صاحب تمیز

اي دوست! دولتمند شوم بگلبان مال کا هي۔ نہ مالک اُس کا هي بلکہ فقير اُس سے هزار درجے بهتر هي ۽ جو کچھ تہوڙا بہت اُس کے ہاتھ آوے سو بے تاامل خرچ کرے۔ رات کو بہ فراغت اپنے لڙکے بالوں میں سووے۔ اور کسي طرح کا غم و غصہ دل میں نہ لوے۔ غني اور بخیل کيتيں ہر ايک رات کو مال و جان کا ڌر هي رھتا هي۔ مبادا کوئي روپيوں کي طمع سے جان نہ مار جاوے مگر تُم نے کیا اُس گيدڙ کي حكايت نہيں سني؟ چوہا ٻڌا ڪهو تو يار! اُس کا قصہ ڪيوں کر هي؟

حاکم اور ارتھ لڑبھي گيدڑ کي



نام ائیک شہر هي۔ اُس میں ائیک شخص
 دن سوار ہو کر شکار کے واسطے
 وہاں ائیک ہرن خوب صورت سا نظر آیا۔
 جلد گھوڑے سے اتر کر اُس نے اُسے تیر مارا۔ وہ اُس کے ہاتھ کا تیر کھانے
 ہی تیر تہا کر گرا اُس نے اُس کو اپنے کاندھے پر اٹھایا اور گھوڑے کی طرف
 چلا۔ وہ نہیں ائیک بڑا سا خوک اپنے سامنے آتے دیکھا۔ آہو تو اُس
 نے مارے حرص کے کاندھے سے زمین پر رکھ دیا اور ٹٹ ائیک سامنے سے
 اُس کے کترا کر اور آنکھ اُس کی بچا کر پیچھے اُس کے لگت لیا۔ آخرش
 قابو پاک اُسے بھی تیر سے مارا۔ سوور کے جب تیر لگا تو جھنجھلا کر اپنے
 دانتوں سے اُس کو بھی مار رہا اور آپ بھی وہاں مر رہا۔ غرض پرمان
 شکاری۔ ہرن۔ اور خوک۔ تینوں ائیک ہی جگہ پر مرکوز رہ گئے *

گھڑی دن ائیک کے پیچھے اُسی میدان میں ارتھ لڑبھي نام ائیک گيدڑ
 وہاں آ پہنچا۔ خوشي بہت سی کی اور خدا کا شکر بجالایا اور کہا۔
 ایسی عدلے لطیف مجھے کہی میسر نہیں ہوئی تھی جیسی آج ہوئی۔ اب
 چند روز اچھی طرح فراغت سے کھاؤنگا اور کبابوں کے واسطے اچھا اچھا
 گوشت سکھا کر رکھوںگا۔ خیر وہ حریص یہ خیال اپنے دل میں باندھ
 کے پہلے کمان کے چلے۔ کو لگا جیلے۔ کمان تو چڑھی ہوئی تھی۔ جب زہ

ڪٽ گئي تب ڪمان کا گوشه ائسا زور سے سينے ميں اُس لالچي ڪے لڳا ڪے
 پاني نہ مانگا۔ جب اُس حريص نے وڙه شڪار نہ ڪھايا اور اُسے ذخيره جبر
 رکھا اور ڪمان کي زہ چبائے لڳا۔ ٻيھي اُس کي قسمت کا بدا تها جو اُس
 ڪے آڳے آيا جو ڪوئي زر پئدا ڪرے لزم هي ڪے اُس ميں سے ڪُچھ ڪھارے۔ ڪُچھ
 رڳھے۔ ڪُچھ خدا کي راه ميں ديوے سو تو تونے نہ ڪيا۔ مفت برباد ديا۔
 اب اُس کا افسوس ٻيھي مت ڪر۔ جوھا بڙا بھائي! بات ٻيھي هي جو تو
 ڪھتا هي۔ پھر باڃيے نے ڪھا اي يار! اگر مال ڪے واسطے ڪُڙھيگا۔ تو اُس ڪُڙھن
 سے تصديق اُٿاويگا اور اُسي ڪُونٽ ميں مر جاويگا اور لوڳ ٿيھيے مار ڪر
 ٻيھ ڪھيڻيگے ڪے ڪيا عقلمند تها! جس ے مال ڪے ليئے اڀيے تھي هلاڪ ڪيا
 اگر جان سلامت هي تو مال بھتيرا هو رھيگا *

باخا پھر ڪھنے لڳا۔ اي چوه! جو گيدڙ انا گوشت ڪھاتا تو اُس کي
 نوبت يھاں لڳ نہ پھنچتي۔ حاصل ٻيھ هي جو تونے مال نہ ڪھايا تو غم
 ٻيھ نہ ڪھا۔ ڪيون ڪے ڪھا هي جب ھاتھ پاؤں ڪے ناخون اور دانت اور سر
 ڪے بال اڀي جڳھ سے جُڌے ھوئي تو محض ناچيز ھيں۔ جو زور ڪے واسطے
 غمناڪ رھيگا تو گوشت تيرا ڪل جائيگا اور ھڏياں چونا ٻيھ جاويگي۔ خدا
 کي بندگي ميں انا متوجر رہ ڪے دنيا تيري لونڌي ھوڙھي۔ ڏيکھا نھيں
 جب عورت ڪو پيٽ رھتا هي لڙڪا ھونديگے آڳے خوراڪ اُس کي حق تعاليٰ
 اُس کي ماں کي جھانيون ميں پئدا ڪرتا هي۔ ھمارا ٿمھارا رُوزي کا نھيے
 واري ٻوٽا هي۔ اي يار! ايس مڪان ڪو اپنا گھر جان اور تو مھيے ٻيھي

۴۰ لگ پتنگ کوے اور ھرننگ چوہے اور مہرنگ کچھوے کی داستان

۴۔ جب اتنی فروتنی لگ پتنگ کوے نے سنی تو زبان اپنی کچھوے کی تعریف میں کھولی اور کہا اگر ہانپي نڈي کي دلدل ميں پھنسے تو ہانپي ميوا کوئي اُسے نہيں نکال سکتا هي۔ اُسي طرح اس عالي خاندان چوہے پر جو اب ايسا بُرا وقت پڑا هي۔ تجھ لگ آ پہنچا کہ تم بھي بڑے گھرانے سے ہو۔ بعد اس گفتگو کے چوہے کوے اور کچھوے ميں دوستي دلي ہوئي اور تينوں ايک جگہ ميں رہنے لگے۔ ايک دن ديکھتے کيا هئیں؟ کہ چتر لگھ نام ايک ھرن اُن کي طرف بھاگا چلا آتا هي۔ اُس کو ديکھ کر تينوں يار بھاگے۔ باخا نڈي ميں جا رہا۔ چوہا بل ميں گھس گیا۔ اور کوا درخت پر اُڑ گیا۔ اور چاروں طرف آنکھ اٹھا کے ديکھا جو ھرن کے پيچھے کوئي نہيں آتا۔ خیر جب وہ اُن کي جگہ پہنچا تب کوا بولا۔ کوے کے بولے هي تيسوں يار آگھے هوے۔ اُن ميں سے ناخے نے آھو سے پوچھا تيرے پيچھے تو کوئي نہيں تئيں کس واسطے اتنا ھڑ بڑا کر دوڑا آيا۔ خیر تو هي؟ وہ بولا کہ ميں شکاریوں کے ڈر سے ايسا گھبرا کے بھاگا آيا ہوں اور اب اپنا پہہ ارادہ هي کہ اس باقي عمر کو تمھاري رفاقت ميں کاٹوں۔ کچھوے نے چوہے کي طرف ديکھا چوہے نے کہا۔ اب جو تو ڈر کر يہاں آيا هي۔ خاطر جمع رکھ دل ميں کچھ اندیشہ نہ کر۔ تئيں ہمارا ساتھی ہوا۔ اي يارو! ھرن اور ہم آپس ميں شريک نيک و بد کے هوے۔ یہ بات سن کر وہ بہت خوش ہوا اور درخت کے تلے نزديک ياروں کے بٹيٹھا۔ کچھوے نے اُس سے پوچھا۔ يار! شکاری کزن هي؟ اور اُنھیں۔ تپنے کہاں ديکھا هي؟ یہ بولا

راجا کي بیٺي حاکم مُلڪ کُٺڪ کي اپنے لشکر سمیت کِنارے بھاگ رهي ندي کي آ اُترے هئیں۔ مٿي ۽ یوں سنا هي کي وے کل اِس جھیل مٿي مچھلیوں کا شکار کھیلانگے۔ یہ سنٽے هي باخے کي دل مٿي شکاریوں کا ڈر پيدا هُوا۔ وُه کہنے لگا جو مٿي آج اِس جھیل مٿي رهونگا تُو کل نُہوکه کي آگ مٿي جلونگا۔ یعنہ وے مچھلیاں پکڙ لائڳے مٿي نُہوکها مرونگا۔ بہتر یہ هي مٿي کسو اور تالاب مٿي جاؤں۔ کُوءَ اور آهونے کہا بہت اچھا *
 هرِ نک چوها مُتامل هُوکر بولا کي باخے کُو حُشکي مٿي چلنا مُشکل هي جو تري کي راہ ملے تُو سلامت پهنجے۔ جیسا کي کہا هي پاني کي رهنے والوں کُو پاني کي قوت هي اور آدمیوں کُو پناه کُوت سے هي یارو! جو اِس کُو زمین پر چلنے دوگے۔ چنانچہ بقال اپنے کٺے سے پشیمان هُوا تھا۔ تُم بهي اپنے کٺے کي ندامت کھینچو گے۔ یاروں نے پوچھا وُه قصہ بنیٺے کا کیوں کر تھا؟

نقل تنکیر نام ائک شخص اور نوجوٺنا بقال کي بیٺي کي

چوها بولا۔ شہر قنوج مٿي بیرسٺن نام ائک راجا تھا۔ اُس نے اپنے نام کا ائک ظہر بسایا اور نام اُس کا بیرپور رکھا۔ اُس شہر کي حکومت تنکیر نام ائک اُس کا مُلازم تھا اُسے دي۔ ائک مہینے کي پہچھے وُه شہر دیکھنے کُو نکلا۔ ائک بقال کي بیٺي نوجوٺنا نام اپنے کُوتھے پر کھڑی

تھی۔ اُسے دیکھا وُنہیں اُس کی زلف ناگن نے اُس کو دُسا۔ گھوڑے سے زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا *

لوگوں نے پالکی میں ڈال اُس کے گھر پر لا پہنچایا۔ دائی نے پوچھا ای
فرزند! تجھے کیا ہوا؟ کہا مئیري نظر اٹکٹ نازبین پر پڑی ہی۔ میں نہیں
جانتا وہ پرے تھی یا آدمی۔ اُس کے گلبن کا کاشا مئیري آنکھ میں چُہہ
کیا۔ اُسی درد سے میں بیقرار ہوں۔ دائی نے معلوم کیا کہ یہ لڑکا نوجوہنا
کے حُسن کے تیرے زخمی ہوا ہی۔ وہ اِس فکر میں ہوئی کہ اِس کا اور
اُس کا کسے طرح ملاپ ہو۔ کسے بہانے سے نوجوہنا کے یہاں آکر دیکھتی کیا
ہی؟ کہ اُس کے جمالِ عیّیّی کی ماری ہوئی یہ بھی ایسی لُٹ لُٹ
ہو رہی ہی جو ہلنے کی طاقت نہیں رکھتی *

آہستے آہستے اُس کے کان میں کہا ای نوجو بنا! تیرے واسطے میاں تنکیر
روتا ہی اور مَدھوش پڑا ہی اگر تجھ سے اُس کی دستگیری ایکٹ ہوئے ہے
ہو سکے اور سچیت کرے تو میں تجھے سونے کا ٹکا دوں۔ نوجو بنا بولی۔
ای نادان دانی! یہ سودا اور سوکان سے جاکر خرید کر۔ دانی نے پھر عذر
کیا کہ پھول میری محبت کے آفتاب سے مرجھایا ہی۔ جو تیرے ہی
جہال کا سایہ پڑے تو تر و تازہ ہوں۔ نوجو بنا بولی ای دانی! اس پر
باغ کا نگہبان میاں خاوند ہی۔ یہ اُس کے منہ کے بات سن کر کھنکھاتا رہا۔
کہ پھر دانی تب تکسیر نہ کر کہنے لگا ای دانی! کبھی روئے نہیں کہ! اپنے
محبوب کی عزت پر کہاں؟ دانی نے کیا جواب دیا کہ نام کو مجھد کر آئی ہوں

لیکن چند روز صبر کیا چاہیئے۔ وہ اپنے شوہر سے ڈرتی ہی۔ اُس کا میں
ایک علاج کرتی ہوں۔ جو اُس کا خاوند از خود تمہارے پاس لا پہنچاؤ۔
میں لڑکے! کام حکمت اور عقل سے نکلتا اور زبردستی سے ہرگز نہیں بن
پڑتا ہی کیا تونے قصہ گیدڑوں کا نہیں سنا کہ عقل کی زور سے جیتے ہی
ہاتھی کو کھا گئے؟

تنبہ کر کے کہا وہ قصہ کیوں کر ہی؟

نقل دھول تلک ہاتھی اور آتما نام گیدڑ کی

دائی بڑی یوں کہتے ہیں کہ ڈنڈکارن نام ایک جنگل ہی اُس میں
دھول تلک نام ایک مست ہاتھی تھا۔ گیدڑ اس فکر میں ہوئے کہ
کسی طرح دو تین مہینے تک اس کا گوشت کھاویں۔ اُن میں ایک آتما
نام گیدڑ تھا۔ اُس نے کہا یارو! اس ہاتھی کو میں دانائی کی زنجیر
سے باندھ کر حکمت کے تیروں سے مارونگا۔ یہ کہہ کر جلد چلا۔ جب
ہاتھی کے پاس پہنچا۔ سلام کر کے ادب سے تفریق کھڑا ہوا۔ اُس نے پوچھا
تو کون ہی کہاں سے آیا؟ بولا مجھے سب جانوروں کے اور گیدڑوں کے
راجاؤں نے تمہاری خدمت میں بھیجا ہی اور یہ پیغام دیا ہی کہ ہم
یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں اس جنگل کا بادشاہ کریں۔ اگر قبول ہو تو آپ
اس میں ایک قدم توقف نہ کیجیئے جلد چلیئے۔ دو تین بادشاہ سارے
جانوروں سے مل کر تمہارے منتظر ہیں۔ ہاتھی مارے خوشی کے جلد چلا۔

چلا۔ گیدڑ فریسی جھیل کی راہ سے (جس میں چور بالو تھی) لیچلا۔ وہ تو
 ہلکا تھا دبے پاؤں جھیل کے پار جا کھڑا ہوا اور اُس کو بلالے لگا کر ناک
 کی سیدھ چلے آؤ۔ پانی بہت تھوڑا ہی۔ ہاتھی بوجھل تھا۔ پاؤں رکھتے
 ہی دلدل میں پھنس گیا کہا یار! کیا کیا چاہیئے؟ گیدڑ بولا کہ میری دم
 پکڑ لے تو میں تجھے ندی سے نکال لوں اُس نے کہا ای نادان! تیرے زور
 سے میں کیوں کر بکلونگا۔ تب گیدڑ بولا اگر تم کہو تو میں اپنی فوم کو بلا
 لاؤں جو تمہیں اس دلدل سے کھینچ رکالے *

ہاتھی اُس چہلے میں پھنسنے سے ایسا عاجز ہو کر ہاتھ پاؤں مارتا تھا
 کہ جیسے کوئی دریا میں بہتے ہوئے بہتا تنکا دیکھ کر ہاتھ پڑھاوے کہ شاید
 اسی کے آسرے سے بچ جاؤں پر اُس کو وہ تنکا ناچیز کیا فائدہ کرے۔ مارے
 بد حواسی کے کہنے لگا کہ اچھا تو جا اپنے یاروں کو بلا لا کہ وہ مجھے اس
 مصیبت سے چھڑاویں۔ گیدڑ دوڑا اور اپنی تمام برادری کو بلا لیا اور
 آپ اُس کے سامنے آ کھڑا ہوا اور وہ پہنچنے سے ہاتھی کا گروہٹ ~~کھینچ~~
 لے لے تب ہاتھی نے کہا

باغِ دل میں تونے مئیرے تخمِ الفت بُو دیا
 آخرش تونے کیا وڑھی تیرے دل میں جو تھا
 دل مرا لیکر ہوا افسوس ظالمِ سبکِ دل
 تھا تیرے دل میں یہ کب میں جانتا تھا دل چلا

یہ دلی نے کہا ای۔ تکبر! تیرے دیکھا کہ اپنی عقل کے زور سے گیدڑ نے

ہاتھی کا کام تمام کیا۔ کیا مجھ سے اٲنا بھی نہ ہوگا کہ میں اپنی عقل کی
 رسائی سے تیرا کام بخوبی انجام دوں۔ وہ کون سا کام ہی جو عقل سے نہیں
 ہو سکتا! تنکیر نے کہا ای دائی! میرے دل کی شاہین نوجوٲنا کے مرغِ
 حُسن کے دریے ہی۔ اس سبب سے نہ چہرے پر رنگ ہی نہ دل میں
 قرار۔ آخرش دائی تنکیر کے کان میں کچھ ایسی باتیں کر کے اپنے گھر چلی
 گئی کہ جس سے طالب اپنے مطلب کو پہنچے تب تنکیر نے نوجوٲنا کے
 خاوند کو بلا کر نوکر رکھا اور بہت سا سرفراز کیا اور اچھے اچھے کام
 اُس کو سونپے *

ایٹک دن تنکیر نے اُس سے کہا کہ ای یار! میں نے آج رات کو ایٹک
 خواب دیکھا ہی کہ ایٹک عورت شیر پر سوار ہی اور مجھ سے کہتی ہی کہ
 اگر تو ایٹک مہینے تک ہر روز ایٹک عورت کو اپنے گھر بلواوے اور ناش
 بادل پہناوے اور ہٹکا اپنے گلے میں ڈال کر اُس کے پاؤں پڑے اور رخصت
 کر دیا کرے تو تیری عمر و دولت دن بدن بڑھے گی۔ اور جو عورت تیرے
 پاس سے زری پوش ہو کر جاوے گی اُس کے بیٹا بے شبہ پٲیدا ہووے اور اُس کے
 خاوند کی عمر دراز۔ اگر یہ کام تجھ سے نہ ہو سکے گا تو شوہر نوجوٲنا
 (جو تیرے پاس رہتا ہی) مرجائے گا اور اُس کے بعد تو بھی نہ بچے گا
 کہ تو اب کیا کیا چاہیے؟ اُس بقال نے کہا جو کچھ حکم ہو موافق
 کروں۔ تنکیر نے کہا کہ عورت لانا تمہارا کام ہی اور ناش باد
 میرا نہیں *

جب رات ہوئی۔ بقال نے ایک رنڈی اُس کے یہاں لا پہنچائی۔ اُسے وہ اپنی خلوت میں لگ گیا۔ تب بنیاں چھپ کر دیکھنے لگا کہ دیکھوں تو اس عورت پر وہ ہاتھ ڈالنا ہی کہ نہیں۔ دیکھا کہ اُس نے ایک جوڑا زری کا پہنا کر پٹکا اپنے گلے میں ڈال۔ اُس کے پاؤں پڑ رُخصت کیا۔ بقال نے یہ سب احوال دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ تنکیر بڑا بیوقوف ہی جو اتنا لباس زریفت کا مُفت اُسے دیا۔ جب بقال اور وہ عورت دونوں باہر آئے۔ اُس نے عورت کو کہا کہ آدھے کپڑے اس میں سے مجھے دے۔ وہ بڑی مجھے تو تنکیر نے دیئے ہیں مجھے کیوں دوں۔ غرض وہ دونوں آپس میں یہاں تک جھگڑے کہ کپڑے عورت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئی اور آدھی ڈاڑھی بقال کی اُس عورت نے کھسوت لی۔ تنکیر کو جو یہ خبر پہنچی تو بہت سا ہنسنا اور جانا کہ آج کل مطلب میرا حاصل ہوگا۔

بقال نے اپنی جوڑو سے سب احوال مُفصل رات کا کہا۔ اُس نے جواب دیا کہ تو کسو اوجھی کم ظرف کو لگ گیا ہوگا اگر کسی معبر کو لہجلا تو ایسا فصاحت نہ ہوتا۔ دوسری رات ایک عہدہ رنڈی کو لگ گیا۔ تنکیر نے

سا ہی سلوک اُس کے ساتھ بھی کیا جیسا پہلی کے ساتھ کیا تھا۔

اسی طرح دیکھ کر اپنے دل میں حسرت کرنے لگا۔ تیسرے دن اپنی

کہا ای نوجوُنبا! اتنی دولت بٹاؤ جاتی ہی۔ مگر ایک

وہ ہاتھ چلے تو سب دولت تیرے ہاتھ آئے وہ بولی کہ میں

نام کے گھر بھی کر جائی۔ بقال جو اپنی عورت پر نہایت

لگ پتنگ کورے اور ہرننگ چوہے اور مسہرٹ کچھوے کی داستان ۱۴۷

ہوا اور کہنے لگا کہ تنکیر پہنچنے ہی لباس زرے کا دینا ہی اور پاؤں بڑکے رخصت کرتا ہی۔ نوجو بنانے کہا۔ جو عورت اپنے خاوند کے حکم میں نہ ہو۔ قیامت کے دن اُس کو عذاب میں گرفتار کرینگے۔ میں تیری رہنمائی چاہتی ہوں۔ جو کچھ کہیگا بہ سرو چشم قبول کروگی۔ بقال نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا رحمت خدا کی تیرے ماں باپ پر *

جب آفتاب سبّاح آسمان کے میدان کو طے کر کے مغرب کے گوشے میں پہنچا تھمبنا پہر رات گئی ہوگی جو بنیاں کم عقل بہ دستور سابق اپنی جو رو کو بھی دولت کی طمع سے تنکیر کے پاس لے گیا۔ وہ اُسے دیکھتے ہی باغ باغ ہو کر اپنے خلوت خانے میں لایا اور کہنے لگا ای نوجو بن! تیرے کافر عشق کے لشکر نے میرے ملکِ دل کو خراب کیا تھا۔ تیرے آنے سے بارے آباد ہوا۔ بنیاں (جو وہاں چھپے ہوئے تھیں) اس بات کے سنتے ہی شرمندہ ہو اپنا سر بیٹے گھر کی راہ لی *

ای یارو! اگر کچھوا خشکی کی راہ چلیگا تو جیسا بقال اپنے کیئے سے پشیمان ہوا تھا۔ یہ بھی ہوگا۔ کچھوے کا دل ہرن کے خبر دینے سے شکاریوں کے ترکے مارے تہ گھبرا ہی رہا تھا چوہے کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ ہرن اور کورے کی صلح سے معاً تالاب کو چھوڑ چل نکلا۔ کورے چوہے اور ہرن کو بھی اس کے ساتھ جانا ضرور پڑا کچھوے کے پیچھے لگ چلے بہ ہزار خرابی مکڑیوں پر گئے ہونگے۔ چاہا کہ کسی درخت کی جھاڑ میں ٹھہریں۔ یکایک چھوٹے کیا ہیں کہ ایک مریڈ شکاری تیر کمان لیٹے چلا آتا ہی۔ ہرن

یار نے اپنی اپنی راہ پکڑی۔ کوّا تو درخت پر جا بیٹھا اور چوہا کسی بل میں گھس گیا اور ھرن جنگل کی طرف بھاگ گیا *

کچھو تری کا جانور تھا خُشکی میں بھاگ نہ سکا وہیں رہ گیا تب شکاری نے اُسے پکڑ کر چاروں ہاتھ پاؤں باندھ کمان کے گڑھے میں لپکا اپنے گھر کی راہ لی جب تینوں یاروں نے دیکھا کہ کچھو پکڑا گیا۔ وہ رونے لگے۔ چوہا بولا ای بھائیو! میں تم سے نہ کہتا تھا کہ کچھو اگر خُشکی سے جائیگا تو نہایت رنج اٹھائیگا۔ اب یہ تمہاری آہ و زاری کچھ کام نہیں کرتی۔ اب ایسی تدبیر کرو جس سے کچھوے کی مُخلصی ھوے۔ کوے اور ھرن نے کہا ای ھرنک! بغیر تیری عقل و تدبیر کے اس کا چھٹکارا معلوم۔ چوہا بولا ای ھرن! یہاں سے آگو چل کر جہاں کہیں پانی کا ڈبرا نظر آوے تو لنگڑا کر کھڑا رہنا جب وہ تیر انداز نزدیک آوے تو آہستے آہستے لنگڑاتا ھوا بھاگیو۔ ھرن نے ڑھی کیا جب وہ مرد کچھوے سمیت پانی کے کنارے پہنچا۔ دیکھا کہ ھرن لنگڑاتا جاتا ہی۔ کچھوے کا وزن بھاری تھا اُس کو زمین پر رکھ دیا اور ھرن کے پیچھے چلا جب قریب ایک تیر کے فاصلے پر گیا۔ چوہے نے پیچھے سے کچھوے کی پھانسی کاٹ کر ھرن کو پکارا اور کہا ای ھرن! کچھو صبح سلامت پانی میں آ پہنچا تو بھی جنگل کو بھاگ نہا۔ وہ یہ بات سنتے ہی بھاگا۔ جس وقت وہ تیر انداز ھرن کے پیچھے سے پھر آیا دیکھتا کیا ہی کہ کچھو نہیں۔ پشیمان ھو کر بولا کہ بُزرگ یوں کہ گئے ھیں چوہے کو آدھی کو چھوڑ ساری کو دھاوے وہ آدھی بھی

دوسرا باب۔ داستان بھاگبھرتا بننے اور سنجوگ اور نندوگ بیل کی ۴۹

ہاتھ نہ آوے اگر میں ہرن کے پیچھے نہ جاتا تو کچھوا میرے ہاتھ سے نہ بھاگتا۔ شکاری اسوس کرتا چلا گیا تب اُنہ چاروں یاروں نے ایکٹھے ہو کر خوشی کی اور کہا یہ مکان ہم کو سزاوار ہی اسی جگہ ہم رہیں گے۔ چوہا کو ہرن کچھوا چاروں اسی جگہ گھر بنا کر رہنے لگے *

جب برہمن نے بات مترانہ کی تمام کی راجا کے بیٹوں کو کمال خوشی ہوئی اور کہنے لگے کہ محبت و دوستی کرے ایسا فائدہ رکھتی ہی مہاراج! اس قصے کے سننے سے ہم کو نصیحت و فائدہ ہوا *

دوسرا باب

پھر دوستوں کی جدائی کا احوال بشن سرما پنڈت راجا کے بیٹوں سے کہنے لگا کہ ایک باگھ اور بیل سے آپس میں دوستی تھی۔ گیدڑوں نے اپنی دانائی اور عقل کے زور سے اُن کے پیچ میں جدائی ڈال دی۔ راجا کے لڑکوں نے کہا کیوں کر؟

داستان بھاگبھرتا بننے اور سنجوگ اور نندوگ بیل کی

پنڈت بولا کہ چندرپور نام ایک شہر تھا۔ اُس میں ایک مالدار بنیاں بھاگبھرتا نام رہتا تھا ~~کسی~~ ^{بڑے} دولت مند کو دیکھتا تو اپنے تئیں فقیر جان کر دل میں یہ بات ٹھہراتا کہ تجارت کو جایا چاہیئے تاکہ مال زیادہ ہووے جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہی کہ مجھول آدمی کے ہاتھ دولت نہیں لگتی اور دنیا ایسی جگہ ہی کہ اگر مال کمینے اور کم ذات کے پلس

ہوئے تو سب لوگ اُس کی تعظیم کرتے تھے۔ یہ سوچ کر دو بیل خرید لیا ایک کا نام سنجوگ اور دوسرے کا سندوک رکھا۔ موتی لعل ہیرا پتا اور کچھ زری باف خُرچیوں میں بھر بیلوں پر لاد کر کشمیر کی راہ لی۔ تھمبیا بیس اکیس منزل گیا ہوگا کہ سنجوگ کا ایک گڑھے میں پاؤں پڑے تھے ایسی ضرب آئی کہ چلنے سے باز رہا تب بنیاں متفکر ہو کر کہے لگا کہ یہ عبت کا دیوان بن ہی جو کوئی مال کے جمع کرنے کے واسطے کہیں جاوے۔ کیوں کہ جو کچھ خدا نے قسمت میں لکھا ہی جہاں رہے مل رہتا ہی پھر یہ فکر کرنے لگا کہ اس اسباب کو کس طرح لیجاوے۔ اسی تردد میں دو تین روز اسی جنگل میں رہا *

اتفاقاً ایک قافلہ سوداگروں کا مال بھیج کر بیلوں کو خالی لیٹے ہوئے وہاں آ نکلا۔ بنیاں اُنہ تاجروں کو دیکھ کر اُن کے پاؤں پڑنے لگا اور اپنا احوال کہنے۔ سوداگروں نے اُس کی بے کسی پر رحم کھا کر ایک بیل حوالے کیا۔ اُس نے اُس لنگڑے بیل کو وہیں چھوڑا اور جو بیل قافلے سے لیا تھا اُس پر خُرچی لاد کر اپنی منزل مقصود کی راہ لی اور سنجوگ دو تین مہینے تک نہ آکے ناتھ نہ پہنچے پگھا ایسی گھاس اُس جنگل کی کہ کسی جانور نے آنکھوں نہ دیکھی ہوگی۔ چرچک کر سندا بن گیا *

حکایت سنجوگ اور پنگل نام شیر کی

ایک روز نعلی کا کتا بھٹکا تھا کہ ایک شیر (جو اُس

جنگل کی بادشاہت کرتا تھا) پانی پینے کے لیے آیکا بیل اُس شیر کو دیکھ کر مارے مستی کے کھڑو کرے اور سینگوں سے زمین کھودنے لگا اور جیسا نادل گرجتا ہی۔ ویسا ہی ڈکارے شیر نے جو اُسے اِس طرح دیکھا تو اُس کے ڈر کے مارے بھاگ کر اپنی آکل میں جا گھسا اور جی میں کہنے لگا کہ آج خدا بے مٹیری جان بچائی۔ کئی برس سے میں اِس جنگل کی بادشاہت کرتا ہوں لیکن ایسی بلا اور ایسا مہیب جانور میں نے آج لگ نہیں دیکھا *

حکایت دو گیدڑ دوتک و کرتک کی

اسی فکر میں تھا کہ دو گیدڑ دوتک و کرتک نام (جو شیر کے وزیر تھے اور اُس نے اُن کی کچھ تفصیر پاکر نکلوا دیا تھا) اُس پاس اُس کے لگے رہتے تھے شیر کے پانی نہ پینے کے کیفیت اور اُس کی سراسیمگی کو معلوم کر کے آپس میں کہے لگے کہ آج کیا ہی کہ شیر نے پانی نہ پیا پیاسا ہی جلد چلا آیا اور نہایت غمگیں ہو رہا ہے چل کر مجھ کی بجائے اور سب پریشانی کا پوچھیے کہ آپ متفکر کیوں ہیں اِس میں وہ خوش ہوگا غالب ہی کہ سرفراز بھی کریگا کرتک نے کہا کہ بھائی! اُس نے ایک مدت ہوئی کہ ہم کو اپنی خدمت سے معزول کیا ہی۔ ہمیں کیا غرض جو اُس کے پاس جاویں۔ وہ جانے اُس کا کام جس رُو سے کہ ہم اُس سے جدا ہوئے ہیں خدا کے فضل سے خوش روزی پہنچاتا ہی۔ اُس کا شکر بجالانے ہیں ستر یار!

جو خوب دیکھا تو بندگی خالق ہی کی خوب ہی اور کی اطاعت کرنی اچھی نہیں۔ اس واسطے بادشاہ کی نؤکری کرنے کو ہمارا جی نہیں چاہتا اور جو شخص کسو کی حاجت روا نہ کر سکے تو اُس کی چاکری کری حِماقت ہی۔ کیوں کہ خسرو دل ہمارا جسم کے مُلک میں آپ بادشاہت کرتا ہو اُس کو کیا ضرور ہی کہ غیر کا فرمانبردار ہو اگر کسی نوع کی کچھ احتیاج رکھتا ہو تو مُضایقہ نہیں۔ ای یار! نؤکری میں کچھ اختیار اپنا باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ جاڑا گرمی برسات ہو کہ پیاس زمین پر سونا جنگل جنگل پہرنا یہ سب اپنے پر اُٹھانا ضرور پڑتا ہی اگر ایسی مِحنّت خدا کی بندگی میں کوئی کرے تو فرشتے نے بھی توفیق لکھا اور دوسرے کی تاعذاری میں جیسا مرنے سے بدتر ہی کیوں کہ جب کوئی کسی کانؤکر ہو اور وہ کہے کہ تو فلاں مکان کو جا۔ گو کہ ہر ایک منزل اُس کی دُشوار پُر خطر ہو اور وہاں جاتے ہی مارا جاوے تو یہی خواہ مخواہ جانا ہی پڑے *

دوتک نے کہا ای بھائی! جب لگے کہ کوئی کسی کی خدمت نہیں کرتا تب لگے ترے مرتبے کو نہیں پہنچتا اور ہاتھی گھوڑے دولت دُنیا نہیں پاتا۔ صاحبِ جاہ و حشم نہیں ہوتا ہم نے ایک مُدت تک اُس کا نمک کھایا ہی۔ ضرور ہی کہ ہم اُس کے پاس جاویں اور اُس کا احوال پوچھیں۔ کرتک نے کہا کہ میں یہ صلاح نہیں دیتا کہ تو شہر کے پاس سے بُلانے جاوے اور اُس کے پاس پوچھو کچھ بات کہیں کی اب اُس کام

کا عہدہ (کہ جس پر ہم تھے) اوروں کے ہاتھ میں ہی جو کوئی ہاتھ ڈالے
تو اُس کی وہ حالت ہو جیسی بندر کی ہوئی *
دوتکت بولا کہ اُس کا قصہ کیوں کر ہی؟

نقل ایک بڑھی اور بندر کی

کرتک نے کہا۔ یوں کہتے ہیں کہ کسی ولایت میں مدَن دھرم نام ایک
جنگل ہی۔ اُس میں ایک بڑھی لٹھا آ رہے سے چیرتا تھا جب آرا اٹکنے لگتا تو
دور کی پتھر اکھیڑ کر نزدیک لا لگاتا۔ بڑھی کی یہ حرکات کسی درخت پر
بیٹھا ہوا بندر دیکھتا تھا جو اُنے میں اُس بڑھی کو پیاس لگی پانی پینے کو
کسی تالاب پر گیا۔ بندر درخت سے اتر کے اُس لکڑی پر آ بیٹھا اور جس طرح
بڑھی کو پتھر اکھیڑتے دیکھا تھا یہ بھی اکھیڑنے لگا جو نہیں پتھر اکھیڑی ورنہیں
اُس کے قوطے لٹھے کی درز میں پھنس کر پس گئے اور فی الفور وہ مر گیا
کیوں کہ ”بندر کا کام نجاری نہیں“۔ مثل مشہور ہے کہ ”جس کا کام اُسی
کو چاہے اور کرے تو ٹھینگا باجے“ جو غیر کے کام میں دخیل ہوگا تو
ایسا ہی بُرا بن اُس کے آگے آوے گا پھر کہا کہ ای یار! ان دنوں میں شہر کے
پاس بہت سے مَصاحب ہیں۔ تیرے جانے سے وہ کب خوش ہوئے
بلکہ تیری فکر میں رہینگے *

دوتکت نے کہا بھائی! شہر ہمارا قدیم خاوند تھا اور ہم اُس کے خد متگاہی
میں تھے پس ہم کو اور تم کو لازم ہے کہ اُس کے پاس ایسے وقت میں

جاوئیں اور جو کچھ ہم سے ہو سکے اُس میں قصور نہ کریں۔ تب کرتک بولا ای یار! جو کوئی اپنا کام چھوڑ کر دوسرے کے کام میں دخیل ہو تو ویسا ہی انعام وہ پاوے جیسا شام بھگت گدھے نے اپنے خاوند سے پایا۔
دوتک بولا وہ کیوں کر ہی؟

کرتک نے کہا *

نعل شام بھگت گدھے اور کنجو دھوئی کی

یوں سنا ہی کہ گنگا کے کنارے بنارس نامے کوئی شہر ہی۔ وہاں ایک نوجوان دھوئی کنجو نام بڑا دولت مند رہتا تھا۔ ایک شب وہ اپنی جورو کے ساتھ غافل سوتا تھا کہ اُس کے گھر میں چور آئے۔ شام بھگت گدھا آگن میں بندھا تھا اور اُس کی نعل میں کنسیت نام کتا بیٹھا ہوا تھا۔ گدھے نے کہا ای کتے! گھر میں خاوند کے چور آئے ہیں تو ذرا بھونکتو جو گھر کا مالک جاگے۔ کتا بولا ای گدھے! میرے کام میں دخل مت کر۔ تو کیا جاے۔ اس دھوئی کے گھر میں میری قدر کچھ نہیں جب لگت کہ اس کا نقصان نہ ہوگا تب لگت میری قدر نہ جائیگا۔ گدھے نے کہا ای کتے! جو کوئی اپنے صاحب کے بندگی میں قصور کرے تو وہ مطعونِ خلافت ہوگا ہی۔ کتا بولا او گدھے! اگر تو میرے عہدے میں ہاتھ ڈالے گا تو تجھ پر

”میرا سر پڑے گا“ *

اس نے اُس کی بات نہ مانی اور جلدی سے اپنے ہاتھ پاؤں کے چھاند

باندھ توڑ تاز جہاں دھڑپي اپنی جوڑو کے ساتھ سوتا تھا۔ وہاں جاکر رہنے لگا۔ وہ جو کچھ نیند سے چوٹکا تو مارے عَصے کے ایک سوتا لپکرا سے خوف سا پیٹ ڈالا۔ جو کتے کی بات نہ مانی تو اُس کے صبر میں گرفتار ہوا۔ دوتک بولا اي کرتک! سچ هي جو کوئی دوسرے کے کام میں دخل کرے تو اُس کی یہی سرا هي لیکن نو جانتا هي کہ جب ہم شیر کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے۔ جو کچھ اُس کا جھوٹا پاتے تھے کھاتے تھے اور تروں کے پاس رہنے سے کئی کام نکلتے تھے۔ پہلے دوستوں کا بہلا ہوتا هي پھر دشمنوں کا بُرا اور جو اُس کے ساتھ رھتے تھے اُن کی پرورش بخوبی تمام ہوتی هي *

کرتک نے کہا کہ اي دوتک! برسوں سے یہ شیر ہم سے آزدہ هي اور اُس نے اپنے درِ دولت سے نکال دیا هي۔ مجھے تجھے کچھ اُس سے اب عِلافہ نہیں اگر بے بلائے اُس کے تو جاویگا اور بے پوچھے کچھ کہیگا تو وہ کب تیری سُنیگا۔ مثل مشہور هي۔ ”اترا شخص مردک نام“۔ اُس نے کہا کہ تو نہیں جانتا۔ خاوند کبھی خفا ہوتے تھے اور کبھی مہربانی کرتے تھے۔ اس بات کو اپنے جي میں لاکر اس کو تنہا مت چھوڑ *

سُتو بھائی! نیکی حاصل کرنی بے رنج و مَحَسّت ممکن نہیں جیسا کہ ایک بھاری پتھر نیچے سے اونچے پر لیجانا اور بدی ایسی هي کہ اُسی پتھر کو بچے گرا دینا اگرچہ شیر ہم سے آزدہ هي لیکن اب وہ حادثے میں گرفتار هي اگر اس وقت ہم نہ جاویں تو اُس کو کوئی بُرا نہ کہیگا بلکہ ہم

کو لڑکے حرام خور کہیں گے۔ تھوڑے کے واسطے بدنامی اُٹھانا خوب نہیں اگر تو کہے تو شیر کے پاس جاؤں *

کرتک بولا۔ میں نے تیری بات مانی لیکن بادشاہ کے حضور میں جا کر پہلے کیا کہیں گے؟ دوتک نے کہا یہ تمہیں معلوم ہی کہ وہ کسی سے ڈرا ہی اس لیے غمگین ہو کر بیٹھا ہی جو احوال ہو سو اس سے پوچھ لیجیئے اور خلش اس کے دل سے مٹا دیجیئے۔ کرتک نے کہا۔ یہ اس پر کیونکر کھلے کہ تو اس پر مطلع ہوا ہی اور تونے کیوں کر جانا کہ اس کے جی میں دہشت پٹی ہوئی ہے؟ دوتک نے جواب دیا کہ ڈرا ہوا قرینے سے پہچانا جانا ہی اور وہ عاقل نہیں ہی جو پوچھ کر معلوم کرے تب کرتک نے کہا۔ بھلا آدمی اسے کہتے ہیں جو نیکی کرے لیکن منہ پر نہ لائے اور خاوند کو خوش رکھے اگرچہ وہ کتنا ہی منہ لگائے پر اپنی حد سے قدم آگے نہ بڑھائے اور اپنے تئیں نت نیا نکر جانتا رہے اور اس کے حکم کو ماننا رہے *

پھر دوتک نے کہا کہ مجھے مناسب نہیں جو میں گیدڑوں میں بیٹھ رہوں بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اپنی خدمت کی قوت سے شیر کو اپنا کروں۔ کہتے ہیں خاوند کی مرضی کے تابع رہنا اور اپنی قدر کے موافق بات کرنا ہر ایک سے نہیں ہو سکتا اور سب ہنروں سے میں واقف ہوں۔ کرتک نے کہا بھائی! خدمت کرنی بہت مشکل ہے۔ جیسی چاہیئے ویسی کسو سے ادا نہیں ہو سکتی *

دوتک بولا کہ نوکر پہلے اتنا دریافت کرے کہ جب خاوند کے سامنے جاوے۔ وہ اُسے دیکھ کر خوش ہو کے کُچھ بات کرے اور بیٹھنے کی پروا کی دے تب معلوم کرے کہ مجھ پر مہربان ہوا اگر اُس کے دیکھنے سے وہ تیئری چڑھا کر منہ پھراوے تو برعکس سمجھے اور یقین جاوے کہ اُس کے دل میں میری طرف سے کُچھ کدورت ہے۔ اُس وقت خاوند سے کُچھ نہ بولے اور تلجاوے *

کرتک نے کہا اگر بادشاہ مجھ کو کُنا ہی سرفراز کرے۔ چاہیئے کہ بے پوچھے اور بے محل دم نہ مارے۔ دوتک نے کہا تو اپنے دل میں کُچھ فکر مت کر کہ میں اپنے نقدِ سخن کو بے جا خرچ نہ کرونگا مگر دو جگہ۔ ایک تو جس وقت دشمن ایسی گہات میں ہو کہ آج کل میں دعا سے کام کو اپتر کرے اور دوسرے ایسے کام میں کہ جس سے نقصان خاوند کا ہوتا ہو اور تو اُسے دیکھنا کہ میں بغیر خیر خواہی کے ایک بات بھی بادشاہ سے ہرگز نہ کہوں گا۔ خدا چاہے تو تھوڑے دنوں میں میں اپنے ذہن کی رسائی سے وزیرِ کپلٹونگا۔ اب مجھ پر مہربانی کیجئے اور خوشی سے رخصت رہے۔ پھر ایسا قابو نہ پاؤنگا ہاتھ ملکر رہاؤنگا *

کرتک بولا کہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ تو جائے بغیر نہ رہیگا۔ اب میں نے تجھے بے خوشی رخصت کیا اور خداے کریم کو سونپا تب دوتک یہاں سے رخصت ہو کر بادشاہ کے پاس گیا اور آداب بجالایا۔ شاہ نے اُس پر پُرسہ سی مہربانی و شفقت کر کے بیٹھنے کا حکم کیا اور کہا ای دوتک!

ہم نے بہت دین پیچھے تَجھ کو دیکھا۔ اِنے دنوں تو ہمارے پاس کیوں نہ آیا؟ بولا۔ اپنی کم نصیبی سے۔ لیکن اب میرے طالعوں نے جو پہر یاری کی تو میں حضور میں حاضر ہوا اور جہاں پناہ کی خدمت میں مشرف حضرت نے فرمایا۔ خیر آئندہ ایسا نہ ہو تب وہ مؤتب ہو کر کہنے لگا کہ علام کا کیا مقدور کہ خداوند کی خدمت سے ایک دم غیر حاضر رہے * شیر نے کہا ای دو تک! تو تو ہمارا قدیم رفیق ہی سچ کہہ۔ اِنے دنوں نہ آئے کا تیرے کیا سبب! اُس نے عرض کی

میں ہوں کس لائق جو تیری دوستی کا دم بہروں
 ہاں مگر آدا تیرے کوچے کے میں کتوں میں ہوں
 علام اِس واسطے حاضر نہ ہوا کہ مجھ بغیر جہاں پناہ کا کام کسی نوع سے بند نہیں۔ شیر نے کہا ای داداں! مرد کو چاہیئے کہ اپنے قدیم خاوند کی نمک حلائی میں قصور نہ کرے اور کبھی کبھی اُس کی یہاں حاضر ہوا کرے اور جس کو خدا بے ہاتھ پاؤں اور دانائی بینائی اور ہوش گوش دیا ہی وہ کیوں کر کسی کے کام نہ آوے۔ سُنتا ہی اِنے دنوں جو تو ہم سے جدا رہا تو اِس میں سراسر تیرا ہی نقصان ہوا۔ اب جو تو ہمارے حضورِ اعلیٰ میں حاضر ہوا ہی تھوڑے دنوں میں اِنی دولت تیرے ہاتھ لگیگی کہ مستغنی ہو جائیگا *

بادشاہ کو جو اُس نے اپنے اوپر پہنچایا دیکھا تو غریب کی خداوند! اگرچہ بگلا درخت کے پورے پورے ہی انداز پر ہے۔ لیکن وہ اوپر کے بیتھے

سے انفصل نہیں ہو سکتا۔ جہاں پناہ نے جو اوروں کو وزارت کا عہدہ سپرن
کیا ہی کیا وہ مجھ سے فہم و فراست میں زیادہ ہیں۔ بادشاہ کو چاہئے
کہ بینا اور نیٹ نظر ہو ہمیشہ ہنرمندوں کی جست و جو میں رہے کیونکہ
عقلمند بہت کم یاب ہیں اور نادانوں کی بے کُنیا میں۔ خداوند! اگرچہ
حضور میں ہرن پاڑھے چکارے بہت سے جمع ہیں لیکن بے وقوفوں سے
بھلائی کی کیا توقع۔ یہ اسی کام کے ہیں کہ سر پر سینگ لیئے پھریں اور
ایسے کام جو دشمن نہ کرے سو کریں۔

دشمن جاں ہڑوے اگر ہوشیار

اُس سے ہی بہتر جو ہو نادان یار

جہاں پناہ! یہ جو اور امرا حضور میں حاضر ہیں مجھے نہ نظرِ حقارت
دیکھینگے اور جنابِ عالی کی خدمت میں عرض کرینگے کہ اس بیوقوف
کم اصل گیدڑ کو سردار نہ کیا چاہیئے اور جو کوئی اُنہ امراں میں سے
لاؤں گا اُس پر مہربانی کر کے سرفراز کیجیئے جو ہر وقت خدمت میں
حاضر رہے *

یہ کہہ کر کہنے لگا پیر مرشد! خاوندوں کو یہ لازم نہیں ہے جو ہر ایک
کو منہ لگائیں اور ہر کُدام کی بات سنیں بلکہ یوں چاہیئے جو جس
لاؤں گا اُس کی اتنی ہی قدر کریں اور ہمیشہ احوال پُرساں رہیں۔ اگر
خاوند عقلمند اور قابلِ رفیق کو ذلیل کر کے احمق کو عزیز رکھے اور کسی
مُشکل حکم کو واسطے اُس کو حکم کرے تو ایسا ہی جیسے کوئی

سر کی پگڑی پاؤں پر لپیٹے اور پاؤں کی جوتی سر چڑھاوے۔ لوگ جوتی اور پگڑی پر نہیں ہنستے بلکہ اسی پر تھپتھپے مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص دیوانہ ہوا ہے *

پس بادشاہ کو چاہیئے کہ عاقل اور ہنرمندوں کو دوست اور معزز رکھے تا کہ اچھے اچھے لوگ اُس کے یہاں جمع ہوں اور جو بادشاہ اپنے یہاں سے اہل علم و ہنر کو خارج کرے تو یقین ہی کہ بادشاہت اُس کی قائم نہ رہے۔ کیوں کہ داناؤں کو نکال دینے سے اُس کے ملک میں فتنہ و فساد برپا ہوتا ہے اور رعیت و پر جا خود بہ خود بھاگ جاتے ہیں۔ ملک اُچار ہو جانا ہے۔ سلطنت اُس کے قبضے میں نہیں رہتی ہے۔ یہ یاد رکھو کہ ملک کی آبادی عدل و انصاف سے ہے۔ اگر انصاف نہ ہو تو ملک ویران ہو جاوے۔ اور جب تک وزیر دانش مند اور بادشاہ نیک نیت نہ ہو تب تک ملک میں خلل ہی پیدا ہوتا ہے *

ای خداوند! اگر اچھی بات دانائی سے لڑکا کہے تو اُس کو بھی پلے باندھیئے اور بوڑھا جو بُری بات نادانی سے کہے ہرگز اُس پر کان نہ دھریئے جس میں عقل اور علم اور محمل ہو۔ کیا چھوٹا کیا بڑا کیا بوڑھا کیا بالا۔ وہی سب سے بہتر ہے۔ پنگل نے کہا ای دو تک! اگرچہ تو کئی مہینے دشمنوں کے ڈر سے میرے پاس نہ آیا کچھ مضائقہ نہیں تو بڑا نمک حلال ہے۔ اُس لیٹے میں نے تجھے اپنا وزیر کیا۔ دو تک نے عرض کی آپ کے اقبال سے ڈر تو کسویں نہ تھا۔ مگر زیادہ پائی کے سیب سے حاضر نہ ہو سکا *

شیر بولا کیا گھوڑا چاہتا ہے؟ اُس نے التماس کیا کہ خداوند! اسی اندیشے سے آپ نے مجھ کو حضور سے دور کیا تھا۔ اُس نے مسکرا کر کہا یہ چالاکي تو نے کس سے سیکھی۔ پھر بولا اب تیرے افلاس کے دن گئے اور فراغت کے آئے۔ سچ ہی کہ تجھ سا عقلمند میرے نوکروں میں کوئی نہیں۔ اب میں تجھ پر بہرمان ہوں جو تیرا مطلب ہو سو بلا وسواس حضور میں ظاہر کر۔ وہ بولا کہ علام کی عرض یہ ہے جو آپ اُس روز ندی پر پانی پینے گئے تھے۔ بے پیئے پھر آئے۔ اُس کا کیا سبب؟ اُس نے کہا تو بڑا دانا اور نہایت عقلمند ہے اس میں ایک بات تنہائی کے کہنے گی ہی کیونکہ اگر اُسے ہمارے صاحب سُنیں تو بھاگ جاوےں۔ یہ کہہ کر اُسے خلوت میں لے جا کر کہنے لگا کہ اس جنگل میں ایک ایسا جانور آکر رہا ہے۔ جس کی مہیب آواز نے میرے دل کو اس قدر بے چین کیا ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا ہوں۔ اسی اندیشے سے میں اپنا گھر چھوڑا چاہتا ہوں بلکہ تو نے بھی اُس کی آواز سنی ہوگی۔ اُس نے کہا خداوند! مجھے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ شاید کہیں آسمان ٹوٹا یا بادل گر جا *

پھر شیر بولا کہ تو اس میں کیا صلح دیتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ صلح وقت نہیں کہ یکایک اپنا تھر چھوڑ دیجئے یا لڑ بیٹھیئے اگرچہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ پر اب ذرا دیکھو تو تمہارے اُن نوکروں سے کیسی خدمت ہوتی ہے۔ نوکر اور جوڑو اور رفیق اُس کو کہتے ہیں۔ جو وقت پڑے پر کام آویں اور وہ اُسی سے پہچانے جانے لگیں۔ وہ بولا جو تو کہتا

ہی دُرست۔ اب کچھ ایسی تدبیر کیا چاہیئے کہ اُس کی آواز سے میرے دل میں جو دھڑکا پہنچا ہی سو یکل جاوے۔ اُس نے کہا جہاں پناہ! جب تکت کے میری جان میں جان ہی۔ مطلق کسی نوع کا خطرا اپنے دل میں نہ لائیے اور اگر حکم ہو تو کرتک جو میرا بھائی ہی اُس کو بھی حضور میں حاضر کروں کہ آنا اُس کا بہتر ہی کیوں کہ وہ بڑا عاقل و زور آور ہی۔ ایسے وقت میں ویسے بڑکر کا بلانا مناسب ہی۔ شیر نے کہا بہت اچھا۔ اسی وقت اگھر جانور اُس کے اشارے سے کرتک کے بلالے کو دُورے اور بادشاہ کی خدمت میں اُس کو لا حاضر کیا *

بادشاہ نے اُس وقت دو تکت کو خلعت وزارت کا دیکر بہت سی مہربانی اور شفقت اُن دونوں کے حال پر فرمائی تب کرتک نے دو تکت سے کہا امی بھائی! یہ انعام اور خلعت جب حلال ہو کہ ہم بھی تکت حلالی کریں۔ پھر دونوں بادشاہ کے حضور میں آداب بجالائے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اب کیا کہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی اگر جی کی امان پاپیں اور حکم ہو تو ہم دونوں جُست و جو سے اُس کا احوال دریافت کریں کہ وہ ایسا کون ہی کہ جس نے خداوند کی سلطنت میں دخل کیا۔ یہ بات سُنکر شاہ نے اُن کو رخصت دی

جب وہ کھڑج کو یکلے تو راہ میں کرتک نے کہا بھائی! جس سے شیر ڈرا ہی اور تو بھی اُس کی ہڈیت کا مقبرہ ہی اُس سے جواب و سوال اور برابری کیونکر کریگا؟ جو چیز کے ممکن نہ ہو۔ اُس کا قبول کرنا خیال

، فاسد ہی۔ دو تک نے کہا ای نادان! بادشاہ کے روبرو جو دانا نہیں تو وہ دور اندیشی سے رائی کو پرت کر دکھلانے میں اور اپنی ڈاڑھی کی حرمت رکھتے ہیں کرتک نے کہا کہ جو شاہوں کی نگاہِ لطف سے بہال ہوتے ہیں سو اُس کی چشمِ غضب سے خرابی بھی دیکھتے ہیں چاہیئے یوں کہ جتنا کوئی کر سکے اتنا ہی قبول کرے۔ دو تک بولا کہ وہ ایسا ایک جانور ہی کہ گیدڑ کو بھی نہیں مار سکتا۔ تب وہ کہنے لگا کہ بہلا کتنے روز بادشاہ اسی فکر میں تھا۔ تو نے پہلے ہی کیوں نہ کہا دو تک بولا کہ بھائی! اگر اِس کو دہشت نہ ہوتی اور میں پہلے ہی کہہ دیتا تو مجھے وزیر کیوں کرتا اور تجھے کیوں بلاتا۔ حق تعالیٰ نے یہ حیوان اِس جنگل میں ہمارے نصیبوں سے بھینجا ہی اور بعضے بزرگوں کی یہ خُوہی کہ پست کے وقت خواہاں ہوتے ہیں اور نہیں تو بات بھی نہیں پوچھتے۔ اپنے ہی حال میں خوش رہتے ہیں۔ چنانچہ آدمی کو جب مجھ پر کاٹتے ہیں تب وہ دھواں کرتا ہی تا کہ وہ اُس کی کڑواہٹ سے جاتے رہیں۔ اِس بات کو یقین جانو کہ بے غرض کوئی کسی کو نہیں پوچھتا *

آخر وہ دونوں بھائی سنجوگ کی طرف گئے۔ کرتک ایک درخت کے نیچے بیٹھا اور سر اٹھا کر موجھوں کو ناؤ دینے لگا اور دو تک سنجوگ کے پاس جا کر کہنے لگا کہ ای نیل! تجھ میں کیا تاب و طاقت اور تیری کیا وساطت اور مجال۔ اگر اپنی خیریت چاہتا ہی تو میرے ساتھ کرتک کے پاس چلے کہ وہ بادشاہ کا خاص ملازم ہی اور نہیں تو تجھے مار ڈالینگے

اِس ڈر سے وہ اِس کے ساتھ ہو لیا اور کرتک کے نزدیک جاکر سلام کیا۔ وہ تئوری چڑھا کر کہنے لگا۔ ای نادان! تو کون ہی جو اتنی دلیری کی؟ کہ بدوَن حکم بادشاہ کے (کہ جس کا میں وزیر ہوں) اِس جنگل میں آیا۔ ابھی حکم کروں تو تیرے کھال کھینچي جاوے۔ سنجوگ ڈرا اور تھر تھرا کر کہنے لگا کہ مجھ سے بڑی خطا ہوئی۔ جو تم سے ہو سکے تو میری تقصیر مُعاف کرواؤ۔ کرتک نے کن انکھیوں سے دوتک کی طرف اشارہ کیا کہ اِس کو میرے پاؤں پر ڈال دے۔ دوتک نے سنجوگ کا کان پکڑ کر کرتک کے پاؤں پر ڈالا۔ اُس نے کہا کہ اگر اپنی بھائی چاہتا ہی تو میرے ساتھ بادشاہ کے حضور چل * بیل نے کہا اگر مجھ کو حضور میں لے چلتا ہی تو میری جان بخشی کروا۔ تب کرتک نے نہایت مہربانی سے اُس کے پیٹھ ٹھونک کر کہا کہ تو اپنے دل میں کُچھ خطرا نہ کر کیونکہ کبھی ہی سخت ہوا چلے پر کسی گھاس کو نہیں گراتی۔ مگر بڑے درختوں کو۔ اِس واسطے کہ گھاس نے جو اپنے تین پائمال خلائق کا کیا ہی اسی عاجزی و انکساری کی پرکٹ سے صحیح و سلامت رہی ہی اور درخت اپنے تین بڑا جانتے ہیں اسی سبب جڑ سے اکھڑ پڑتے ہیں۔ سُن ای بیل! بادشاہوں کا بھی وہی سَخَواس ہی۔ تو بھی جو اِس غریبی سے میرے ساتھ بادشاہ کے روبرو جاوِیگا تو نہایت سرفراز ہوگا *

جب بادشاہ کی ڈیوڑھی کے نزدیک پہنچے تب اُس کو دروازے پر کھڑا کر کے وہ دونوں بھائی بادشاہ کے حضور گئے اور آداب بادشاہی بجا

لائے۔ شاہ نے پوچھا کہ جس کام کے واسطے تُم گئے تھے کُچھ اُسے دریافت کیا کہ نہیں؟ دوتک نے عرض کی کہ خُداوند! جیسا آپ نے فرمایا تھا اُس سے زیادہ دیکھنے میں آیا۔ لیکن اُس کو ہم ایک تقریب اور فریب کی ڈوری سے باندھ لائے ہیں اور وہ قَدَم بوسی کی آرزو میں دروازے پر کھڑا ہی۔ شاعرِ نہایت خوش ہو کر بھول بیٹھا اور کہا لے آؤ۔ دونوں گیدڑ گئے اور ناتھ پکڑ کر اُسے حُضور میں لے آئے اور مُجرا کروایا۔ بادشاہ نے اُس کو مہربانی کا خلعت دیا اور اُس کے رہنے کے واسطے ایک جگہ مقرر کروا دی۔ وہ اُس میں رہنے لگا اور دوتک و کرتک کو روپی اشرافیوں کے توڑے کے توڑے بخشے اور خدمت خزانچی گری کی کرتک کو دی اور دونوں کو پاس بٹھلا کر پوچھا کہ کہو اِس کو کیونکر لائے؟ دوتک نے عرض کی خُداوند! میں نے اِس کی ناک میں عقل کی بشتِریے سوراخ کیا اور نرم باتوں کی رسی سے ناتھ کر حُضور میں پہنچایا اور میں ہمیشہ جہاں پناہ کا کام جان و دل سے اِس واسطے کرتا ہوں کہ خُداوند روز بروز میرے حال پر مہربانی زیادہ فرمائیں اور اگر کوئی دُشمن میری طرف سے پیر مُرشد کے دل میں بدی ڈالے تو اعلیٰ کے غلام کے طرف سے خاطرِ مبارک میں گردِ کدورت کی نہ بیٹھے اور شفقت میں تفاوت نہ آوے۔ جیسا کہ راج گنپور اور بنیلے کی دوستی میں ایک بڑھیا عورت نے ادنا حرکت سے جدائی ڈلوائی

شہر نے پوچھا۔ اُس کا قصہ کیونکر تھا؟

نقل کرپا گُئور اور دھنپت چوڑباز کی

دوتکت نے کہا میں نے یوں سنا ہے کہ دھولاگر ایک پہاڑ ہے۔ اُس کے بیچے ایک ندی بہتی ہے۔ پانی اُس کا صاف سُفید کانور سے زیادہ خوشبو ہے۔ اُس کے کنارے پر ایک بوندی نام شہر بستا ہے اُس شہر میں ایک راجا تھا کہ اُس کے باورچی خاے میں ہر روز سو من نمک خرچ ہوتا تھا۔ اُس سے اور جنس کا انداز کیا چاہیے کہ کتنی کچھ خرچ ہوتی ہوگی۔ اُس کے ایک لڑکا تھا۔ نام اُس کا کرپا گُئور۔ یہایت شفقت سے اُس کو کہی اپنے پاس سے جدا نہ کرتا جو حرکت اُس سے ہوتی اُس کے نزدیک خوش آید تھی اور اُس کا دل کسی بات سے آزدہ نہ کرتا *۔

ایک دن اُس لڑکے نے اپنے خدمتکاروں سے پوچھا کہ کوئی اچھا چوڑباز اِس شہر میں ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ دھنپت نام ایک بٹے کا بیٹا خوب کھیلتا ہے اگر حُکم ہو تو اُس کو لاویں۔ کہا جلد لاؤ تب لوگوں نے بقال کی ڈیوڑھی پر جا کر دستک دی۔ وہ گھر میں سے نکلا اور گُئور کے لوگوں کو اپنے دروازے پر دیکھ کر ڈرا اور پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ تم ہرگز اپنے دل میں جتنا نہ کرو۔ راج گُئور نے تم کو چوس کر کھیلنے کو بلایا ہے۔ دھنپت جڑاؤ چوسر سونے روپے کی نردوں سمیت اور کچھ جواہر بیش قیمت اپنے ساتھ لیکر اُس کے پاس حاضر ہوا اور اُس کی خوبصورتی دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سلام کر کے اُس جواہر

میں سے کچھ اُس کو بدر گُدرانا۔ اُس نے اُس کی نذر قبول کر کے چوسر بچھوا کھیلنا شروع کیا۔ بڑی دیر تک کھیلایا کیئے پر برابر سراہ رہی تھی *

جب وہ رخصت ہو کر جاے لگا تب گُتورے ایک اشرفی اُس کو بطریق اِعام دُتکر کہا کہ تو ہر روز ہمارے یہاں آیا کر۔ وہ ہمیشہ آتا اور چوسر کھیل کرتا اور ایک اشرفی ہر روز اِسی صورت سے لے جاتا اِسی طرح بہت سے دِن گُذرے۔ اُنہ دُونوں میں یہاں تک اِخلاص ہوا کہ گُتور بھی اُس کے گھر جانے لگا۔ چنانچہ وہ دُونوں آتے پہر ایک ساتھ ہی رہے لگے اور وہ اِسا کھیل میں غرق ہوا کہ کھانے پینے کی سُرَت بھلا دی۔ بلکہ خمر گبری مُلک و لشکر کی اور دیکھنا بھالنا ہاتھی گھوڑے مال خزانے کا ایک قلم دِل سے اُٹھا دیا جب یہ اِطوار اپنے لڑکے کے راجا نے دیکھے تب اُس نے عمگین ہو کر دیوان سے یہ بات کہی کہ یہ لڑکا مُلک کو درباد دیگا۔ کوئی اِسا شخص اِس شہر میں ہی کہ اِس میں اور اُس لڑکے میں جُدائی ڈال دے؟ دیوان نے تدبیر تو بہت سی کی کہ اُنہ دُونوں کی دوستی میں خلل پڑے پر کچھ پیش رست نہ گئی *

بعد دو تین برس کے ایک عورت مکارہ نے راجا کو آکر سلام کیا اور کہا کہ اگر مہاراج کہیں تو میں اُنہ دُونوں میں بات کہتے دُشمنی ڈال دوں۔ یہ سُنکر وہ بہت خُوش ہوا اور کہنے لگا! یہ کام مُشکل ہی سچ کہو کہ کتنے عرصے میں کتنی محنت اور کس قدر روپی خرچ کرنے سے ہو سکے گا! بڑی مہاراج! جو کوئی دوستی اور نیکی کیا چاہے تو وہ بہایت محنت و

مشقت سے حاصل ہوتی ہی لیکن دوستوں میں دشمنی اور بدی ڈالنی بہت سہج ہے۔ پھر اُس نے کہا کہ تو یہ کام تو کئی دن میں کر لگی؟ وہ بولی کہ ایک پل میں۔ یہ بات سُکر دل میں مُتَعَجِب ہوا اور ایک ^{۱۷} ^{۸۸} دیکر بدا کیا۔ یہ یہاں سے وہاں گئی جہاں وہ دونوں بیٹھے تھے اور سامنے اُن کے کھڑی ہو کر بیٹھے کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا اور ہاتھ سے بلایا۔ وہ گُور کا مُنہ دیکھے لگا۔ اُس نے کہا جاؤ دیکھو تو کیا کہتی ہی وہ اُس کے پاس آیا گئی اُس کے کان کے پاس اپنا مُنہ لگا جھوٹے موٹے کھسکے پھر کر رستا پکڑا۔ وہ بیچارہ گُور کے نزدیک پہر آ بیٹھا۔ اُس نے پوچھا کہو بڑھیا تمہارے کان میں کیا کہ گئی؟ بقال مجھے نے قسم کھا کے کہا کُچھ نہیں *

اسی رد بدل میں دو چار گھڑی کا عرصہ گُذرا۔ گُور نے کہا کیا بُرا وقت ہے جو کُئی کسی کے حق میں بھلائی کرے تو گُویا اپنے واسطے بُرائی۔ وہ عورت میرے روبرو تجھ سے کُچھ کہ گئی اور تو مکرنا ہی۔ یہ کہہ کر اُس نے تیوری چڑھائی اور اُس سے علیحدہ ہو کر ابے لوگوں سے کہا کہ اُس بڑھیا کو پکڑ لاؤ جو کُچھ کہ گئی ہی اسی سے معلوم ہوگا۔ اُنہ میں وہ گئی پھر اُسی کے پاس آ بیٹھی تو کر چاکر جو اُس کے دُورے تو اُس مکارہ کو اُس کے پاس سے پکڑ لینگے گُور نے پوچھا بڑھیا! سچ کہہ تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں اُسی کے باپ کی قدیم نوکر ہوں۔ اُس نے مجھے بھلیجا تھا کہ نو دھنپت کو جا کے آہستہ سے پوچھ کہ گُور کو تو نے کھلایا کہ نہیں؟ اُس نے

کتنی سے پوچھا وہ کیا چیز ہی؟ وہ بولی کہ میں نہیں جانتی وہ شیرینی یا کچھ اور کھانے کی چیز ہوگی *

یہ سنکر اُسے تو رخصت کیا آپ من میں سوچنے لگا کہ اگر اُس کے باپ نے کچھ اچھی چیز میسرے کھلائے کے واسطے کہی ہوتی تو دھنپت مجھ سے ہرگز نہ چھپاتا اور اتنی قسمیں نہ کھاتا۔ اب اس قرینے سے مجھے خوب معلوم ہوا کہ سواے زھر کے اور کوئی چیز کھلائے کو نہ کہی ہوگی۔ یہ گمان اپنے دل میں لاکر عرصے ہو اپنے نفروں سے کہا کہ بقال بچے کو میدان میں لےجا کر جلد گردن مارو تا کہ ایسے بُرے کا پھر کبھی میں مُنہ نہ دیکھوں تب اُنہوں نے اُس عریب کو وہاں لےجا کر ناحق ذبح کیا *
 جہاں پناہ! ایسی ایسی باتوں سے مجھے کمال خطرہ ہی کہ مبادا کوئی میرا بدخواہ کچھ جھوٹے موٹے ٹہمت لگاوے تو میرا بھی حال اُسی کا سا ہووے۔ پیر مرشد! دانا وہ شخص ہی کہ دشمن کے کہنے سے اپنے دوست کی بُرائی نہ چاہے اور بدخواہ کو پہچانے اور اُس کے کہنے پر ہرگز عمل نہ کرے۔ شیرے ہنسر کہا *

خدا نے لکھا جس کا جو سن و سال

ڈسے سانپ اُس میں نہ کھارے پیر

نہ پانی کا خطرہ نہ آتش کا خوف

پیرے گوجتا بن میں جوں شیر نر

ای دوتک! تو اپنے دل میں ہرگز کسی چیز کا اندیشہ نہ کر۔ اپنے کام

سے ہر وقت ہوشیار خمدار رہ۔ غرض جب دوتک اور کرکٹ نے بادشاہ کے یہاں سے خلعت سرفرازی اور جان کی امان پائی رخصت ہو کر خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اپنے گھر کو آئے۔ اسی طرح ایک مدت تک دونوں بھائی وزارت اور خزانچی گری کرتے رہے اور بادشاہ کی مہربانی اُنہ پر روز بروز زیادہ ہوتی رہی۔ سنجوگت رفت رفت اپنے درجے سے یہاں تک گرا کہ خدمتگاروں میں رہنے لگا۔ نہ بادشاہ اُس کو بلوے نہ یہ حضور میں مجرمے کو جانے پاورے۔ اس لیے نہایت معمول رہا کرے *

ایک دن پندکرن بادشاہ کے بھائی نے جاہا کے میں شکار کو جاؤں۔ اِنفاناً اُس روز سنجوگت کہی نزدیک کھڑا تھا۔ یہ بات سنتے ہی رو برو بادشاہ کے عرض کی کہ اتنا شکار کل آیا تھا کیا وہ سب خرچ ہو چکا؟ بادشاہ نے فرمایا کہ اس کو دوتک اور کرکٹ جانے۔ اُسے پھر اِنفاناً کیا کہ حضرت! اُس کو دریافت کیجئے کہ اُس میں سے کچھ باقی ہی کہ ہیں۔ تب بادشاہ مسکرا کر کہنے لگا کہ کل پر کیا موقوف ہی ہم ہر روز شکار لاتے ہیں جو ہمارے دن رات کے ناشتے اور کھانے سے بچتا ہی۔ دوتک کرکٹ لیجاتے ہیں۔ کچھ آپ کھاتے ہیں کچھ فقیروں کو کھاتے ہیں *

وہ بولا کہ خداوند! یہ بات خیر خواہی اور عقل سے بعید ہی کہ بدون حکم آپ کے لیجاویں اور بادشاہی خزانے میں کچھ پس انداز نہ کریں۔ پیر مرشد! نوکر اتیسا چاہیئے کہ خاصیت کوٹھی کی رکھے۔ وہ ایک ظریف ہی کچی مٹی سے بنائے ہیں اکثر اناج رکھنے کے لیے اُس میں ایک ہی

بار بہت سا عدّ اوپر سے بھر کے بند کر دیتے ہیں اور تھوڑا تھوڑا موکھے کی راہ سے موافق احتیاج کے نکال نکال خرچ کرتے ہیں اور نوکر ایسا نہ چاہیئے کہ جو کوئی اُسے اپنے گھر کا مختار کرے یا کُچھ اسباب بہ طور امانت کے سونپے۔ وہ اُسے غفلت سے برباد دیوے یا کھوکھنڈا بیٹھے یا سب کا سب کھا جاوے *

خداوند! خزانے کو بادشاہ اپنی جان کے برابر سمجھتے ہیں کیونکہ اگر خزانہ رہے تو لشکر بھی جمع ہو سکتا ہے جو پٹیاں نہ ہو تو فوج نہ رہے اور فوج نہ ہو تو ملک ہاتھ سے نکل جاوے اور یہ سخت عیب ہے کہ بادشاہ خزانے کی خسر نہ لے۔ کس واسطے کہ چار چیزیں خزانے کے حق میں زیوں^۱ ہیں۔ ایک تو تھوڑی آمد بہت خرچ۔ دوسرے غافل رہنا۔ تیسرے آپ سے جدا رکھنا۔ چوتھے لوٹ کا مال خزانے میں داخل کرنا *

یہ بات سُکر پٹکرن نے بادشاہ سے کہا کہ دونٹ اور کرتک کو اپنے اپنے گھر کا بالفعل یہاں تک مختار کیا ہے کہ تمام خزانہ اور لشکر اُن کے قابو میں ہے جو اسی طرح سے اُن کے ہاتھ میں رکھو گے تو یقین ہے ایک دن وہ سر اٹھاویں گے اور مخالف بنیں گے *

اُس سے بہتر یہی ہے کہ خزانہ اُن کے ہاتھ سے نکال لیجیئے اور سنجوٹ کے حوالے کیجیئے۔ صرف کام وزارت کا اُنہ دوڑوں کے ذمے رہے جیسا کہا ہے کہ تین شخص کو خزانے کا مختار نہ کیجیئے۔ ایک تو اپنے کو۔ دوسرے مجاہد کو۔ تیسرے جو وقت پر اپنے کام آیا ہو۔ کیوں کہ اگر اپنے کو

سوئینگے تو اپنایت جان کر کھا جاوے گا اور کہے گا کہ میرا کیا کریگے اور مجھ سے کیا لینگے اگر اُس کو ستاویں تو تمام خلقت اپنے ہی تئیں بُرا کہے گی اور لوگ ہنسینگے کہ واہ اپنوں سے خوب سلوک کیا۔ اگر سپاہی کے حوالے ہو تو وہ اپنی تروار کے زور سے سب چٹ کر جاوے۔ ایک کاپی کوڑی بھی بھس لگانے کو نہ دے اگر مانگو تو لڑے کو موجود ہو۔ تیسرے وہ جو وقت پر کام آیا ہو جو اُسے دیجیئے تو وہ بھی ہضم کر بیٹھے اس بات پر کہ جس کا مال ہی وہ میرا احسانمند ہی اگر اُس سے لیا چاہیں تو ہر ایک سے کہے کہ میں نے اس سے فلاںی جگہ یہ سلوک کیا اور وہ مجھ سے یہ بے مروتی کرتا ہے *

ای بادشاہ! سوائے انہ تین شخصوں کے خزانچی گری یا اور کام (کہ جس سے آقا کو فائدہ ہو) کسی کو سپرد کرے اور اُس کو بھی خوب سا دریافت کرے اور دیکھے کہ بادشاہی خزانے میں سے خرچ کرتا ہی یا نہیں اگر اپنے خرچ میں لاتا ہی تو اُس کو بھی کام نہ دیجیئے اگر کام دیا ہی تو اُسے معزول کیجیئے تاکہ اوروں کو عبرت ہو *

بادشاہ نے کہا کہ بھائی! جو تم کہتے ہو سو سچ ہی۔ میں بھی جانتا ہوں دوتک و کرتک نے کچھ ہاتھ پاؤں پھیلائے ہیں اور کبھی کبھی عدول حکمی کرتے ہیں۔ پتہ کرنا بولا کہ بزرگوں نے کہا ہی کہ وزیر عقلمند اور مددتر چاہیئے کہ اسباب و اجناس ہر طرح کی مہیا رکھے تو وہ وزارت کے قابل ہی۔ یہ بات میں آپ کی خیر خواہی سے مصلحتاً کہتا ہوں اور دانا کو

ایکٹ اشارہ بس ہی۔ چنانچہ میں نے آگے بھی عرض کی تھی خزانہ سنجوگٹ کے حوالے کیا چاہیئے۔ کس واسطے کہ وہ گیدڑ گوشت کے کھانے والے ہئیں اور یہ بڈل گھاس چرنے والا ہی *

بادشاہ نے یہ بات قبول کی اور اُسے خلعت بخش دی گئی کا دیا اور خزانہ بھی حوالے کیا۔ جب دوتکٹ اور کرتکٹ نے اُس مجلس کا رنگ اور بادشاہ کی اعتراضی کی گفتگو دوچار دین کے پیچھے کسی طرح معلوم کی تب آپس میں کہنے لگے کہ دیکھو۔ ہم نے اُس بڈل کو بادشاہ سے ملا دیا اور وہ ہمارے ہی اکھاڑنے کے درپے ہوا اگر اُسے ہم بادشاہ کے پاس یوں نہ لگجائے تو اُس کی نظروں سے کیوں گرتے اور یہ آفت ہم پر کیوں آتی۔ ہمارا کیا ہمارے ہی آگے آیا اور اس بات کو اب کسی سے کہہ بھی نہیں سکتے۔ کیا کیجیئے جی ہی میں مسوس مسوس کر رہیئے

مثل مشہور ہی۔ چور کی ماں کوٹھی میں سر ڈال کر روئے۔ یہ روداد گندھرب کنیت اور نندو نائی اور سادگنوار کے قصے کی ہی کہ اپنے کیئے سے ذلیل و خوار ہوئے۔ ویسا ہی ہم بھی نادم و پریشان ہونگے۔ کرتکٹ نے کہا کہ وہ قصہ کیوں کر ہی؟

نقل گندھرب کنیت اور نندو نائی اور سادگنوار کی

دوتکٹ بڑا یوں سنا ہی کہ کنجن پور نام ایک شہر ہی۔ اُس میں راجہ بیڑ پکوماجیت رہتا تھا۔ اُس کے نائب نے اپنے لوگوں کو ایک روز حکم

کیا کہ نندو حجام کو مہتل میں لٹجاؤ۔ گندھرب سادگنوار اور حجام کے قصے سے واقف تھا۔ اس واسطے اُن کے پیچھے تماشا دیکھنے کو ہو لیا *

جب وہ لوگ قتل گاہ میں پہنچے اُس حجام کی گردن مارنے لگے تب گندھرب نے اُس کا ہاتھ پکڑا پیچھے کر لیا اور کہنے لگا کہ یہ حجام واجب القتل نہیں ہے۔ کیوں کہ احوال اُس کا اور قصہ سادگنوار کا دونوں ایک ساں ہیں اور میں اُس سے خوب واقف ہوں نائب کے آدمیوں نے پوچھا کہ وہ کیوں کر اور تو کون ہے اور کیا جانتا ہے؟ گندھرب نے کہا کہ میں بنارس کے راجا کا بیٹا ہوں جو سنگلدیپ کا حاکم تھا

ایک دن میں اپنے باغ کے بارہ دری میں بیٹھا تھا کہ اُنکے میں ایک سوداگر بچہ کشتی سے اتر کر میرے پاس آیا میں نے اُس سے پوچھا کہ ”کچھ حقیقت دریا کے سفر کی بیان کر۔“ اُس نے کہا کہ میں نے جہاز پر ایک عجب تماشا دیکھا ہے اگر میں تجھے بے کہوں۔ ”خدا جانے تو باور کرے۔“ یا نہ کرے۔“ میں نے کہا کہ ”تو کہ۔“ میں یقین کرونگا“ سوداگر بچہ کہنے لگا کہ دریا میں پانی کے اوپر ایک صندل کا درخت ہے اور اُس درخت کے نیچے ایک جزاؤ پلنگ ^{general} بچھا تھا اور اُس پر ایک عورت خوب صورت بیٹھی تھی کہ یکت بیکت میرے کان میں آواز آتی کہ اُس کا نام رتن منجری ہے۔ ^{منجری} کو دیکھ کر جو ہنسی تو مڑتی ہے دانشور کی جھلک سے تمام سزا ^{منجری} ہو گیا اس سے زیادہ اُس کی تعریف کیا کیجیے۔ جس دن

سے کہ مئري آنکھ اُس سے لگی هي۔ اُس دن سے ائیک پل آنکھ بهی لگتی اور وُهي صورت مئري آنکھوں میں آتھ پھر بڑی پرتي هي اور دل میں ایسی گڑی هي کہ مئیرے هوش و حواس بالکل جانے رهے هیں اگرچه فقیر هُو گیا هوں پر اُس کي یاد میں خوش رهتا هوں اور کبھی اُس کو نہیں بهولتا بلکہ جس طرح دیکھا هي وُهي نظر آتی هي۔ جب میں ے سؤداگر بجے کي زباني یہ احوال اور تعریف اُس کے دانتهں کي سنی تب ائیک حالت سکتے کي سي هُو گئی۔ پھر بعد ائیک پھر کے مجھ کو هوش هُوا۔ اُسي گھڑی اُس کے دیکھنے کے اشتیاق میں جہاز پر سوار هُوا۔ جس جگہ سؤداگر بجے نے اُس کا پتا دیا تھا میں اُدھر هي گیا *

بعد چند روز کے وهاں جا پہنچا اور جتي خوبیاں میں نے اُس کي سنی تھیں اُس سے زیادہ دیکھیں اور یہ چاہا کہ اُس کو میں اپنے گلے سے لگالوں۔ ورنہیں رتن منجری چار پاڻي سمیت پاڻي میں جاني رهي میں بهي اُس کے پیچھے کود پڑا۔ کیا دیکھتا هوں کہ ائیک شهر نہایت آباد هي۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کا نام کیا هي؟ انھوں نے کہا کہ اس کو گنگ بین کہتے هیں *

یہ سُکر میں کچھ آگے بڑھا تو کیا دیکھتا هوں کہ ائیک سونے کا محل سنہ جزائو جگمگا رها هي اور اُس کے اوپر رتن منجری بناؤ کیئے هئے بیٹھی هي۔ میں اُس کو دیکھتے هي خدا کي درگاہ میں سجدہ کر کے خوش هُوا اور دل میں کہا کہ اللہ نے مجھ کو جنت جي بهشت میں داخل کیا اور میں

اور مجھے گدھرب کہتے ہیں لیکن اب تیرا علم ہوں *

یہ سنکر رتن ماجری مجھ کو ریل و جان سے پیار کرنے لگی *

کٹسی ہی *

غرض اس خرابی سے مٹیں پھرتے پھرتے تمہارے شہر میں آنکلا ہوں جب

آفتاب غروب ہوا تب میں ایک اہیر کے گھر میں اُترا اور کچھ کھا پی کر سو رہا پھر سوا بہر رات گئی ہوگی جو میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک غیر شخص اہیرنی سے مشغول ہی کہ اتنے میں اہیر شراب کے نشے میں سرشار آ پہنچا۔ اُس نے پاؤں کی آہٹ سے معلوم کیا کہ اہیر آیا رو نہیں دیے پاؤں بھاگا اہیر تار گیا کہ کوئی اہیرنی کے پاس تھا۔ جانے ہی اُس کے جھونٹے پکڑ کر خوب ہی لتایا اور سایبان کے کھنپے سے کس کے باندھا اور آپ سو رہا۔ گھڑی ایک کے بعد کیست چرنا باہن گنتی آکر اہیرنی سے کہنے لگی کہ تیرا یار مادھو حلوائی کی دکان کے بچھوڑے کھڑا روتا ہی اور کہتا ہی کہ اگر وہ آج میرے پاس نہ آویگی تو اپنے پیٹ میں چھری مارونگا۔ گوان بولی تو دیکھتی نہیں میں کس حالت میں گرفتار ہوں۔ بھلا اُس کے پاس کیوں کر جاؤں آج میرے خاوند نے مجھے مار کر اس سترن سے باندھا ہی جو کھلی ہوتی تو سر کے زور جانی *

ناین نے کہا میں تجھے کھول دوں۔ وہ بولی جو اُس عرصے میں میرا شوہر جاگے اور کھنپا خالی دیکھے تو خدا جانے اُس سے زیادہ مجھے کیا اندیشہ ہے۔ اُس نے کہا خیر جو آج تو اُس کے پاس نہ جاویگی تو کل اُسے جیتا نہ پاویگی۔ اہیرنی بولی جو تیری رضامندی اسی میں ہی تو میں نے قبول کیا لیکن تو میرے بدل بندھی رہ اور جب لگت کہ میں وہاں سے نہ پھر آؤں تب لگت ہرگز نہ بڑلا۔ ناین نے اُسے کھول دیا۔ اُس کی جگہ اپنے تئیں بندھوا لیا۔ وہ اپنے پار کنے گئے جب دوچار گھڑی رات باقی رہی تب

اھیر چوٹکا تو اُٹھ کر اُس کو کھینچے سے کھول ساتھ سلا کر کہا کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور تو بھی قسم کھا کہ پھر ایسا بُرا کام نہ کرونگی۔ کئی بار اُس نے یہی بات کہی یہ سُکر دم کھا رہی دل میں سمجھی کہ اگر بڑلونگی تو یہ پہچان جائیگا۔ میں شہر میں بدنام ہو جاؤنگی۔ اسی دُور سے اپنی آواز اُسے نہ سُنائی۔ گوالے نے جب دیکھا کہ یہ سوگند نہیں کھاتی تب جانا کہ اِس کے دل میں حرم زندگی بھری ہوئی ہی۔ یہ اُس کام سے باز نہ رہیگی۔ خفا ہو کر پھر اُسے کھینچے سے کس کے باندھا اور ناک اُس کی کاٹ لی۔ آپ چارباٹی پر مڑ رہا *

گھڑی دو ایکٹ میں اھیرنی اپنے یار کے پاس سے آئی اور آہستہ آہستہ نائیں سے پوچھنے لگی۔ کہو بی بی! میرے پیچھے تُم پر کُچھ حادثہ تو نہیں پہنچا؟ وہ بولی کیا پوچھتی ہی۔ تیری خاطر میری ناک کٹ گئی۔ اُسی وقت اُسے تو کھول دیا اور اپنے تئیں بندھا لیا۔ یہ تو نکٹی ہو کر دل میں بچھتا نی ملولے کھاتی اپنے گھر چلی گئی۔ اُس کے پیچھے اھیر کی آنکھ کھلی اور پڑبھی پھٹنے لگی تب یہ کہنے لگا کہ ای نابکار! تو نے اپنی بدکاری سے تُو نہ کی اور ناک گٹوائی۔ وہ بولی اگرچہ تو نے مجھے بے تقصیر پر زور و ظلم کیا لیکن تو دیکھ جو میں پہلے آدمی کی جنی اور نیکست بخت ہوں تو رام جی کی دنیا سے نکٹی نہ رہونگی۔ میری ناک جیسنی کی تپسی ہو جائیگی *

اُس کی بات سُنتی ہی نہ آیا۔ ناک چوڑ کی توں دیکھ کر حیرت میں

رہا۔ جی میں کہے لگا کہ یہ عورت بیکت زبوں سے ہی جو اس کی ناک کٹی ہوئی پھر دُرُست ہو گئی۔ یہ سمجھ کر پٹکا گلے میں ڈال اُس کے پاؤں پر گر متلیں کرنے لگا اور اپنی تقصیر مُعاف کروانے اور بولا کہ میں نے ناحق تجھے دکھ دیا۔ یہ میری خطا مُعاف کر پھر کبھی تیری اذیت کا روادار نہ ہوں گا *

یہ کہہ کر گندھرب نے کہا ای یار۔ میں اُس اہیری کے مکر سے تو حیران تھا ہی پھر دل میں یہ خیال کیا کہ اس نائن کا اب تماشا دیکھنے کے وہ اپنے خاوند سے کیا بہانہ کرے گی۔ غرض میں منہ اندھیرے اُس کے گھر کی دیوار کے کونے لگ کر کھڑا ہو رہا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حجام باہر سے اپنے گھر میں آیا۔ آنگن میں کھڑا ہو کے اپنی عورت سے آئینہ مانگنے لگا۔ اُس نے پٹ کی اوٹ سے نہرنی ہاتھ بڑھا کر اُس کو پکڑ دی۔ اُس نے کہا میں آئینہ مانگتا ہوں۔ یہ کہنے لے لے۔ پھر اُسٹرہ لادیا۔ اُس نے وہ اُس کے ہاتھ سے لے لیا اور خفا ہو کر کہا کہ کُجھ تو دیوایی ہوئی ہی یا تونے مَعبُوج کھائی ہی۔ میں آئینہ مانگتا ہوں تو کُجھ کا کُجھ لے آتی ہی یہ کہہ پکار پکار کر کہنے لگا کہ میں ابھی اس اُسٹرے سے تیری ناک کاٹ ڈالتا ہوں یہ بات اُس کے سب محلے والوں نے سنی۔ اُس نے وہ اُسٹرہ باہر سے گھر میں پہنک دیا وہیں وہ رو رو کر کہنے لگی کہ ہی! ہی! اس اُسٹرے سے میری ناک کٹ گئی اس آواز پر تمام محلے کے رہنے والے دوڑے اور آکر جو دیکھنے لگے تو سچ سچ اس کی ناک کٹی دیکھائی دی اور وہ حجام بھی

اس حالت کو دیکھ کر ششدر رہا۔ عذر خواہی کر کے کہنے لگا کہ بی بی! یہ مجھ سے بڑی تقصیر ہوئی ہے اسے معاف کر *

اس بات کو سُکر نائب کے نوکروں نے کہا کہ اے گدھرب! تیرا اور اُس نائی کا قصہ ہم نے سنا۔ اب سادگنوار کی کہانی کا بیان کر *

نقل سادگنوار اور پنڈکی کسبی کی

اُس نے کہا کہ سادگنوار بڑھتی بچہ تھا اور کڑوڑ روپی کا مال لیکر اپنے گھر سے تجارت کرنے کو نکلا اور چودہ برس تک سوداگری ہی کرتا رہا اور کئی کڑوڑ روپی جمع کر اپنے گھر کو چلا۔ اتفاقاً راہ میں ایک شہر ملا کہ اُسے کام رو کہتے ہیں۔ یہ وہاں گیا اور سارے ایک عورت پنڈکی نام اس شہر میں ایسی حسین رہتی ہے کہ جس کی خوبصورتی کی تعریف بیان سے باہر اور کم اس کی ایسی پتلی کہ ونیسی کسی عورت کی نہ ہوگی۔ ایک رات کی چوکی کے ہزار روپی لگتی ہے۔ یہ سُکر بہایت سے قرار ہو دل میں کہنے لگا کہ اگر اس عورت کو میں نہ دیکھوں گا تو قیامت تک افسوس رہیگا۔ ہزار روپی اپنے ساتھ لے اُس کے یہاں گیا۔ تمام رات عیش و عشرت میں مشغول رہا۔ یہ ارادہ کیا کہ کئی شب اس کے پاس اور بھی رہے۔ جب رات نے اپنا دامن سمیٹا اور سورج نے صبح کے گرمیاں سے منہ نکالا تب سادگنوار اپنے گھر آیا *

اسی طرح سے کئی رات آیا جایا گیا۔ اُس زندگی کے گھر میں کاٹھ کا

ایک جڑو پُتلا طِلم کا ساہوا - نام اُس کا عجب - پُیشا پی اُس کی
ایک لعل سے بہا جڑا ہوا تھا کہ جس کی روشنی کے باعث چراغ کی
حاجت نہ تھی - اُس کو دیکھ کر سادگوار کا دل للچایا اور اپنی خاطر
میں بہ بات لایا کہ اس عورت نے میرے بہت سے روپی لئے ہیں -
اُن کے عوض یہ جواہر نیش ممت لہجئے اور یہاں سے چپکے چل
دیجئے *

اُس رنڈی نے جو اُس کے بشرے سے دریافت کیا کہ یہ اُس جواہر کو
مفت اڑایا چاہتا ہی - یہ سمجھ کر اُس کے پاس سے سرٹ گئی اور ایک
پروے کی آڑ میں جا بیٹھی - اس نے جو اپنی فرصت پائی تو چار پائی سے
اُٹھ کر ہاتھ دوڑایا کہ اُس گھر شب چراغ کو اکھیڑ لے - جو نہیں اس کا ہاتھ
اُس تک پہنچا وہیں اُس پُتلے نے اُس کا پنجہ پکڑ لیا - اُس نے بہتیرا
چاہا کہ کسی تدبیر سے اپنا پنجہ چھڑا کر پہلے لیکر اُس نے اور بھی ایسا
گہک پکڑا کہ یہ بے قابو ہو گیا - ندان جب چھڑا نہ سکا تو گھبرا کر
چلانے لگا تب اُس کی لونڈیوں نے یہ ماجرا دیکھ کر اپنی بی بی سے (جو
پروے کو لگی اسی واسطے بیٹھی تھی) جا کہا - لو نہ بی بی! تمہاری
مراد بر آئی *

یہ خوشخبری سننے ہی وہ وہاں سے دوڑی آئی - آکر دیکھا کہ دام میں
سوئے کی چڑیا پہنسی ہی ہنس کر کہنے لگی کہ ای سادگوار! میں جانتی
تھی کہ تو کسی بڑے آدمی کا لڑکا ہی اور یہ نہ سمجھتی تھی کہ تو ایسا

اُجگا دغا ناز ہی دیکھ اہی کڑتوال کو خبر کرتی ہوں۔ وہ مجھے لہجا کر
کل سولی دیگا۔ ایسے چور کی یہی سزا ہی۔ یہ سُنکر بہت ڈرا اور اپنی
کڑت اندیشی پر ہزار لعنت و ملامت کی۔ پھر منّت و النّحا سے کہنے لگا
کہ اب پڈکی! کسی طرح تو مجھے کڑتوال کی سولی سے بچالے *

وہ بولی کہ ایک صورت سے تیری جاں بخشی ہو سکتی ہی اگر تو تمام
مال و اسباب اپنا مجھ کو منگائے اور پھر کہی اُس کا دعوٰی مجھ سے نہ
کوے اور نہس تو اپنی جان سے ہاتھ دھو۔ اُسے دیکھا کہ سولے اُس کے
میرا چھٹکارا نہیں تب اُس نے اپنے لوگوں کو بلوا کر کہا کہ میرا سب مال
و متاع اُس کے حوالے کرو۔ نہیں تو میں اُس کے ہاتھ سے مارا جاتا ہوں۔
انہوں نے تمام نقد و جنس جو کچھ تھا اُس عورت کو لادیا تب اُس نے
اُس کا ہاتھ چھڑا دیا تو وہ غریب راتوں رات بھاگ کر کسی طرف چلا
گیا اور میں رفت رفت تمہارے ملک میں آ نکلا۔ یہ سب احوال راجا کے
نوکروں نے سُنکر حجام کو چھوڑ دیا۔ یہ قصہ دو ٹکٹ نے کرٹک سے کہہ کر کہا
کہ جیسے گندھرب اور سادگنوار اور حجام نے عورتوں کے ہاتھ سے نوٹ
کھینچی۔ ویسے ہی ہم نے بھی اُس بیل سے

اب کچھ ایسی تدبیر کیا چاہیئے کہ جس ڈھب سے شیر اور بیل میں
دھنیں کرائی نہی ویسی اُن دونوں میں دشمنی ڈالو۔ کرٹک نے کہا
یہ امر نہایت مشکل ہی کیا تو نے نہیں سنا؟ کہ سینا باؤجون کے رام کی
چور تھی اُس سے کچھ نہ ہو سکا۔ کرٹک نے پوچھا کیونکر؟

نقل ستارام اور اُس کی بہن کی

اُس نے کہا اگرچہ وہ قصہ طویل طویل ہی لیکن مختصر کر کے کہتا ہوں۔
ستارام اور اُس کا بھائی لچھمن اُنہ تیسوں نے بارہ برس تک ایک
جنگل میں گُذران کی جب لنگا میں راؤن نے یہ بات سنی تو اُس
جنگل سے سینا کو اُڑا لیگیا رام پھر بڑی محنتوں سے اُس کو وہاں
سے لایا *

جتنی اُس کی عزت آگے نہی اُنہی ہی رہی۔ کچھ اُس کی آبرو میں
بقا نہ آیا اور اُسے دل کو اُس کی محبت سے ہرگز نہ پھیرا۔ اُس کی بہنیں
(جو سینا کو دیکھ نہیں سکتی تھیں) آپس میں صلح کی۔ کچھ ایسی فکر
کیا چاہیئے کہ اُس کی محبت بھائی کے دل میں نہ رہے *

ایک اُنہ میں سے اُنہ کر دوسری سے کہنے لگی کہ دیکھ ابھی میں تجھے
اُس کا تماشا دکھلائی ہوں۔ یہ کہہ بھائی کے گھر گئی۔ وہ اُس وقت جو پڑ
کھلتا تھا۔ یہ جاتے ہی ہمارے سے ٹھٹھا کرے لگی اور ہنسنے ہنسنے اُس سے
پوچھا کہ تجھے کچھ یاد ہے راؤن کی شکل کیسی تھی؟ سینا بھجپاری
اُس کے مکر چکر سے واقف نہ تھی بدھاوت سے بولی۔ راؤن کے سر
بیس آنکھیں اور ست انگلیاں تھیں۔ پھر وہ کہنے لگی کہ اُس کی تصویر ذرا
تو کھینچ تو میں دیکھوں وہ کیسا تھا *

اُس بد ذات کے کہنے سے یہ بیکت بخت سے خوف و خطرے سفید ہو گئی

سے زمین میں اُس کی صورت کا نقشہ کھینچنے لگی اس میں وہ منکارہ بولی کہ جب تک تو کھینچے میں اپنے لڑکے کو دودھ پلا آؤں۔ یہاں سے دھڑی ہوئی جہاں رام چوڑے کھیلنا تھا چلی گئی۔ جاتے ہی کہا۔ ذرا اپنی جورو کا تماشا چل کر دیکھو۔ یہ کہہ کر بھائی کا ہاتھ پکڑ لائی جہاں سیتا وہ نقشہ کھینچ رہی تھی۔ کہا دیکھو جو اس نے اُسے نہیں دیکھا اور اُس سے ہنس ملی تو اُس کی تصویر کھینچ کر کیوں دیکھتی ہی؟ یہ دیکھ سُنکر رام کو بہت غیبت آئی۔ خفا ہو کر کہنے لگا کہ سیتا! تجھے جان سے کیا ماروں۔ تو عورت ہی اور رنڈی کا مارا مرد ہو کر خوب نہیں لڑکھن بہتر یہ ہی کہ میرے گھر سے نکل جا *

کرتک نے یہ داستان سنا کر کہا کہ عورت کی محنت میں رام نے دریا پر پُل باندھ کر لکا کو جلایا اور سوے کی کوٹ کو توڑا اور اُسے خاک سیاہ کیا اور راون کو مارا لیکن اپنے گھر سے ابھی پارسا عورت کو ایک دم میں رنڈی کے بہکانے سے نکال دیا۔ کرتک نے کہا بھائی! وہ کون سی بات ہی جو مکرو حیلے سے نہیں ہو سکتی۔ سیتا بیکت بخت تھی اپنے خاوند کی آبرو کے واسطے کچھ نہ بولی۔ اگر بدکار ہوتی تو جیسا کہ ایک مالن نے اپنے خصم کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ اُس کے رو برو ایک یار کو نکال دیا اور دوسرے کو نہلا دھلا کھلا پلا اُس کے ساتھ کرکے تھوڑی دور ٹھٹھ بستی سے باہر پہنچوا دیا۔ ویسا ہی وہ بھی کرتی۔ کرتک نے کہا کہ وہ بقیل کیونکر ہو؟

نقل ايڪت مالن اور اُس کے ياروں اور اُس کے خصم کي

دوتکت بولا۔ دؤارکا مگري ميں ايڪت مالي کي رنڌي بدڪار ڪوتوال اور اُس کے بيٽے سے رهتي تهي۔ ايڪت دين شب ڪو ايسا اِنفاق هُوا کي اُس کے لڙڪے سے بُرے ڪام ميں مشغول تهي کي اِنے ميں ڪوتوال دروازے پر آيا اور ڪواڙوں ڪو ڪهڻڪهڻايا تب اُس ے لڙڪے ڪو جلدي سے ڪوڙتھي ميں ڇهپايا اور اُس ڪو دروازے پر سے اپنے پاس بُلايا اور في آلفور هم سِتر هُوي لکي *

فضاڪار وڙهيس اُس ڪا خاويد بهي دروازے پر آن پهڻجا تب رنڌي نے ڪوتوال ڪو سڪهايا کي مٿي تڙ پٽ ڪهڙن جاتي هون پر مُلثم ڪاندهے پر دهرے پڙڙڙاڙے غصہ ڪرے ٻاهر چلے جانا۔ ميں پيڄهے نات بنالوگي۔ اُس نے وڙيسا هي ڪيا تب مالي ے گهر ميں آڪر اُس سے پوڄها کي آڄ همارے گهر ميں رات ڪو ڪوتوال ڪيون آيا نها اور خفگي کس پر ڪرنا چلا ڪيا؟ مالن بولي کي اُس ڪا بيٽا اُس سے آرڙده هُوڪر ميرے يهاں ڇهپا هي اور وڙه اُس ڪو ڏهوڻڏهتا هُوا آيا تها۔ اُس نے جو اپنا بيٽا يهاں نه پايا تڙ ڪجهه بکتا هُوا چلا ڪيا۔ يهه ڪهڪر اُس نوجوان ڪو ڪوڙتھي سے نڪالا اور نهلا ڏهلا ڪهلا ٻلا اپنے خصم ڪو اُس کے ساتھ ڪرے تهوڙي دور اُسے پهڻجوا ڏيا اور رخصت کے وقت ڪهه ڏيا کي يهه گهر اپنا هي سمجهو جب ڏهارا جي چاهے تب آيا ڪيڄو۔ اُس بيٽے ميں ڪهتا هون کي ڪام پڙے پر جس کي عقل بحال رهي وُهي عاقل هُوي *

پھر کرتک نے کہا بھائی! اُن دونوں میں بڑی دوستی ہی۔ تُو کیونکر جھڑاؤ گے؟ دو تک بولا کہ یار! جو کام تدبیر سے ہوتا ہی سو زور سے نہیں ہوتا جیسا کہ کتے نے سائپ کو جان سے کھوایا۔ سنجوگت کیا مال ہی کہ میں اُس کو اُس کے رتبے سے گرا نہ سکونگا۔ پھر کرتک نے پوچھا کہ وہ قصہ کیونکر ہی؟

نقل ایک کتے اور سائپ کی

دو تک بولا کہ کسی درخت پر ایک جھڑا کتوں کا مدتوں سے رہتا تھا اور اُسی درخت کے چتر کے کھیلے میں بڑا سا کالا سائپ بھی رہا کرتا۔ کتے کی مادہ نے اپنے گھونسلے میں انڈے دیئے اور کتے سیبے لگا۔ بعد بیس بائیس روز کے بچے یکے جب مہنے ایک کے بچے ہوئے تب وہ سائپ اپنی جگہ سے نکلا اور آستے آستے اُس درخت پر چڑھا۔ کتے تو اُس وقت وہاں نہ تھا اُس کے بچوں کو کھوندیے میں سے کھا لیا۔ ہر چند اُس کی مادہ ایک دوسری تہنی پر بیٹھی ہوئی بہتیرا کاں کاں کیا کی اور بہت واویلا کر رہی پر کڑی اُس کی داد کو نہ پہنچا اور کچھ فائدہ اُس کی فریاد سے نہ ہوا جب کتے باہر سے پھر آیا تو مادہ نے اس سے بچوں کی مصیبت اور اپنے کلینے کا احوال کہا۔ یہ اُس سائپ کا ظلم سنکر دو تین دن بچوں کے سوگ میں رہا اور بہت سا رویا دھویا کیا اور دانا پانی جھڑا تب اُس گرد نواح کے جتنے کتے تھے اُس حادثے کے خبر سنکر سب آئے اور اُسے جو

اپنے جگر گوشوں کے ماتم میں ماتمی لباس پہن کر بیٹھ رہا تھا۔ تسلی دی اور اُس کا ہاتھ مٹھ دھلا کھانا پینا کھلا پلا رخصت ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے تب مادہ نے سر سے کہا۔ اب یہاں رہنا خوب نہیں صلاح یہی ہی کہ اس جگہ کو چھوڑ دیجئے۔ کہیں دوسری جگہ آرام کی اچھی سی دیکھ کر جا رہیئے۔ کیوں کہ حکماً کہتے ہیں۔ تین چیزوں سے انسان جلد مرتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جس کی عورت بیگامے مرد پر فریفت ہو۔ دوسرے یہ کہ رہنا اُس گھر میں جہاں سائپ رہتا ہو۔ تیسرے یہ کہ دوستی کرے احسن سے *

کوئے نے کہا ای بات عقل۔ تو اُنہی بے قرار نہ ہو ٹک سر کر دیکھ تو میں تیرے بچوں کا بدلا کیونکر لیتا ہوں۔ وہ بولی۔ تجھے میرے ساتھ اُنہی جھوٹی باتیں کر رہی نہ چاہتے تیری عقل کی کیا رسائی جو اُس سے کچھ کام ہو سکے اور ناداں میں ہزار طرح کی قوت ہو پر اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا کوئے نے اُس سے کہا۔ تو نے نہیں سنا جو خرگوش نے اپنی عقل کے زور سے شیر کو مارا۔ وہ بولی یہ بھی تو جھوٹ کہتا ہے بھلا خرگوش شیر کو کیونکر مار سکتا ہے *

نقل ایک خرگوش اور شیر کی

کوئے نے کہا منڈکارن ایک جنگل ہی وہاں اکثر اقسام طرح کے جانور رہتے تھے۔ اتفاقاً درندانت نام ایک شیر کسی پہاڑ سے نکل کر اُس جنگل

میں آ رہا۔ ہر روز نارہ جانور وہاں سے مارتا۔ ایکٹ اُن میں سے کھانا اور سب چھوڑ کر چلا جاتا جب دو تین مہینے اسی طرح گزرے تو بہت سے جانور مارے گئے جب یہ صورت وہاں کے جانوروں نے دیکھی تو سب جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ اگر اسی طرح یہ شیر ہمیں مارا کریگا تو کئی مہینے کے عرصے میں کوئی باقی نہ رہیگا۔ سب کو ٹھکایے لگاؤنگا *

آخر سب نے ملکر یہ صلاح کی کہ شیر کے پاس کسی شخص دانا کو بھیجا چاہیئے کہ وہ جا کر یہ بات کہے کہ تمہارا پیٹ ایکٹ جانور کے گوشت سے بھرتا ہے۔ پس اُنے جانوروں کا روزِ تم خونِ ناحق کیوں کرتے ہو؟ ایکٹ جانور ہر روز تمہارے کھانے کے لیئے پہنچا دیا کریگے۔ یہ بات تمہارے واسطے بہت اچھی ہے اور ہمارے بھی *

جب آپس میں اُن کے یہ صلاح ٹھہری کہ ایکٹ گیدڑ کو یہاں سے یہ پیغام دیکر اُس کے پاس بھیجئے۔ اِس میں ایکٹ خرگوش مجلس سے نزل اُٹھا کہ یارو! یہ بات گیدڑ سے ہرگز درست نہ ہوگی۔ بلکہ یہ وہاں جا کر ہمارے برخلاف کہیگا۔ کیونکہ جب سے یہ شیر اِس جنگل میں آیا ہے

تب سے ہمارے گھروں میں ماتم اور گیدڑوں کے شاوی ہوئی ہے۔ وہ چہنچہلا کر بولا کہ اگر میری وکالت تجھ کو منظور نہیں اور فتنہ انگیز جانتا ہے تو تو ہی جا اور اُس معاملے کو بنالہ تب خرگوش نے اُس مہم کے واسطے کمرِ ہمت کی باندھی اور شیر کے نزدیک جاکر آداب بجالایا۔ اُس نے دیکھ کر پوچھا تو کہاں سے آیا؟ اُس نے ہاتھ جوڑ کے عرض کی کہ خداوند!

اس جنگل کے تمام رہے والوں نے مجھے نہ طور پہنچنے کے آپ کی خدمت میں پہنچا ہی اور یہ عرض کی ہی کہ خود بدولت کو بہت جانوروں کو مارنے اور ادیت دینے سے کیا حاصل؟ ہم سرکار میں یہ اقرار نامہ لکھ دیئے ہیں کہ ہمیشہ ایک جانور آپ کی خوراک کے واسطے بلاناغہ پہنچا کریگا۔ اس میں ہرگز کبھی خلاف نہ ہوگا۔ شیر نے قبول کیا۔ خرگوش وہاں سے رخصت ہو اپنے جنگل کو پہر آیا جو گفتگو اُس کے اور اس کے درمیان ہوئی نہی سو جانوروں کو سب سادی۔ ہر روز ہر ایک گلے سے جانور شیر کے یہاں پہنچا کرتا۔ جب بوقت خرگوش کی پہنچائی اُس نے اندیشہ کیا کہ اب کچھ ایسی تدبیر کروں کہ جیسی شیر کا لقمہ نہ ہوں۔ یہ خیال دل میں لاکر اپنے بچوں سے رخصت ہو رونا ہوا شیر کی طرف چلا۔ تھوڑی دور جاکر راہ میں بیٹھا اور اپنے دل میں یہ فکر کرنے لگا کہ لوگوں مجھے دانا اور عقلمند کہتے ہیں اگر میری عقل اس وقت کچھ کام نہ آوے تو جالے تعجب اور محل افسوس کا ہی وہاں سے اٹھکر یہ خیال کرتا ہوا ہولے ہولے نزدیک شیر کے گیا۔ وہ بھوکہ کی جھانچہ میں بیٹھا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی غرا نے لگا کہ تونے آج انہی دیر کیوں لگائی؟ میرے ناشتے کا وقت ٹل گیا اور بھوکہ نے مجھے بیتاب کیا *

خرگوش ڈرتے ڈرتے کہنے لگا کہ اگر امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ باگھ بولا جو کہا ہو سو جلد کہہ لے خرگوش کہنے لگا کہ میں چلا آتا تھا راہ میں ایک شیر ملا۔ اُس نے میرا پیچھا کیا میں بھاگا اور پُکار کے کہا

کہ تو نہیں جانتا ہی کہ بادشاہ یہاں کا دردانت ہی میں اُس کی خوراک
 ہوں تو کون ہی کہ مجھے کھایا چاہتا ہی؟ بادشاہ سے نہں ڈرتا اور اُس
 کا خوف نہیں کرتا تو وہ بولا کہ دردانت کیا چیز ہی اور اُس کو اتنی طاقت
 کہاں کہ مجھ سے لڑے اور اب اِس جنگل میں رہ سکے۔ تجھے میں نے
 اِس واسطے چھوڑ دیا۔ تو جا کر اُسے خبر کرے۔ غریب پرور! میں نے آپ
 کو اطلاع کر دی۔ آگے مختار ہوں *

شیر اتنی بات سنتے ہی غصے سے جل گیا۔ کہنے لگا کہ تو مجھے اُس
 کا ٹھکانا بتا دے۔ یہ آگے آگے شیر پیچھے پیچھے جانے جانے ایک ایسے
 جنگل میں لیگیا کہ جس میں ایک بڑا کوا تھا۔ اُس کوٹے کے لب پر کھڑا
 ہو کر کہنے لگا کہ آپ کا دشمن اسی میں ہی۔ جیوں شیرے کوٹے کو
 جھانکا تیوں اپنا عکس پانی میں دیکھا۔ جانا کہ وہ یہی ہی غضبات
 ہو کر بہکنے لگا اور ویسی آواز کوٹے سے بھی نکلنے لگی۔ شیر خفگی سے بول
 کر اُس کوٹے میں کود پڑا اور پانی میں ڈوب کر مر گیا۔ پھر کوٹے نے کہا
 ای مادہ! جس طرح اُس خرگوش نے اپنی عقل کے زور سے شیر کو مار
 کھپایا۔ اسی طرح میں بھی اِس سائپ کو مارونگا۔ مادہ نے کہا اگر تجھ
 کو کچھ عقل ہی تو دیری نہ کر۔ کوا بولا دانشمندوں نے یوں کہا ہی کہ
 جلدی میں کوئی کام اچھا نہں ہوتا ہی

جلدی نہ کر کہ کام ہی مؤثرف وقت پر
 ملرا انار قزکے ہی وقت آئے ہی اگر

انشاء اللہ تعالیٰ آج تو میں اپنے دل سے مصلحت کرتا ہوں۔ کل اپنا کام کرونگا۔ مادہ لے کہا ای کتوے۔ جس کو جو کام کرنا ضرور ہوا اور اُس سے وہ ہو سکتا ہو اور وہ کہے کہ آج نہیں کل کرونگا اُس سا دوسرا کوئی دُنیا میں نادان نہیں۔ اِس واسطے بہ مثل لائے ہیں۔ ”شبِ حامِلہ فردا چہ زاید“۔ کوا یہ بات سُکر چٹ گیا۔ وہ بُولی مُناسِب یوں ہی کہ ابھی تو یہاں سے جا اور سائب کے مارے کی تدبیر کر کُتوئے وہ ہمارا جانی دُشمن ہی *

کوا جو اُڑا تو وہاں کے بادشاہ کے رنگ محل پر جا بیٹھا اِنْفَاقاً اُس وقت بادشاہ کی بیٹی عسل کرتی تھی اور اپنا بُولکھا ہار موٹیوں کا گلے سے اتار کر کھوٹی پر لٹکا دیا تھا۔ کوا اُس ہار کو اپنی چوچ میں لیکر کُتوئے کی مُتَدِیِر پر جا بیٹھا۔ لُونڈیوں نے غل مچا کر کہا کہ شہزادی کا ہار کوا اُٹھا لے گیا اور کُتوئے پر جا بیٹھا۔ اِس بات کے سُننے ہی بادشاہ نے لُوگوں کو دُورایا کہ خبردار ہار جانے نہ پاوے *

جب کتوے نے دیکھا کہ ایٹک خلقت میرے گرد جمع ہوئی تب وہ وہاں سے آستے آستے اُڑتا ہوا اپنے گھوٹسلے کی طرف چلا۔ جتنے آدمی جمع ہوئے تھے سب اُس کے پیچھے پیچھے ہاں ہاں کرتے دُورے۔ وہ اُس درخت پر جا بیٹھا جس میں وہ سائب تھا اور وہ لُوگت بھی اُس کے نیچے جا کھڑے ہوئے اور آدمیوں کے شور و غل سے سائب درخت پر چڑھ گیا اور کتوے کے گھوٹسلے میں جا چھپا تب کتوے نے غنیمت جانکر وہ ہار سائب کے گلے میں ڈالا اور آپ دوسرے درخت پر جا بیٹھا *

دو چار آدمی وہ ہار اُتارے کو اُنہ میں سے اُس درخت پر چڑھ گئے۔ وہاں جاکر کیا دیکھتے ہیں؟ کہ ہار سائب کے گلے میں پڑا ہی اور وہ اُن کو دیکھ اپنا سر اٹھا کر چاروں طرف پُھنگاری مارے لگا۔ وہ لوگ اُس کے ڈر سے ہار نہ لے سکے اور نیچے اُتر آئے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ ہار سائب کے گلے میں پڑا ہی۔ وہ عَصے سے پُھکاری مار رہا ہی ہمارا ^{معموم} ہواؤ ⁷ ہمیں پڑتا جو اُس کے گلے سے اُتاریں تب اُنہوں نے بڑھئی کو بلوایا اور وہ پیڑ جڑ سے کٹوایا۔ سائب کو مار ہار بادشاہ کے پاس لے آئے *

پھر دو تک نے کہا بھائی! کتے نے سائب مارا اور خرگوش بے شیر۔ یہہ بچل کیا چیز ہی جو میں اپنی عقل سے اُس کو نہ مار سکوں گا۔ کرتک نے کہا ای دو تک! اگر تجھ کو مارے کی طاقت ہی تو جا اُس کام میں عفلت نہ کر۔ دو تک نے جب کرتک کی زباں پائی تو تنہا سنجوگ کو بلا کر جھوٹے موٹے کہنے لگا کہ مجھے بادشاہ بے کہا ہی کہ تو سنجوگ کو جاکر کہہ دے کہ سرکار بادشاہی میں فوج کم ہی اور خزانہ بہت۔ تو لشکر رکھنے کی ایسی فکر کر کہ کسی کو خبر نہ ہو اور سپاہ رکھی جاوے۔ سنجوگ نے اُس کی بات پر اعتماد کر کے دروازہ خزانے کا کھولا اور سپاہ رکھنے لگا۔ جب دو تک نے دیکھا کہ سنجوگ نے فوج رکھنے کے پیچھے سارا خزانہ بادشاہی صرف کیا تب شیر کے پاس جاکر آداب بجالایا اور اپنے پائے پر کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا کہ جہاں سپاہ! اِن دتوں کچھ عجائب تماشا نظر آتا ہی پر جناب عالی کے رو برو عرض نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ بزرگوں نے

کہا ہی جو کوئی بن بلائے کسی کے گھر جاوے یا بن پوچھے بات کہے تو اُس کے برابر کوئی احمق نہیں۔ لیکن میں ڈرتا ہوں کہ میرا وہ حال نہ ہو جو اُستاد سے شاگرد کا ہوا *

شیر نے پوچھا وہ قصہ کیونکر ہی؟

نقل اُستاد اور شاگرد کی

دو ٹکٹ کہنے لگا کہ میں نے یوں سنا ہی کہ لکھنؤتی ایک بستی ہی۔ وہاں کسی معلم سے ایک لڑکا پڑھتا تھا اور میانجی اُس کا انیمی جب انیم اتر جاتی اُسی نیند آتی اور اونگھنے لگتا۔ اگر اُس حالت میں کوئی اُسے کچھ کہتا یا شاگرد کوئی لفظ سبق کا پوچھتا تو خفا ہو کر شاگرد کو خوب مارتا اور کہتا کہ ای بیوقوف! اول مکتب میں ادب سیکھا چاہیئے کہ جس کے ناعث سے بہت کام نکلتے ہئیں *

غرض ہر روز شاگرد کو یہی ناکید کیا کرتا تھا کہ اگر پھر کبھی بغیر پوچھے مجھ سے کچھ بات کی یا مجھے سوتے سے جگایا تو مارنے مارتے مار ڈالوں گا۔ شاگرد نے توبہ کی کہ پھر ہرگز ایسا کام نہ کروں گا۔ ایک دن رات کو چراغ اپنے سامنے رکھ کر اُسی شاگرد کو پڑھا رہا تھا۔ اُنے میں اُسے پینکٹ جو آئی تو شملہ اُس کا چراغ کی قلم پر جا پڑا اور پگڑی جلنے لگی۔ گرمی جو اُس کو پہنچی تو چونک کر شاگرد سے کہنے لگا کہ ای بدبخت! تو دیکھتا تھا کہ پگڑی میری جلتی تھی مجھے کیوں نہ جگا دیا؟

یہ کہہ کر اُس کو بہت سا مارا۔ اُس نے رو رو کر کہا کہ آپ ہی نے مجھے منع کیا تھا سو اب کے وقت مجھے مت جگائیو اور بے پوجہ بُزرگوں کی بات میں نہ بولیو کہ بے ادبی ہے اس واسطے میں نے آپ کو نہ جگایا۔ آجوند جی نے کہا کہ ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ“ میں نے اس بات کو منع نہیں کیا تھا کہ کسی کا نقصان اپنے سامنے ہو وہ اُسے خبر نہ کرے اور بیٹھا دیکھا کرے *

پھر دوتک نے کہا کہ خُداوند! میرا اور آپ کا قصہ اُس استاد شاگرد کا سا ہے اگر کہوں تو بے ادبی جو نہ کہوں تو سرکار کا نقصان ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے تجھے اپنا وزیر اسی واسطے کیا جو تو دیکھے سو حضور میں ظاہر کرے اگر تو نے کچھ دیکھا ہے تو کیوں نہیں کہتا؟ خصوص جس میں کہ سرکار کا فائدہ ہو۔ اُسے چھپانا نہایت نامناسب ہے تب اُس نے عرض کی جو غلام حضور میں ظاہر کرے اگر اُسے باور کیجیئے تو مفضل گوش گزار کرے۔ شاہ نے اشارہ کیا کہ ہوں۔ دوتک بولا کہ خُداوند! سنجوگٹ ناغی ہوا ہے کیونکہ جناب عالی کے بے حکم اوپر ہی اوپر فوج رکھتا ہے اور وہ آپ بھی زور آور ہے۔ سولے اِس کے سرکار کا خزانہ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ اِس بات کے سنتے ہی بادشاہ آگٹ ہو گیا اور کئی جاسوس اُسی وقت اُس کا احوال دریافت کرنے کو مقرر کیئے۔ اُنہوں نے دو چار دین کے بعد اُس کا احوال موافق اظہار دوتک کے حضور میں ظاہر کیا تب دوتک بولا کہ پھر مرید! مقدمے کی صورت میں ہی جو آپ نے سنی۔

علام نے خلاف نہیں عرض کیا۔ اب آپ مختار ہیں جیسا مناسب جائیے ویسا کیجیے۔ تب شیر نے دوتک سے کہا اگر میں اُس کو مار ڈالوں تو ساری خلقت مجھے کھڑگی کہ یہ کنسا بادشاہ ہی کہ جس کو بلا کر خلعت سر فرازی کا دیتا ہی۔ پھر اُسے مار ڈالتا ہی۔ یہ بات میرے حق میں موجب بدنامی کا ہی *

دوتک نے عرض کی کہ خداوند! علام کی عقل ناقص میں یوں آتا ہی کہ بالفعل اُس کو خزانے کی خدمت سے تغیر کیجیے اور دوسرے کو اُس کی جگہ بحال اور اُس کے کھانے کے لیے کچھ تھوڑا سا مقرر کر دیجیے کہ جس سے اُس کے بدن کا زور کم ہو جاوے۔ بادشاہ نے دوتک کے کہنے سے فرمایا کہ سنچوٹ سے کام چھین لیں اور راتب کم کر دیں تب دوتک حضور سے رخصت ہوا اور بادشاہی دروازے پر آکر دربان سے کہا کہ حضرت کا حکم یوں ہی کہ سنچوٹ آج کی تاریخ سے بے حکم ہمارے حضور میں نہ آئے پاوے۔ یہ کہہ کر اپنے گھر گیا اور سنچوٹ کو بلا کر کہا کہ بادشاہ نے تیرے حق میں یوں فرمایا ہی کہ بے ہمارے بلائے حضور میں وہ نہ آوے اور فرج کے رکھنے میں مشغول اور سرگرم رہے جب بہت سی نگہداشت کر چکے تب حضور میں آوے۔ وہ بیل بیوقوف اُس وزیر دغا باز کی بات کو سچ جان کر خوشی خوشی سپاہ رکھنے لگا اور کئی روز حضور میں مجرے کو نہ گیا تب دوتک نے قابو پا کر دربار میں کسی سے (بادشاہ کو سنا کر) پوچھا کہ سنچوٹ کئی دن سے یہاں نہیں آتا اس کا سبب کیا ہی؟ وہ

بولا کہ مجھے معلوم نہیں وہیں بادشاہ نے زبانِ مبارک سے فرمایا کہ وہ پانچ چار روز سے حضور میں حاضر نہیں ہوتا *

دو ٹک نے کہا کہ بندے نے پہلے ہی جوابِ عالی میں عرض کی تھی کہ اُس کے پاس دن دن فوج جمع ہوتی ہی یقین ہی کہ وہ آج کل آپ سے مقابلہ کرے۔ بادشاہ نے کہا ای دو ٹک ! اگرچہ اُس کی دزدانی جاسوسوں کی زبانی کچھ کچھ ہم سن چکے ہیں تاہم جس کو نو عقلمند جاے اُس کو وہاں جلد بھیج دے کہ قرار واقعی اُس کا احوال دریافت کر کے ہم کو خبر دے *

وہ ایک عقلمند چوہے کو جو اُس کا یارِ جانی تھا اپنے طور کی باتیں سکھا پڑھا رو برو بادشاہ کے لایا اور اُس کو اس مقدمے کی تحقیقات کے واسطے مقرر کروایا جب یہ سنجوٹ کے یہاں پہنچا۔ وہ اُسے دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور بہت سی تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا۔ عطر و بان اُس کے سامنے رکھواے اور پوچھا کہ تمہارا آنا یہاں کیونکر ہوا؟ کہا دو ٹک وزیر نے مجھے تمہارے پاس اس واسطے بھیجا ہی کہ سواری بادشاہ کی عنقریب ہی تم نے اب تک کچھ فوج رکھی ہی یا نہیں؟ اگر رکھی ہی تو بہت اچھا والا بادشاہ کو کیا جواب دو گے جب وہ پوچھنے لگا؟ سنجوٹ بولا کہ میری طرف سے وزیر کی خدمت میں سلام عرض کر کے الزامس کرنا کہ میں نے خداوند کے اقبال سے بڑی کٹیلی فوج جمع کی ہی تھوڑے سے لوٹ اور بھی رکھ لوں تو حضور میں حاضر ہوں *

یہ کہہ کر کچھ اُٹھ دے دلا بہ بخوبی رخصت کیا پھر وہ حضور میں حاضر

ہوا اور آداب بجالایا تب حضرت نے پوچھا کہ میں نے جو تجھے وہاں بھیجا تھا سو تو نے کیا دیکھا؟ اُس نے عرض کی پیر مُرشد! میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں کہ اُس نے بہت لوگ رکھے ہیں اور اُس کی بات چست اور اوصاف اطوار سے اور اُس کے بعضے ملازموں کی زبانی یوں معلوم ہوتا ہے کہ آج کل خداوند کا سامہنا کرے۔ یہ سنتے ہی شیر آگ کا بگولا ہو کر دوڑا اور جھپٹ کے سنجوگ کی گردن توڑ ڈالی اور اُس کا لہو پی گیا۔ بعد اُس کی وفاداری اور خوبیاں اُس کی جب یاد آئیں بہت سا افسوس کیا اور کہنے لگا کہ یہ میرا بڑا خیر خواہ نوکر تھا۔ میں نے اُس کے مارنے میں عت ^{in error} جلدی کی۔ بہتر یہ تھا کہ اُس کا احوال بہ تامل دریافت کر کے جو مناسب جاننا سو کرتا *

دوتک نے کہا خداوند! اب اُس کے لیے بچتنا عت ہی کیوں کہ یہ بات دنیا میں زبان زد ہی کہ نہ تو شیش بتا ہی نہ موا آدمی پر جیتا ہی۔ خدا نہ خواست اگر وہ تم سے مقابلہ کر بیٹھتا تو تمام عمر اُس رسوائی کا داغ تمہارے دل سے نہ چھوٹتا۔ خوب ہوا جو دشمن زبردست مارا گیا اور اگر وہ آپ کے ہاتھ سے بچ جاتا تو آخر بدلا اُس کا کھو نہ کھو تم سے لیتا یہ سنکر بادشاہ اپنے دیوان خانے میں آ بیٹھا اور کھانا کھانے لگا تب دوتک نے یہ شعر حضور میں پڑھا

اگر تو سیج کو سو طرح سے لگاؤں گا

بہ یاد رکھ تو کبھی اُس سے پہل نہ پاؤں گا

جب شن سرما پنڈت ے دوسری کہانی سُرھد بھید کی (یعنی اچھی دوستی میں بگاڑ کرنا) تمام کی تب راجا کے بیٹوں نے کہا کہ مہاراج! ہم ے پہ کتھا سنی اب تیسری نقل بگرہ یعنی جنگ کی بیان کیجیئے کہ اُس کے سنے سے ہم مستفید ہوویں۔

تیسرا باب

پنڈت نے کہا یوں سنا ہے کہ کسی وقت خُشکی اور تری کے جانوروں میں لڑائی ہوئی تھی۔ آبی جانوروں کا بادشاہ قاز اور خُشکی کے پرندوں کا ہدھد تھا باوجود قاز کا لشکر زیادہ تھا پر ہدھد نے اپنی دانائی اور تدبیر سے اُس پر فتح پائی۔ رائے زادوں ے پوچھا کہ مہاراج! وہ کیونکر ہی؟ اُسے مفصل بیان کیجیئے *

نقل قاز اور ہدھد کی

پنڈت کہنے لگا کہ ہندوستان میں ایک شہر ہے۔ نام اُس کا کرنپور۔ اُس کے نزدیک ایک بڑی سی جھیل تھی کہ اُس سے کئی ندیاں اور نالے نکلے تھے۔ اُس میں ایک قاز بادشاہی کرتا تھا اور مرغابی سے تا سرخاب اور بگلے سے جل کوئے تک اُس کے حکم میں تھے۔ قاز ایک روز اپنے تخت پر خوش و خرم بیٹھا تھا۔ اُنے میں ایک بگلے نے آکر آستانہ بوسی کی اور آداب سے ہاتھ باندھ کر دُور کھڑا ہو رہا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تجھے آج

بُھت دِنُون پڄڄھ ڏيکھا بگلا نولا کي غلام گهر مٿي نه تها۔ ابيي ايک مُلڪ
سے چلا آتا هي کي وهاں کا احوال مُجھ سے بيان نهیں هو سکتا *

فرمایا کُچھ کہا چاهيٿ۔ عرض کي کي بٿيٿے بٿيٿے جو دِل اُکٿايا تو
جي مٿي یوں آيا کي کهیں کي سٿي کي جيٿي جب گهر سے بکلا۔ پهرتے پهرتے
دکھن کي طرف جا پهنجا۔ وهاں ايک پهاڙ نظر آيا۔ اُس کو دھولاگر کہتے
هئیں اُس کے گرد مٿي ودار درخت بُھت سے ڏيکھنے مٿي آئے اور وهاں کے
باشندوں سے يہ معلوم هوا کي يهاں کے پرنڊوں کا بادشاہ ھدھد هي *

مٿي ے اپنے جي مٿي يہ ارادہ کيا کي اگر اُس سے ملاقات هو جاوے
تو کيا خوب اتفاق هو! مٿي اسي سوچ بچار مٿي بٿيٿا تها کي اِنے مٿي
اُس کے يہي نس بارہ نوکر وهاں آيکے۔ مُجھ سے اور اُنہ سے جو گفتگو درميان
آئي سو قابل اظہار کے نهیں *

قاز ے کہا۔ تُم شوق سے بے خوف و خطر جو ڏيکھا اور سَا هي سو
کہو۔ اُس کا کُچھ مُصايقہ نهیں۔ مٿل هي کي ”نقلِ کُفر کُفر نہ باشد“۔ جب
بگلي کي خاطر جمع هوئي آدب سے بٿيٿي کر کہے لگا کي خُداوند! آتے هي
اُس کے نوکروں نے مُجھ سے پوچھا تو کون هي اور يهاں کيوں آيا هي؟ مٿي
نے کہا۔ قاز بادشاہ کے خاص نوکروں مٿي سے هون اور بہ طريق سٿي کي اِشهر
آيکلا هون۔ اب اپنے مُلڪ کو چلا جاؤنگا۔ پهر مٿي ے اُنہ سے پوچھا کي
تُم کون هو؟ بُولے کي هم ھدھد بادشاہ کے نوکر هئیں جو اِس وقت مٿي وئيسا
بادشاہ کي وئي نهیں *

میں نے کہا کہ اتنی بڑائی اور فخر کرنا کہا ضرور ہی۔ خدا کی قدرت
معمور ہی۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تم سچ کہو کہ اپنے اور ہمارے بادشاہ
میں کس کو بڑا جانتے ہو اور دونوں کے ملکوں میں سے کس کا ملک زیادہ
آباد ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ای نادانو! کیا پوچھتے ہو ”کہار
راجا بیچ اور کہاں گنگا تیلی“

”جہ نیست خاک را نا عالم پاک“

کرن پور ہمارا وہ شہر ہی کہ بہتوں پر فضیلت رکھتا ہے اور ہمارے بادشاہ
کا ثانی آج تک نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا پس اب بہتر یہ ہے کہ اس جنگل
اور پہاڑ میں رہ کر کیا کرو گے؟ ہمارے بادشاہ کے یہاں چلو اور تمہارے
بادشاہ کی وہی مثل ہی کہ ”جہاں روکھ ہیں تہاں آرندھی روکھ ہی“۔
اگر ہمارے ملک میں کبھی تم آؤ اور اس کی بڑائی اور آبادی اور بادشاہ
کے عدل و انصاف کو دیکھو تو دنگ رہ جاؤ اور بہت محظوظ ہو پس
اب بہتر یہ ہے کہ اس جنگل اور پہاڑ کو چھوڑو اور ہمارے بادشاہ کے
یہاں چلو *

اس گفتگو کے سنتے ہی وہ جیسے ابرو ہوئے اور رشک کی آگ میں جلنے
لگے اور عداوت پر کمر باندھی۔ جیسا کہ داناؤں نے کہا ہے کہ ”سائب کے
منہ میں شربت“ اور احمقوں کو نصیحت کر رہی لگتی ہے اور ان باتوں
سے مجھے کمال پشیمانی حاصل ہوئی جیسا کہ بعض پرند جانور ایک بندر
کو نصیحت کر کے پشیمان ہوئے *

قاز نے کہا اُسے بیان کر وہ کیونکر تھی؟

نفل ائیک بندر اور پرندوں کی

وہ بڑا کسی پہاڑ تلی میں ائیک نالہ پر نڑا سا درخت پاؤں کا تھا اُس کی ٹہنیوں پر بہات بہات کے جانور گھوٹیلے بنا کر رہا کرتے۔ ائیک دین ہر چہار طرف گھٹا اُمڈی اور بجلی چمکنے لگی اور مینہ جہا جہم برسنے لگا۔ جاڑے کا ایام تھا۔ سردی سے دانت پر دانت لگے باجنے۔ اتنے میں ائیک بدر کاپتا ہوا اُس درخت کے نیچے آیا *

اُنہ جانوروں نے اُس کی یہ ادبیت دیکھ اپنے دل میں ترس کھا کر کہا کہ ای بندر! دیکھ تو ہم کیا ائیک مشقت پر ہیں۔ اس جگہ پر کس کس محنت و مشقت سے ائیک ائیک تنکا گھاس کا چُن لاتے ہیں اور اپنے گھوٹیلے بناتے ہیں تب برسات کے موسم میں فراغت سے اپنے بچوں کو لیکر سکھ سے رہتے ہیں اور حق تعالیٰ نے تجھ کو ایسا جانور قوی بنایا ہے اور ہاتھ پاؤں دیئے ہیں تجھ سے اتنا کام نہیں ہو سکتا کہ اپنے واسطے کوئی جگہ ایسی بنا رکھے کہ بارش میں پانی کی بڑچھاڑ سے اور ہوا کے جھٹکے اور جاڑے کے صدمے سے محفوظ رہے۔ بندر نے جب یہ سنا درخت کی بلندی پر نظر کی اور کہا سبحان اللہ! تم سکھ میں رہو اور ہم دکھ میں۔ جب مینہ کھلا بندر نے اُس درخت پر چڑھ کر جتنے کھودھے اُن کے تہیے سب اُجاڑ ڈالے اور بجے نیچے کرا دیئے *

ای بادشاہ! بے وقوف کو کُچھ بات بتائی اپنے اوپر اذیت اُٹھانی ہی۔
میں نے اُن کے بھلے کو نصیحت کی تھی۔ وہ سمجھے کہ ہمارے بادشاہ
کی اُھاٹ کرتا ہی۔ چاہتے تھے کہ مجھ کو پکڑ کر ماریں۔ میں اپنی
عقل کے زور اور خُداوند کے اِتمال سے بچ نکلا تھا لیکن اُنہی بات جو میرے
مُنہ سے نکل گئی کہ ہمارا بادشاہ کہتا ہی ہُدھد کو کس بے بادشاہ کیا؟
یہ بات سُن کر وہ غصے ہوئے اور لات مَکھی کرنے لگے۔ میں نے بھی اپنی
جوآن مردی سے دوچار کو ٹھوہکا *

قازے کہا ای نادان! عقلمند کو ہر ایک کام میں تحمّل کرنا بہتر ہی
جیسا کہ شرم و حیا عورت کا زُبور ہی ویسا ہی تحمّل مرد کی آرایش ہی۔
بگلا بولا خُداوند! جب جوڑو اور خصم ناہم لڑتے ہیں نہ عورت شرم کرتی ہی
نہ مرد تحمّل۔ قازے کہا ای بگلے! دانا وہ ہی کہ سمجھ کر کسی کام میں
ہاتھ ڈالے اور جو کوئی اکیلا ہو کر زور آوروں کے ساتھ لڑتا ہی فصیحت اور
رُسا ہوتا ہی۔ اگر تُو اپنی زبان نہ کھولنا تو اُنہی خُصّت نہ اُٹھاتا جیسا کہ
اپنی بے عقلی سے اُس گدھے نے مار کھائی اور رُسا ہوا *
بگلے نے پوچھا کہ اُس کا قصّہ کیوں کر ہی؟

نفل پارس ناتھ دھوہی اور اُسکے گدھے اور ھرن کی

قاز کہنے لگا کہ میں نے سنا ہی۔ دیپاپور شہر میں ایک پارس ناتھ دھوہی
تھا۔ قضاکار اُس کے گدھے کی پیٹھ پر بٹنہیں ایک زخم ما نمود ہوا۔ کوؤں

نے چونچلیں ایسی ماریں کہ گدھا بہت محروح ہو گیا۔ یہاں تک کہ کھانا پینا چھٹ گیا اور بہایت دُہلا ہو گیا۔ دھوہی نے دیکھا کہ دو تین روز جو اور اس کی پیٹھ کھلی رہتی ہی تو کتے اسے مار ڈالیں گے دھوہی سے کہا کڑی کپڑا ہو تو بے اس کے گھاؤ کو چھپاؤ۔ وہ بولی کہ شیر کا چھالا مدت سے ہمارے گھر میں بونہیں پڑا ہی۔ کہو تو نکال دوں۔ اُسے اس کی کمر پر ڈال دو۔ دھوہی نے خوش ہو کر گدھے کی پیٹھ پر گھاؤ کی حفاظت کے لئے باندھ دیا ورنہیں اُس کی شکل شیر کی سی دکھائی دینے لگی تب وہ گدھا گھر سے نکل کر کھیتوں میں چرچٹ کر کھانے لگا *

لوگوں نے جب اُس کی شیر کی سی صورت دیکھی جانا کہ یہ شیر ہی۔ گھر چھوڑ چھوڑ بھاگنے لگے گدھے نے جو کسانوں کے کھیتوں کو رکھواؤں سے سونا پایا تو چند روز خوب سا کھا کر موٹا تازہ ہوا۔ اِنْتَفَا اِیکٹ روز کسی کھیت میں اِیکٹ ہرن چرتا تھا۔ اُس نے جانا کہ یہ شیر ہی وہ بھاگنے لگا۔ گدھے نے اُس سے کہا تو ڈر مت میں شیر نہیں ہوں۔ ارادہ ملتا یہ ہی کہ تجھ سے دوستی کروں۔ ہرن نے بھی دریافت کیا کہ واقعی یہ شیر نہیں گدھا ہی۔ خیر دونوں میں دوستی ہوئی۔ اِیکٹ ہی جگہ شب و روز رہنے لگے۔ فراغت سے بے روک ٹوک لوگوں کی کھیتیاں کھایا کریں۔ کھلے بندوں جہاں چاہیں شیر کیا کریں *

قصاکار اِیکٹ دن کہیں چرتے چرتے وہ دونوں ایسے کھیت میں جا نکلے کہ وہ نہایت تروتازہ اور سبز ہو رہا تھا اور اِیکٹ کسان بھی اُس کی رکھوالی

کے واسطے وہاں بیٹھا تھا۔ اُس نے اُس گدھے کو شیر کی شہادت میں دیکھا تو اُس نے جانا کہ یہ باگھ ہی اُس کے ڈر سے کھیت کے پیغار میں جا چھا۔ بے دونوں خاطر جمع سے اُس کھیت میں چرنے لگے۔ یکایک گدھا وہاں خوش ہو کر رہنے لگا۔ ہرن نے یہ مکرہ آواز اُس کی سن کر اپنا چرنا چھوڑ کے اُدھر کان رکھا۔ گدھے نے پوچھا یار! تو کس واسطے چرنا چھوڑ کر چپکا کھڑا رہا؟ اُس نے جواب دیا کہ تم میرے احوال کو کیا پوچھتے ہو؟ اپنے کام میں لگے رہو۔ گدھے نے اپنے سر کی قسم دی کہ بھائی! سچ کہو۔ مجھ سے کون سی حرکت بنجا ہوئی کہ وہ تمہاری پریشانی کا موجب ہوئی؟

ہرن بولا ای یار! تیری خوش الحانی نے میرے دل کو مرنڈا کر ڈالا! ایک عشت کی سی حالت میری آنکھوں کے آگے پھر گئی۔ کیا ہی تو اُس وقت خوش الحانی سے گایا کہ تیر عشت کا میرے جگر میں ترازو ہو گیا!

گدھا بولا کہ بھائی! مجھے اب تک مطلق معلوم نہ تھا کہ تمہیں یہی علم موسیقی سے کمال بہرہ ہی۔ نہیں تو میں تمہیں اکثر سنایا کرنا۔ خیر جو ہوا سو ہوا آئندہ ایسا نہ ہوگا میں تمہیں ہر وقت سنایا کرونگا۔ سنتے ہو یار! میں دنیا میں بہت پھرا ہوں پر اپنے اس علم کا گاہک کسی کو میں نے نہ پایا جو اُس کو اپنا ہنر دکھائے۔ پھر ہرن قسم دیکر پوچھنے لگا کہ سچ بتا تیرا استاد کون ہی؟ گدھے نے کہا کہ میں اوائل میں اکثر ایک ندی کے کنارے جایا کرتا تھا۔ وہاں بہت سے میڈکٹ راکٹ کے چرچے میں رہا۔

نقل قاز اور ھُدھ کی

کرتے تھے۔ میں نے یہ سوز بڑی محنت سے سیکھا ہی۔ یہ بات سنکر وہ بہت ہنسنا اور کہا کیوں نہ ہو جب تم ایسے بزرگوں کی خدمت میں رہے تب ایسے صاحبِ کمال ہوئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے گھر پہنچکر خاطر جمع سے میں سونگا۔ گدھے نے کہا بھائی! جو تم متوجہ ہو کر گھر میں سونو گے تو میں دل کھول کر گاؤنگا اور اچھے اچھے دھرید سناؤنگا۔ بالفعل اگر کہو تو آہستے آہستے تمہارے سامنے کچھ گاؤں *

ھرن نے جواب دیا کہ ای یار! اگر تو اس وقت گاؤنگا تو اپنی پردہ دری آپ ہی کریگا۔ وہ بولا گانیوالے کو تو جاں کنڈنی ہی اور سنے والے کو راحت۔ تو سنیگا میں گاؤنگا۔ اس میں کیا بُرائی ہی۔ ھرن نے پھر صریحاً کہا کہ اس وقت بولنا تیرے حق میں خوب نہیں۔ اُسے کچھ عقل تو نہ تھی کہ اشارہ کنایہ سمجھے بلکہ وہ گدھا اپنی حماقت سے یہ سمجھا کہ اگر میں نہ بولوں تو یہ جانیکا کہ جھوٹا ہی۔ اپنے منہ کو کھول کر بڑے زور شور سے رینگنے لگا۔ ھرن اُس کی مصاحبت سے متنفّر ہو کر بھاگا کسان جو چپکا خندق میں چھپا ہوا تھا۔ اُس کی آواز سنکر نہایت خوش ہوا اور جانا کہ یہ گدھا ہی ایک لٹیر دوڑا اور پھرا پھرا کر پانچ چار ہاتھ ایسے مارے کہ اُس کا سر پھٹ گیا اور کھوپری چور ہو گئی *

پھر قاز نے کہا ای بگلے! اسی واسطے میں نے تجھ سے کہا کہ انسان کو لازم ہی کہ ہر وقت اپنی زبان قابو میں رکھے اور کوئی بات بیہودہ نہ کہے۔ اب سچ کہہ کہ تیرے اور ھُدھ کے نوکروں کے درمیان اور کیا کیا

ملکر میرے تیں بہت سا مارا اور اپنے بادشاہ کے پاس پکڑ کر لے گئے۔
 اُس نے پوچھا۔ اِس سَفید پوش کو تُم کہاں سے پکڑ لائے؟ اُنہوں نے کہا
 خُداوند! یہ نِزا "کھٹ پچرا" اور فتنہ انگیز ہی پھر پوچھا کہ یہ رہنے والا
 کس ولایت کا ہے اور یہاں کیوں آیا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ خُداوند!
 یہ قاز کے مُلک میں رہتا ہے اور اُس نے اُس شہر کا بھید لینے کے واسطے
 بھیجا ہے۔ اُس کا ارادہ ہم کو اِس کی گتگو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ
 وہ آپ کی ولایت کو بھی لیا چاہتا ہے *

ہدھد نے کہا پوچھو تو اُس حرام خور شریر سے کہ تیرے بادشاہ کا کیا ارادہ
 ہے اور تجھے یہاں اُس نے کیوں بھیجا ہے؟ غلام نے عرض کی کہ حضرت!
 میرے خُداوندِ نعمت کا کئی برس سے ارادہ دلی یہی ہے کہ تمہارے
 مُلک پر چڑھیں اور تُم سے آکر لڑیں لیکن جو راہ بائ سے واقف نہیں
 ہیں اِس لیے اب نکتِ توقف ہوا سو اب میرے تیں لشکر کے اُترنے کی
 جگہ تلاش کرنے کو بھیجا ہے اور بدہ اُن کے مُلازموں میں سے ایک ادا
 ملازم ہے اور یہ آپ نے سنا ہوگا کہ اگر بکری ہمارے بادشاہ کا اُسر لے
 تو کسو بلیک کا مقدر رہیں کہ اُس کی طرف دیکھے اِنے میں کرگس نے
 جو وزیرِ اعظم ہدھد کا تھا آکر مجھ سے پوچھا کہ تیرے بادشاہ کا وزیر کون
 ہے؟ میں نے کہا سُرخاب۔ کرگس نے کہا البتہ ایسے بادشاہ کا ایسا ہی
 وزیر چاہیئے کہ ہم شہری ہو جیسا حکماؤں نے کہا ہے اگر کوئی وزیر اپنا
 کرے تو اُس کو لازم ہے پہلے دریافت کرے کہ بزرگ زادہ اور عالم سے

طَمَع اور ہم شہری اور صاحبِ ہمت ہو اور خُدا کا خوف بھی دین رات اپنے دل میں رکھتا ہو۔ اُس مجلس میں جو ایٹک توتا دانا نام تھا اتنے میں اُس نے آگے بڑھ کر اپنے بادشاہ ہُدُود سے عرض کی کہ مُلک قاز کا شاملِ صوبجات بادشاہی کے ہی چند رور سے قاز از راہ سرکشی کے بھی ہو اپنے تصرف میں لایا ہی اگر اُس پر کچھ نوج تعین فرمائے تو اقبال بادشاہی سے ہاتھ آنا اُس مُلک کا یہاں تک سہل ہی ہے۔ یہ بات سُکر میسرے نش ہنسی آئی اور میں نے کہا ای بادشاہ!

جو باتوں میں سب کام ہوتا مہسّر

بظامی قدم اپنا رکھتا فلک پر

اگر صرف اُس توتے کے کہنے سے وہ مُلک تمہارا ہو گیا تو ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ شہر ہمارا ہی توتے نے کہا ہی بگے۔ ^{aspirer} بر محل جو ایٹک حجام جھوٹے بولا تو اُسے فائدہ ہوا تو جو بے موقع جھوٹے کہتا ہی تجھے کیا نفع۔ میں نے پوچھا اُس حجام کو کیا فائدہ ہوا اور اُس کا قصہ کیوں کر ہی؟

^{aspirer}
نقل ایٹک حجام اور اُس کی فاحشہ جو رو کی

توتے نے کہا میں نے سنا ہی کہ کسی شہر میں ایٹک حجام رہتا تھا اُس کی جو رو نہایت خوبصورت تھی لیکن بڑی فاحشہ شب و روز بدکاری میں مشغول رہتی اور خاوند کے کہنے کو ہرگز خاطر میں نہ لاتی اور اپنی بد چال سے بازار نہ آتی ہر چند اُس نے نصیحت بہت کی پر اُس کے دل

پر کچھ تاثر نہ کی جب دیکھا کہ قابو میں نہ رہی تب اپنے گھر سے لاجار
 ہو کر نکلا اور کسی گاؤں میں جا پہنچا اور اُس کے سردار سے ملازمت کی۔
 اُس نے پوچھا تو کون ہی اور تیرا نام کیا ہی اور یہاں کس لڑکے سے آیا
 ہی؟ اُس نے کہا غریب پرور! ذات کا میں حجام ہوں نام میرا پرگوتم
 ہی اپنے گھر سے نوکری کے لڑکے نکلا ہوں لیکن اب یہ چاہتا ہوں کہ اگر
 آپ پروانگی دیں تو تمہارے گاؤں میں رہوں۔ اُس نے کہا خوب ہوا جو
 تُو نے مجھ سے ملاقات کی۔ مجھ کو بھی ایٹک حجام درکار تھا اب تو
 میرے پاس یہاں رہا کر جس میں تیری پرورش ہوگی سو فکر میں کروں گا۔
 حجام نے کہا حضرت! اس علم کے رکھے میں ایٹک تباحث ہی جو
 اُس پر نظر نہ کیجئے تو حضور میں رہے۔ اُس نے پوچھا وہ کیا ہی؟ کہا
 خداوند! جوڑو اس شخص کی بدکارہ ہی۔ مردوں کے ایشیئین مل ڈالتی
 ہی۔ اس بات سے وہ متعجب ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ نامعقول حرکت
 اُس سے کیونکر سرزد ہوتی ہی؟ حجام نے کہا کہ وہ عورت نہایت حسین
 ہی۔ اچھی پوشاک پہن کر دروازے پر کھڑی ہوتی ہی اور ہر ایک مرد
 کو اپنے حسن پر لہاتی ہی جو کوئی اُس کی طرف رغبت کرتا ہی ایسے
 وہ اپنے گھر میں لیجاتی ہی جب وہ مرد مشغول ہوتا ہی تب وہ عورت
 چالاک اُس کی آنکھ بچا کر اپنا مطلب حاصل کر لیتی ہی *

وہ یہ سن کر بہت خوش ہوا کیونکہ وہ بھی اس مرض میں اپنی عورت
 کے ہاتھ سے گرفتار تھا کہنے لگا کہ اس شہر میں بعضے بعضے بد بخت

حرام زانے رھتے ھئیں۔ بیگانی عورتوں پر نظر رکھتے ھئیں جو تو اپنے قبیلے کو یہاں لارکھے تو اُس کے سبب اُنہ بد ذاتوں کی یہاں سے جرکت جاوے۔ حجام نے قبول کیا تب اُس رئیس نے کچھ روپی راہ خرچ اُسے دیکر رخصت کیا *

وہ اپنی عورت کو لایا اور اُس گاؤں میں رھنے لگا جب گھر سے نکلتا تب ہر ایک مرد سے اپنی رنٹی کی خصلت بیان کیا کرتا اور جب گھر میں آتا تو عورت سے کہا کرتا کہ ای نیٹ بخت! ہم کس ملک میں آئے اور یہ عجیب طرح کا گاؤں ہی کہ یہاں کے مرد خوجے ھئیں *

بعد کئی روز کے اُس عورت نے پھر اپنے قدیم شیوے پر کمر باندھی۔ بعضے جوان جو اس خیال میں رھتے تھے سو آپس میں کہنے لگے کہ حجام کی رنٹی نے شکار کے لیے جال بچھایا ہی پائی نے جو کہا تھا سو سچ نظر آتا ہی۔ ایک اُن میں جو سب سے دانا تھا کہنے لگا کہ یارو! خبردار کبھی اُس کی رنٹی کے پاس نہ جانا کہ وہ آدمیوں کو اس ڈھب سے مار ڈالتی ہی۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ اس بات میں مجھے تو صرف شرارت ^{mischievous} حجام کی معلوم ھوتی ہی۔ ایسی حسین عورت کو جو چھوڑوگے تو قیامت نکٹ اُس کی حسرت دل میں رہ جائیگی۔ اُس کی بات سنکر سب نے کہا کہ یہ سچ ہی لیکن اُس کو پہلے تو ہی جاکر آزما۔ وہ بولا بہت دیر کیا مضامین پہلے میں ہی جاؤنگا پر ایک کام کرو کہ اپنی سی رتی کا ایک پیرا ^{میرا} کچھ ^{میں} یا نہ جو ^{میرا} دوسرا ^{میں} پیرا ^{میں} اُنے ہاتھ میں لیکر پھر کھڑے

رہو۔ مٲن اُس کے پاس جاوٲگا اگر معاملہ بیدول دیکھوٲگا تو غل مچاوٲگا۔
 تٲ جلدی سے مٲجھ کو کھینچ لیجو جب دن گیا اور رات آئی تب اُنھوں
 نے اُس جوآن کی کمر میں ایٹک مصوط ڈوری باندھ کر کہا کہ تو اب بے

دھڑک چلا جا۔ ہم یہاں کھڑے ہئیں *

جب وہ گھر میں گیا اور بعدِ اخلاط کے اُس سے مشغول ہوا تب اُس
 عورت نے ایسے دل میں یہ خیال کر کے ہاتھ دڑایا کہ دیکھوں تو جو
 میرے شوہر نے کہا تھا سو جھوٹ ہی کہ سچ۔ اُس کا ہاتھ لگنے ہی جوآن
 اچھلا اور غل مچا کے لگا کہ یارو! جلد کھینچو نہیں تو جان میری مفت
 گئی۔ اُس کا شور مٲتے ہی یاروں نے باہر سے دھر گھسیٹا وہ جوآن کھستتا
 اور دیواروں کی ٹکریں کھاتا ہوا حواس ناخج باہر پہنچا۔ یاروں نے دیکھا
 کہ ہاتھ پاؤں میں سخت جوت آئی اور بدن کی کھال زمین کی رگر سے
 اڑ گئی اور سر سے لہو جاری ہی۔ ایسی حالت اُس کی دیکھ کر بہت
 ڈرے اور گھبرائے اور پوچھنے لگے کہ کہو کبا حالت تٲ پر گدري؟ وہ بولا
 کہ جو حجام نے کہا تھا سو جھوٹ نہیں کوٲی دن کی زندگی باقی نہی جو اُس
 کے ہاتھ سے سلامت بچ نکلا اُس عیش و عشرت سے مٲن درگزر نہ کر سکا
 مٲجھ کو میرے گھر پہنچاؤ۔ یاروں نے اُس کی بغلوں میں ہاتھ دیکر اُس
 کے گھر پہنچا دیا *

اُس کا باب اپنے بٲیے کی یہ حالت دیکھ کر پوچھنے لگا کہ اُس کا یہ
 کیا حال ہے؟ یاروں نے کہا کہ ہم سب ایٹک شکار کے پیچھے دوڑے تھے۔

اُس کے ٹھوکر لگی گر پڑا۔ چوٹ آگئی ہم لچار ھیں اِس میں کُچھ ھمارا
 قُصور نہیں۔ اُس حُجّام نے بھی کِسے طرح اُس رُوداد سے واقف ھوکر صُبح کے
 وقت اُس جَوّان کے گھر گیا اور آئینہ دیکھلایا۔ اُس کے باپ نے کہا خوب
 ھوا جو تو بن بُلّائے آیا والا میں ابھی تُجھ کو بُلّوایا چاھتا تھا۔ میٹرا لڑکا
 کل کِسی شِکار کے پیچھے دوڑا تھا بڑی ٹھوکر کھائی۔ اُس کے ہاتھ پاؤں اور
 سر میں سخت چوٹ آئی ھی۔ جتنے روپی درکار ھوں لیجئے اور اُس کی
 دوا جلد کیجئے اُس نے اُس کے باپ سے خاطر خواہ روپی لیٹے اور اُسے
 کُچھ دوا دیکر اپنے گھر چلا آیا۔ بعد اِس واردات کے اُس کی عِزّت تائب ھوئی
 اور وہ دو تُوں تمام عُمَر خوش و خرم آپس میں رہے *

پھر توتا بولا ای بگلی! تُجھ کو اتنا جُھوٹھ بولنے سے کیا حاصل؟ تو نہیں
 جاننا کہ جھوٹھی باتیں ایمان کو کھوٹی ھیں۔ معاذ اللہ! جس کو جُھوٹھ
 بولنے کی عادت ھو اُس کی بات پر کوئی اِعتماد نہیں کرتا اور اُس کے کام
 کو کوئی سچ نہیں جاننا۔ میں نے کہا کہ سچ اور جُھوٹھ بولنا میٹرا تب
 تُجھے معلوم ھوگا کہ میرے اور تیرے بادشاہ کے درمیان جب لڑائی
 ھوئی۔ خاطر جمع رکھو۔ چند روز میں اُنھاری بڑرگی بھی معلوم ھو جائے
 ھی۔ ”ہاتھ کنگن کو اُرسی کیا“ *

یہ بات سُنکر ھدھد ھنسا اور کہنے لگا کہ جا تو اپنے بادشاہ کو تھم
 کر کے سامان لڑائی کا تیار کرے۔ میں نے کہا کہ حضرت! بادشاہ میری بات
 کو تھمے گا اور نہ لڑائی کا اُکر تم کو کُچھ لڑائی کی تاب و طاقت اور طرّانہ ھی

تو ایک ایلچی کے ہاتھ پیغام پہنچا دیا۔ ھدھد نے توتے کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ کیا بکتا ہے؟ اُس نے عرض کی کہ خُداوند! یہ جو بات کہتا ہے سو معقول کہتا ہے آپ کا دھیان اور طرف ہی تب ھدھد نے فرمایا کہ ہمارے یہاں قابل ایلچی گری کے کون ہی دریافت کرو *

کرگس وزیر نے عرض کی کہ جہاں پناہ! ایسے شخص کو بھیجیے کہ جس میں علم اور رسائی جلم اور بے طمعی صلاحیت اور ایمان داری جرأت اور دلیری خلق اور دانائی یہ سب وصف پائے جاویں اور جس بادشاہ کے روبرو جاوے خوف اپنی جان کا نہ کرے اور سمجھ بوجھ کر جواب سوال کرے ھدھد نے کہا کہ اِس کام میں سولے تیرے مہری خاطر جمع کسی سے نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تو جا اور جواب سوال کر آ۔ کرگس بولا۔

غریب یواز! بندہ آگے ہی عرض کر چکا ہے کہ ایلچی اُس شخص کو بھیجیے جو دلاور صاحب شعور خوش تقریر ہو اور گفتگو کا سلیقہ بھی درست اور ہر ایک زبان میں مہارت رکھتا ہو اور بیہودہ گوئی نہ کرے اور ایسی بات نہ کہے کہ جس میں اپنے خاوند کی سبکی ہو اور بادشاہ کے کلام میں اپنی جان کا صرف نہ کرے۔ یہ باتیں توتے میں پائی جاتی ہیں۔ اِس کام کے لئے یہی ہی اسی کو بھیجا چاہیئے *

یہ بات سنکر سب حاضران مجلس نے بھی پسند کی کہ واقعی سوا اِس کے کوئی ایسا نہیں کہ جس میں یہ سب صفاتی ہوئیں تب ھدھد نے توتے سے کہا تو بگلے کے ساتھ قاز کے پاس جا اور کہہ کہ تو جو اتنی شکوہ کرتا

ہی اور اپنے تین بادشاہوں میں گنتا ہی۔ کیا میرا ڈر تیرے جی میں
مطلق نہ رہا اور اپنے تین اتنا ٹھہلا کہ ہمسری کا دعوا کرنے لگا ! اگر اپنا
بہلا چاہتا ہی تو شاہ ہدھد کی خدمت میں حاضر ہو اور عذر خواہی
کر یا کچھ تحائف پیش کش کے طریق سے بھجوا۔ یہی تو ہاتھی اور
گھوڑوں کے پاؤں کے تلے روندنا جائیگا اور ملک تیرا ویران ہو جائیگا *

تو نے عرض کی کہ میں نے بادشاہ کا حکم سر کے زور قبول کیا لیکن
اپنے کم ظرف کے ساتھ جانا ہرگز مناسب نہیں جیسا کہ اُس ہنس نے
کوئے کی رفاقت میں اپنی جان دی میں بھی وہی صورت اپنی دیکھوں گا۔
ہدھد نے کہا کہ اُس کا قصہ کیوں کر ہی ؟

نقل ایک مسافر اور ہنس اور کوئے کی

توتا نولا کہ اچین شہر کے رستے میں بدی کمارے ایک بڑا سا درخت
گولر کا تھا اُس کی ڈالیوں پر ہنس اور کوآ دونوں بیٹھے تھے۔ اتفاقاً ایک
مرد مسافر تیر کمان لیٹے ہوئے مارے دھوپ کے اُس کے تلے آ بیٹھا۔ راہ
کی ماندگی سے اُس کی تھنڈھی چھاؤں میں بے اختیار سو گیا جب
آفتاب سر پر آیا اور دھوپ پتوں سے چہن کر اُس کے منہ پر پڑی تب
ہنس نے اُس پر ترس کہا کر کوئے سے کہا۔ اُس بڑھئی کے منہ کو دھوپ
لگتی ہی تو اپنے پر پھیلا کر اُس ٹہنی پر جا بیٹھا کہ جہاں سے دھوپ اُس
کے منہ پر پڑتی ہے۔ کیوں کہ راہ کا تھکا جاندہ آیا ہی ٹک آرام کرے۔

کوئے نے کہا اگرچہ یہ کام ثواب کا ہی پر مجھے درکار نہیں جو میں اپنے اوپر اتنی محنت و مشقت اٹھاؤں۔ یہ ثواب تو ہی لے۔ ہنس اُس کے فریب کو نہ سمجھا ووبہیں اُس ڈالی پر مسافر کے منہ پر چھاؤں کر بیٹھ رہا *

اتفاقاً وہ مسافر منہ کھولے ہوئے سوتا تھا۔ وہ حرام خور شریر کو اُس کے منہ میں پبخال کر کے وہاں سے ایک الگ ٹہنی پر جا بیٹھا۔ گرم گرم پبخال جو اُس راہ گزر کے منہ میں گری نو چوٹ پڑا اوپر ہنس کو دیکھ کر غصے سے کہے لگا کہ یہ اسی کا کام ہی۔ جلدی سے چلا کمان پر چڑھا کر ایسا تیر مارا کہ چھاتی سے دوسار پھوٹ گیا *
پھر توتے نے کہا ای خداوند! کمینے کی محنت خدا کسی بندے کو نصیب نہ کرے کیوں کہ نزرگوں لے کہا ہی

بدوں کے ساتھ تو کم بیٹھ کیوں کہ صحبت بد
اگرچہ پاک ہی تو تو بھی وہ پلید کرے
چنانچہ حلوہ خورشید ہی جہاں کے بیچ
پر ایک لکھ انر اُس کو نا بدید کرے

اور اُس بات کو ہر ایک سے کہتا ہوں کہ بد کی صحبت سے اپنے تئیں بچائے رکھے اور سچ ہی کہ برے کی رفانت سے کچھ بھلائی نہیں ہوتی۔
خداوند نے کہا کہ ای توتے! میں تجھے نہیں کہتا کہ تو بگلے کے ساتھ رہا کر۔ جو حال تیرا اُس ہنس اور کوئے کا سا ہوئے۔ تجھ کو بہت دین

اُس کی صحبت میں رہنا نہ پڑیگا۔ تھوڑے دن کے لیئے ضرور ہی کہ اُس کے ساتھ رہے۔ تو نے کہا خُداوند! آپ چند روز کے واسطے کہتے ہیں وہ صوفی بیکارہ ایٹک شب کی صحبت میں رُسا اور فصیحت ہو گیا۔ ہُدھدے پوچھا کہ اُس کا قصہ کیوں کر ہے؟

memorization

نقل ایٹک کمینے اور صوفی اور اھیرنی کی

تو نے کہا سنا ہے کہ ایٹک کمینہ بد اصل کہیں راہ میں چلا جاتا تھا۔ اتفاقاً ایٹک صوفی سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے پوچھا کہ ای یار! تو کہاں جاتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ گجرات اور وہاں سے اُجین جاؤنگا۔ کہا کہو تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔ مجھے بھی وہاں جانا ہے۔ یہ بولا میرے سر آکھوں پر۔ انشاء اللہ تعالیٰ بخیر خوبی تجھے منزل مقصود کو پہنچا دوں گا۔ صوفی کچھ راہ خرچ لیکر اُس کے ساتھ ہو لیا جب آفتاب کا گردِ معرب کے تنور میں لگا اور شب نے اپنے چہرے پر تاریکی کی چادر تائی۔ وہ دونوں ایٹک گانٹوں میں جاکر کسی بننے کی دوکان میں اتر پڑے۔ اتنے میں کوئی اھیرنی دھینڈی سر پر لیئے ہوئے آکلی اور اُن دونوں سے کہنے لگی کہ میرا گھر یہاں سے بلے پر ہے اگر تمہاری مرضی ہو تو میں بھی رات کی رات وہ جاؤں؟ وہ بولے کہ بہت اچھا کچھ مضائقہ نہیں۔ جگہ ڈھیر ہی۔ اپنی دھبی کی ہانڈی ہمہارے پاس رکھدے۔ تو اندھر سو رہے۔ یہاں کتے بہت ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تیرا دھبی کھا جاویں۔ اھیرن تو ہانڈی اُٹھیں

سوئپ کر آب سو رہی۔ کمینے نے آدھی رات کو اُٹھ کر ہانڈی کا دھي
 چٹ کیا اور تھوڑا سا صوفي کے ہاتھ مَنہ میں لگا کر چُپ چاپ سو رہا
 صُبح کو یے تینوں اُٹھے اور اھیرنی نے دیکھا کہ ہانڈی میں دھي نہیں۔
 لگی اپنا سر پیٹے اور دونوں کا مَنہ دیکھے۔ جب خوب دھیان کیا تو
 دیکھا کہ صوفي کا ہاتھ اور مَنہ دھي سے بھرا ہی۔ کچھ پوچھا نہ گجھا اُٹھتے
 ہی صوفي کی ڈاڑھی پکڑ کر لگی خوب لتیا نے اور غل مجھے کے ٹو نے ہی
 میرا دھي کھایا ہی اور ہانڈی کو پھوڑ کر اُس کا گھیرا گلے میں ڈال دیا
 اور بازار میں لا کھڑا کیا۔ اگر میں بگلے کے ساتھ جاؤںگا تو میرا بھی ویسا
 ہی حال ہوگا تب میں بولا ای تُوے! کتنی مکلیں گُذراؤںگا اور کیا کیا
 عُدراؤںگا۔ کچھ اندیشہ نہ کر میرے ساتھ چل۔ میں غلاموں کی طرح تیری
 خدمت کرتا چلوںگا تو نے آج تک مجھے نہیں پہچانا *

تُو نے کہا تیری بھل منسی اور خوبی اسی سے معلوم ہوتی ہی کہ تو
 دو بادشاہوں میں قصیدہ کروایا چاہتا ہی اور تو جو مجھے اپنے ساتھ چلنے
 کو کہتا ہی اگر میں تیرے ساتھ چلوں تو میرا حال بھی اُس کُھار کا سا
 ہوگا۔ میں نے کہا کہ وہ نقل کیوں کر ہی؟

نقل نروتم کُھار اور اُس کی جوڑو بدکارہ کی

بتوتا بولا کہ میں نے سنا ہی کہ بدائیں شہر میں نروتم نامے کُھار رہتا تھا
 اور جوڑو اُس کی بدکارہ تھی لوگوں سے ہمیشہ لڑا کرتی۔ اُسکے ماہا بپے

بہن بھائی آئیں پھر سمجھایا کرتے کہ بیٹا! تیری جو رو کے لچھن بہت بُرے
ہیں۔ وہ مورکھ ہرگز اُن کے کہنے کو ناور نہ کرتا *

اتفاقاً ایک دن اُس نے اپنی عورت سے کہا کہ میں تیرے باپ کے گاؤں
جاتا ہوں۔ تین دن میں آؤں گا تو گھر سے جو کس رہنا۔ ایسا نہ ہو کہیں
جوڑ آہڑیں۔ اُس نے ایک تہنڈھی سی سانس بھر کر سر جھکا دیا اور رو رو
کر کہے لگی کہ تم تین روز کے آئے کا امرار کرتے ہو اور مجھے تمہاری جدائی
میں تین روز تین برس کے برابر ہیں اُس کو روتا دیکھ کر وہ بھی آنکھوں
میں آنسو بھر لایا اور عاجزی سے کہنے لگا کہ مجھ کو تو اپنے پاس ہی
جانئو۔ میں جب تک تجھ کو نہ دیکھوں گا دانا باپی مجھے خوش
نہ آؤں گا *

یوں اُسے سمجھا بُجھا کر چلا گیا۔ کوس چار ایک پر جا کر یہ خیال اُس
نے اپنے جی میں کیا کہ کمہارنی کو میں روتا چھوڑ آیا ہوں کہیں ایسا
نہ ہو کہ وہ اپنے تیں میری جدائی کے خلجے سے جوہر کرے اور دل میں
کہنے لگا کہ خدا جانے یہاں سے گھر پہنچنے تک میں اُسے جیتا پاؤں یا نہ
پاؤں۔ یہ سوچتے ہی اُلٹے پاؤں پھرا۔ اُس کی جو رو نے کیا کیا کہ! جب
وہ گھر سے نکلا۔ دن دو پہر ہی ایک کٹ مست کو کہیں سے لائی اور اپنی
کوٹھری میں لے جا کر عیش کرنے لگی۔ پھر ایک رات رہے وہ گمہار پھر
آیا۔ کوٹھری کے پتے پڑے دیکھ کر جانا کہ کوئی غیر مرد اس گھر میں ہی
اور اُس نے، آہستہ سے پانی *

یہ سبجہ کرؤ آہستے آہستے گھر کی تٹی کے بجے ہو کر کسی طرح پلنگ کے تلے گھس گیا۔ گمہار نے بھی پاؤں کے کھٹکے سے جانا کہ میرا خاوند چار پائی کے بجے آکر دنک رہا ہی۔ عین وصل کی حالت میں اپنے یار سے پُکار پُکار کر کہنے لگی ای مرد! تو نے کہا تھا کہ میں ایمان دار ہوں ایسا نہ ہو کہ اب بے ایمان ہو جاوے اور تو جانتا ہی کہ جو میں نے تیرے ساتھ شرط کی ہے۔ یارے بھی اُس کے اظہار سے معلوم کیا کہ اس بات میں کچھ فی ہے اور اس چار پائی کے بجے کچھ نہ کچھ ہی تو چپکا ہو وہ دیکھ تو یہ عورت کیا کرتی ہے؟ پھر وہ بولی کہ میں نے تجھ کو کہا تھا کہ میرا خاوند گھر میں نہیں ہی تو دو تین دن میری حویلی کی بگہبانی کر اور تو نے کہا تھا کہ تو مجھ کو کیا دیگی؟ میں نے وعدہ کیا تھا کہ اپنے خاوند کے باغ سے ایک گلدستہ خوش بودار پھولوں کا بنا کر تجھ کو دوں گی لیکن پھر اسی وقت میں نے اُس اقرار کا انکار کیا اور یہ بھی کہ دیا تھا کہ اگر تو کچھ پیسا نکا مانگیگا تو ایک دمڑی نہ پائیگا پھر تو نے کہا تھا کہ میں کچھ نہیں چاہتا بھلا کسی وقت رات کو اپنی پانٹنے لیٹ رہے دینا میں نے اس شرط پر قبول کیا تھا کہ میرے خاوند کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ۔

تب مرد بولا کہ ای نیکت بخت! میں ایسا دغا باز بے ایمان نہیں ہوں کہ پرائی چیز پر ہاتھ ڈالوں اور جس کی بات کا ٹھکانا نہیں اُس کے ایمان کا بھی نہیں۔ جیسا تجھے اپنے خاوند کا ڈر ہی ویسا ہی مجھے

خُدا کا خوف ہی - میں نے اِس عمر میں بہت سیر کی ہے پر تجھ سے
عورت ستوتی اور دیانت دار کہیں نہیں دیکھی - اسی عصمت و پارسائی
کے سبب سے تیرا خاوند تجھے چاہتا ہے *

رنڈی نے کہا کہ تو جو اتنی تعریف میرے صلاح و تقویٰ کی کرتا ہے میں
کس لائق ہوں پر شب و روز خُدا کی درگاہ میں یہی دُعا مانگتی ہوں کہ
میرے اپنے خاوند کے کسی غیر مرد کا منہ نہ دیکھوں - پھر بُولی کہ ای جوان!
مجھے کہ یہ چار بائی کیوں ہلتی ہے کیا تو ہلاتا ہے؟ بولا ہاں - وہ بُولی
کیوں؟ وہ بولا کہ مجھے کسی مرد کے پاؤں کی آہٹ تجھ معلوم ہوتی ہے
سو اِس لیے ہلاتا ہوں تا کہ وہ جانے کہ چوکیدار جاگتا ہے *

عورت نے کہا اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو خوب زور سے ہلا جو اُس کی
آواز سُکر چور چور گھر میں آیا ہے سو بھاگ جاوے - مرد نے ویسا ہی کیا
جو رنڈی نے کہا تھا - اِنے میں جھپرکٹ کا ایک پایا ٹوٹ گیا - کُمار نے
جلدی اپنے ہاتھ کے آسرے پر تھام لیا گرنے نہ دیا - تمام شب وہ سہارا
دیئے بیٹھا رہا اور یہ دوڑتوں عیش کرتے رہے جب صبح ہوئی گھر والے نے
جھپرکٹ کے پیچھے سے نکل کر اُس جوان کو گلے لگا لیا اور کہا امی یار!
مَد رحمت تجھ کو اور تیرے ماباپ کو کہ جیسی تو نے میرے مال کی
اور گھر بار کی حفاظت کی ویسا ہی خُدا تیرے ایمان کا نگہبان رہے -
تجھ سے صالح اور پُرہیزگار کہیں نہیں دیکھا شاید کہ جہاں تیرے

یہ کہہ کر کچھ روپی بہ طریقِ نذر اُس کو دیئے اور رخصت کیا پھر اپنی جورو کے لگا پاؤں پڑے اور اُس کی عصمت پر صد آفریں کرنے اور دعائیں دیئے اور کہنے کہ جیسی تو ہے میری ڈاڑھی کی شرم رکھی خدا تجھے ویسی ہی جزا دے *

عورت بولی کہ شکر ہی خدا کی درگاہ میں جو انکٹ تیری فرمان برداری میں مجھ سے قصور نہیں ہوا اور شب و روز پہی چاہتی ہوں کہ خدا تیرے سامھے مجھ کو زمین کا پتھوہ کرے کہ اُسی سے میری دونوں جہان میں سرخروئی ہی *

یہ قصہ تمام کر کے توتے نے مجھ سے کہا کہ جیسا کہ وہ کمہار احمق اپنی عورت کی بدکاری آنکھوں سے دیکھ کر اُس کے مکرو فریب میں آگیا۔ میں ونسا بیوقوف نہیں جو تیری میٹھی باتوں پر بھول جاؤں اور جہاں تو لگجاوے چلا جاؤں۔ میں نے کہا وہ کمہار بہایت دانا تھا۔ اگر تجھ سانادان ہوتا تو اپنی عورت کا بھید ظاہر کرتا تو رٹنی سمیت ابے ہم چشموں میں رسوا ہوتا اور وہ دونوں عمر بھر ساری خلقت کے انگشت نما رہتے۔ اگر وہ برداشت نہ کرتا تو غصے سے کسی کو مارنا یا آپ مر رہتا *

توتا بولا کہ تو مجھ سے کہتا ہی کہ اگر وہ تجھ سا ہوتا تو وہیں خُون خراب کرتا۔ شکر خدا کا کہ مجھے حق تعالیٰ نے آج تک ہر ایک بُری بات سے بچا رکھا ہے اور اب تلک ایک خُون بیوی میرے ہاتھ سے نہیں ہوا اور تو اپنے ^{میں} ناحق ہر روز کرتا ہی کہ میری عقل میں نہیں آتی۔ چلا

یہ تو کہہ۔ خدا کو کیا مہمہ دیکھاویگا اور کوسسی دبل اپنے بچاے کے لئے لاویگا؟ میں نے کہا تو ہمیں دیکھتا میں پانی میں جب پاؤں رکھتا ہوں تو کیسا ہولے ہولے چلتا ہوں کہ مبادا میرے پاؤں تلے کوئی جی آجاوے۔
توتا بولا ای دغا باز۔ تیرا ہولے چلنا فریب سے خالی نہیں۔ پانی میں تو یوں آہستے آہستے چلتا ہی کہ کسی کو صدمہ نہ پہنچے لیکن جیتی مچھلیوں کو بے تاثر لگ جاتا ہی *

جب ھدھد نے دیکھا کہ دونوں کی تقریر میں سراسر خلاف ہی اور
توجیہ دونوں کی درست ہی تب خانساماں کو فرمایا کہ بگلے کے واسطے سات پارچے کا خلعت جلد لاؤ۔ میرسامان نے جلدی سے چوکوٹے میں لگا حضور میں لا حاضر کیا۔ پادشاہ نے مجھے خلعت دے اور خاطر داری کر رخصت کیا اور کہا۔ تو آگے چل۔ میں تیرے پیچھے تڑتے کو بھی تازکے پاس بھیجتا ہوں۔ میں دو تین روز کے درمیان حضور میں آکر حاضر ہوا پھر کھڑے ہو کر ادب سے کہے لگا پرسو مرشد! آپ غافل کیا بیٹھے تھیں۔ لڑائی کی تیاری کیجئے۔ ھدھد جنگ کے ارادے پر فوج لیئے آتا ہی۔ کوئی دن کو یہاں آن پہنچا۔ یہ بات سکر قاز اور اس کے وزیر سرخاب نے سنس دیا اور بگلے سے نہ طور رمز کے کہنے لگے۔ کیا خوب! تو اتنی مدت کے سفر میں یہ کھنڈ لایا۔ بگلے نے عرض کی جہاں پناہ! آپ
میں نہ مانیں جو باتیں سچی اور خیر خواہی کی تھیں سو میں نے خدمت میں گداؤں کی۔ آگے جو موزی خداوند کی ہو سو بہتر۔ پادشاہ

نے نگلے سے کہا کہ جتنے تمہارے بھائی سدھیں سپہوں کو جمع کر کے ہمارے پاس لاؤ ہم اُن کو نوکر رکھیں گے *

یہ بات سُکر بگلا بہت خوش ہوا اور قار سے رخصت لیکر گھر آیا اور اپنے سب بھائیوں کو اور برادری کے لوگوں کو جمع کرے لگا تب سُرخاب نے قار سے عرض کی کہ خُداوند! اب سے بد باطن فریبی کو سرکار میں دخیل کرنا نامناسب ہی۔ قاز نے سُرخاب کی بات کا جواب نہ دیا اور یہ کہا کہ ایسا ماجرا ہم نے اپنے بُرگوں سے کبھی نہیں سنا تھا سو اس کی زبانی سنا شاید یہ بات سچ ہو۔ اب تو ایسی فکر کر کہ دشمن غالب نہ ہو سکے۔ سُرخاب نے کہا کہ جہاں پناہ! اس مشورے کے لیے خلوت ضرور ہی کیوں کہ اگر کوئی صلاح دانائوں کی مجلس میں کرے گو کہ آواز اُس کی اُن کے کان تک نہ پہنچے تو بھی وہ اُس کے ہونٹوں کی حرکات اور ہاتھوں کے ہلے اور سر کی جُسیس سے صاف معلوم کر جاتے ہیں *

پس ایسی جگہ بیٹھا چاہیئے کہ جہاں کوئی نہ دیکھے اور وہاں کے نیکھنے کی کسی پر اطلاع بھی نہ ہو۔ مثل ہی کہ ”دیوار ہم گوش دارد“ * آخرش بادشاہ اور وزیر دونوں خلوت میں گئے تب سُرخاب کہنے لگا کہ میرے خیال میں یہ آتا ہی کہ نگلے کو ھدھد کے یہاں صلح کے لیے بھیجیئے۔ لڑائی خوب نہیں کیونکہ ”جگت دوسر دارد“ خُدا جائے فتح کس کی ہو۔ قاز نے یہ اُس کی مصلحت پسند نہ کی تب عرض کی کہ اول دو چار عقلمندوں کو ھدھد کے مُلک میں جاسوسی کے لیے روانہ کیجیئے تا کہ

اُس کے لشکر کی تعداد اور روزِ روز کا احوال دریافت کر کے حُصور میں بہ طورِ حُفہِ نویسی کے پہنچایا کریں۔ کیونکہ بادشاہ کو لازم ہی کہ جب کوئی وکر لاحق ہو تو اُس کا جلد تدارک کرے اور ہرگز اُس سے غافل نہ رہے اور جاسوسوں کے عمال اطفال کو بہ خوبی نظر بند رکھے کہ وہ اُس مُلک کے لوگوں سے مل نہ جاویں اور آپسے لڑکے بالوں کو مخفی بھی نہ لیجا سکیں اور تم سے بعادت نہ کریں *

قاز نے کہا تیری داہست میں لائقِ جاسوسی کے کون ہی؟ سُرخاب بولا کہ پبلک۔ لیکن پہلے اُس سے مُچلکا اور قسَم لے لیجئے کہ یہ بات (کہ جس کے واسطے ہم تم کو بھیجتے ہیں) کسو سے نہ کہیو۔ اگر وہ بات کسو پر کھلیگی تو بڑی سزا تم کو دی جائیگی کیونکہ افسلے راز میں بڑی بڑی قباحتیں ہئیں۔ تمام مُلک میں فساد برپا ہوگا اور کام بھی خاطر خواہ انجام نہ پاویگا۔ باتِ بگڑ جائیگی پھر اُس کا ستارنا نہایت مُشکل ہوگا *

تب قاز نے پبلک کو بلوایا اور جس طرح سے کہ سُرخاب نے کہا تھا اُسے قسَم کھلا مُچلکا لے خلعت اور پان دیکر جاسوسی کے لیئے بھجوا دیا اور زبانی بھی فرمایا کہ میں دیکھوں تو کبھی خیر خواہی سرکار کی کرتا ہی۔ بعد دو تین روز کے کلنگ کو تو وال نے بادشاہ کے سامنے آکر عرض کی کہ جہاں پہا! ھدھد جو خُشکی کا بادشاہ ہی اُس کی طرف سے اُلجی ہو کہو ایک توتا آیا ہی اور اُس کے ساتھ دو چار رفیق بھی ہیں سو ڈھوڑی پر حاضر ہیں اگر حکم ہو تو زہر آویں۔ یہ سکر قاز نے سُرخاب کی طرف

دیکھا اُس نے عرض کی کہ بِالْفِعْلِ حُکْم کیجیئے جہاں بہت لڑنا پانی اور
 ہوا زبوں ہو تھاں اُس کے رہے کو جگہ مقرر کریں جو توتا چنر رور اپنے
 رفیقوں کے ساتھ وہاں رہ کر معلوم کرے کہ یہ جگہ اچھی نہیں۔ پانی یہاں
 لگتا ہی۔ ہوا بُری ہی۔ جو کوئی یہاں رہنا ہی سو ادیت پاتا ہی تب
 یہ احوال اپنے بادشاہ کو وہ لکھ بھیجیگا کہ اس شہر کی آب و ہوا بہایت
 مخالف ہی۔ جو کوئی یہاں آوے گا سو اپنی جان دے جاوے گا۔ اس خوف
 سے یقین ہے کہ ہدھد ادھر کا قصد نہ کرے گا اور یہ بھی گھبرا کر خود بخود
 رخصت چاہیگا *

قارے بھی اُس کے کہنے سے ایسی جگہ مقرر کی جو کوئی وہاں کے پانی
 کی ایک بوند پیوے اور اُس جگہ کی ہوا کھارے تو مفت اپنی بھلی
 جنگی جان گواوے۔ پھر قارے فرمایا تو جو کہتا ہی کہ لڑنا خوب نہیں
 صلح بہتر ہی کیوں کہ اس میں ایک فکر ہی اور اس میں ہزار اندیشے اور
 انجام اُس کا معلوم نہیں کیا ہو؟ یہ بات غلط کس لیے کہ میرے پاس
 فوج بہت ہی اور خزانہ بے شمار۔ خدا کے فضل سے مجھے یقین ہی کہ
 میری فتح ہوگی تو صلح کی بات ہرگز زبان سے مت نکال بلکہ خدا سے
 یہ دعا مانگ کہ میری فتح ہو۔ سُرخاب بولا کہ پیر و مرشد! یہ لازم نہیں
 کہ بہت فوج اور خزانہ ہوئے سے فتح ہو اگر خداوند سے کسی نے اس مقدمے
 میں بصورت ترغیب کے کہا ہو محض غلط ہی کیوں کہ آپ کے لشکر کے لوگوں
 نے نوابی کا مسہ اور جنگ کا میدان نہیں دیکھا اس واسطے لڑائی کے نام

سے بہت خوش ہونے لگی تھیں جب کہ دشمن کی فوج کے سمنگھ ہونگے تب
دیکھو کہ ان کے پاؤں پھرتے ہیں کہ ہمیں *

لیکن میں جانتا ہوں کہ مخالف کی فوج کو دیکھتے ہی بھاگیں گے بلکہ
روکے سے بھی نہ رکنگے کہوں کہ انہوں نے آج تک کہیں لڑائی پڑائی نہیں
کی اور اپنے اپنے گھروں میں فراغت سے رہا کیئے ہیں اور آرام طلب
ہو رہے ہیں۔ اس واسطے میں منع کرتا ہوں کہ آپ ہرگز لڑائی کا قصد
نہ کیجیئے اور صلح کر لی بہت خوب ہی اور بہت اچھے ہیں کہ گھر میں
لاف زنی کیا کرتے ہیں۔ وقت پر کام نہیں آتے اور لڑائی کے میدان سے
جلد بھاگتے ہیں اگر تم کو لڑائی ہی کا ارادہ ہی تو جسوں نے لڑائیاں
دیکھیں ہیں ان کو سردار کیا چاہیئے نہ ان کو جو ڈرے ہوئے ہوں چنانچہ
مشہور ہی ”ڈرنیوالے بس لڑتے مگر ناچاری سے“۔ جو لوگ آزمودہ کار اور
جنگ دیدہ ہیں ان کو سالار فوج کیا چاہیئے اور مجھے بگلے کے فحوائے
کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ھدھد آج کل مع فوج تمہارے ملک میں
لڑائی کے لئے پہنچتا ہے *

بالفعل صلح وقت یہی ہی کہ کچھ تدبیر اس کی ابھی سے ہو رہے۔ اس
وقت کچھ نہ ہو سکیگی۔ اس میں غفلت نہ کیجیئے۔ کہتے ہیں کہ
”دشمن جب تک دور ہی اس سے احتراز کیا چاہیئے جب نزدیک
آ پہنچے تو جنگ کرنا ضرور ہے“ اور یہی معلوم ہوتا ہے کہ ھدھد کی
فوج آپ کے لشکر سے بہت ہی۔ کچھ ایسی فکر ہو جس سے یہ ملک ہمارے

قصبے میں رہی اور اس کا کچھ اندیشہ نہ کیا چاہیئے کس واسطے کہ فتح
حُدُودِ اَدھ ہی *

قاز نے کہا اِس کو بھی تم سوچو کہ کس حکمت سے شہر ہمارا سلامت
رہے۔ اُس نے عرض کی کہ یہ۔ تو نا جو ایلچی ہو کر آیا ہی اب اُس کو
انیت میں رکھا مناسب نہں بلکہ حضور میں لُولا کر ایسی میٹھی باتیں
کیجئے کہ وہ خوش رہے اور مکان بھی اُس کے واسطے اچھا سا تجویز کیجئے
کہ کسی طرح سے تکلیف نہ پاوے۔ پھر داناؤں کی صلاح سے ایک کُوت
بنوائے۔ قاز نے پوچھا کہ کُوت کے بنانے میں تو کیا فائدہ سمجھا ہی؟ کہا
کہ قلعہ سرداروں کو ضرور ہی کیوں کہ بُرے وقت میں اگر کوئی سردار پانسی
سوار سے اپنے قلعے میں رہے اور دس ہزار سوار دشمن کے اُس کو مُحاصِرہ
کر لیں تو چند روز اُس کو کچھ اندیشہ نہیں۔ اِس عرصے میں کچھ نہ
کچھ صورتِ رفاہیت کی ہو جاتی ہی۔ اگر مُحالِ کی سپاہ پلٹ جاوے
اور کوئی آکر یہ بات کہے کہ دشمن کی فوج نہاگی جانی ہی۔ ہرگز
اُس کے کہے سے اُس کا پیچھا نہ کیجئے۔ اِس میں اکثر لوگوں نے دغا
کھائی ہی *

اور عقلمندوں نے کہا ہی کہ جس کا لشکر بہت نہ ہو اُس کو چاہیئے
کہ شہر پناہ میں رہے۔ اگر شہر پناہ نہ ہو با لئیوے اور دیواریں اُس کی
چاروں طرف سے بلند ہوں اور خندق گہری اور چوڑی ہو اور ہتھیار جتنے
چاہیں اُس میں موجود رہیں اور دانے پانی کا بھی ذخیرہ موجود رکھے۔

جب ائبسا بندوبست آگے سے ھو رہے تو یکت بیکت کسی حریف کا قدم نہیں پڑ سکتا *

قازے سُرخاب سے کہا کہ اِس کام کے واسطے میں کس کو مُقرر کروں کہ جس سے یہ کام اِتمام ھو؟ سُرخاب بولا اگر شتانی کام کرنا منظور ھو تو ایسے کو کہیئے کہ جس پر اپنا اِعتِما د ھو۔ سو ویسا شخص اِس سرکار میں سواے کُلگ کے کو تو اَل کے دُوسرا مجھے نظر نہیں آتا تب اُس کو اُسی وقت بلایا اور وہ حُضور میں حاضر ھوا *

اُس کے حق میں بہت سی سرفرازی کر کے فرمایا کہ ای کُلگ! سُرخاب کے کہنے کے موافق جلد اِیکٹ پڑا سا مضبوط قلع تیار کر۔ اُس نے آداب بجا لاکے عرض کی کہ جہاں پناہ! عَلام نے اِس سے چند روز آگے ہی کوٹ تیار کر رکھا ہی اور ذخیرہ علّے کا اور اسباب لڑائی کا جتنا کُچھ چاہیئے سب اُس میں موجود کر رکھا ہی۔ یہ بات سُنکر قاز بہت خوش ھوا اور قلع دیکھے کو گُبا۔ دیکھ کر نہایت پَسند کیا اور خاطر جمع ھوئی اور اُس کے حق میں بہت سی بخشش اور اِنعام ھوا *

بعد کتنے دنوں کے اِیکٹ روز کُلگ نے قاز کے رُوبرو جا کر عرض کی کہ خُداوند! مینگھرن نام کو اپنی برادری سمیت دروازے پر حاضر اُمیدوار قدم بڑھی کا ہی اور یہ عرض کرتا ہی کہ میں آپ کا نام سُنکر نوکری کے لیتے بہتے نور کا سچا ھوا سنگل دیپ سے آتا ھوں۔ اگر مرضی مُبارک ھو تو واسطے اِکرامت کے حاضر ھو۔ قاز نے کہا بہت اچھا۔ اُسے نوکر رکھا

چاهيئي۔ سرخاب نؤا کي جو حُکم هُوا سو بجا هي ليکن بدے کو يہ ڈر
 هي کي مبادا يہ کوآ بھيجا هُوا کہیں بادشاہ هُدُود کا نہ هُو والا بڑي خرابي
 کرِيگا۔ اگر اس کو آب نوکر رکھيگے تو راءِ مَدَن پال سارنگ کي سي
 مثل هُوگي جو حاڪم تُرکستان کا تھا *
 قار نے پوچھا کي وه نصّہ کيُونکر هي؟

نقل راءِ مَدَن پال سارنگ کي

کہا يوں کہتے هئیں کي راءِ مَدَن پال نے کسي وقت ميں اپني ساري
 فوج اور بڑے بڑے پہاڑ سے هاتھي ليکر ايک قلعے کو ^{مجاہد} محاصرہ کیا اور چھ
 مہينے تک لڑتا رها هرچند ليئے کا قصد کیا پرلے نہ سکا۔ ناچار هُو کر
 ايک دن ميٹنا کرن اُس کے وزير نے (جو بڑا دانا تھا) کہا کي حُصرت! لشکر
 مُفت مارا گیا اور کُچھ فائدہ نہ هُوا۔ اب ابسي حُکمت کیا چاهيئي کي
 فوج هلاک نہ هُو اور قلعہ يہي تھوڑے دنوں ميں هاتھ آوے *

راءِ نے کہا اگر تيري تدبير اور حُکمت سے لشکر صائِع نہ هُو اور قلعہ جلد
 هاتھ آوے تو اُس کي قلعہ داري اور دولت نَجھے بخشوں۔ وزير نے خوش
 هُوکر تين شخصوں کو بلوایا۔ ايک سائيس دوسرا مہاوت تيسرا باورجي۔
 اُن تينوں کو کُئي طرح سے جاسوسي اور فريب کے ڈھب سکھائے اور بہت سا
 انعام اکرام ديکر اُس قلعے ميں دغا بازی کے ليئے بھيجا۔ وہ تينوں فقيرانہ
 لباس بنا کر کسي ^{stingy} حيلے سے اُس کوٹ ميں گئے *

change.

چند رُوز وہاں رہ کر وہ لباس تبدیل کر کے اپنے اپنے پیشے کی بڑکری وہاں کے راجا کی سرکار میں کر کے ہر ایک اپنے اپنے کام میں جان و دل سے ہمیشہ سرگرم اور ^{ingenious} چست و چالاک رہنے لگا جب اُن کی خدمت اور چالاکي ہر ایک کام میں وہاں کے سرداروں نے دیکھی تب ایک کو اُہ میں سے سرکاری ^{kitchen} میر مطبخ اور دوسرے کو اصطبل کا داروغہ کر دیا اور تسرے کو فیخانے کی داروغگی دلائی۔ اُن کی طرف سے ہر ایک سردار کی یہاں تک خاطر جمع ہوئی کہ آپس میں کہے لگے کہ ہمارے راجا کی سرکار میں اُہ تینوں کے برابر محنتی اور خیر خواہ اور کوئی نہیں *

جب اُنہوں نے دیکھا کہ ہم سے یہاں کے لوگوں کی خوب خاطر جمع ہوئی تب آپس میں ایک ^{private} نرالی مکان میں اکٹھے ہو کر کہے لگے کہ وزیر نے جس کام کو ہمیں یہاں بھیجا ہی اب اُسے اِس ڈھب سے کیا چاہیئے کہ آدمیوں اور گھوڑوں اور ہاتھیوں کو پرسوں شب کینٹین زھر کھلائیے اور یہاں سے نکل چلیئے تب اصطبل کے داروغہ نے سارے گھوڑوں کو مہیلے کے ساتھ زھر کھلایا اور میر مطبخ نے تمام کھانے میں زھر ملایا اور فیخانے کے داروغہ نے بھی سارے ہاتھیوں کو راتب میں زھر دلوایا جنہوں نے وہ زھر ملایا کھانا اور داسا اور راتب کھایا۔ سب کے سب وہیں مر رہے غرض اِس طرح اپنا کام کر۔ تینوں نے ایک ساتھ قلعے سے باہر نکل کر اپنے لشکر میں آ وزیر کو خسر کی کہ جس کام کے لیئے آپ نے ہمیں بھیجا تھا سو ہم اُس کام کو تمام کر آتے ہیں *

وزیرے جاکر بادشاہ سے عرض کی کہ خُداوند! آپ کے اقبال سے غلام کی تدرس نے اُس کام کو انجام پہنچایا تب بادشاہ یہ خوشخبری سنتے ہی اپنی فوج سمیت بے ^{interruption} خلش مخالف کے گڑھ میں داخل ہوا اور دشمن کا سارا لشکر تین آدمیوں کی سعی سے مارا گیا۔ دیکھیے حضرت! بڈگانے آدمی کو اپنے کام میں دخل دینا ایسا روں ہی *

قازے کہا بھلا کیا مصایقہ اُس کوے کو ایک نار حضور میں لٹو اگر مٹین اُسے قیافے کے رو سے زیرت ودانا دیکھوگا تو اُس کو نوکر رکھوگا اور اُس کے لائے کام سپرد کروگا اور نہیں تو رخصت کیا جائیگا۔ سُرخاب نے جو مزاج لائے کام سپرد کروگا اور نہیں تو رخصت کیا جائیگا۔ سُرخاب نے جو مزاج قاز کا کوے کی طرف مائل ^{inclined} دیکھا تو اُس کو اپنے ساتھ حضور میں لایا اور بادشاہ کے قدموں پر ڈلویا قازے جب اُسے امتحان کے رو سے دیکھا اور اُس کی گفتگو سنی تو بہت ^{pleased} محظوظ ہوا اور لائے رفاقت کے جان کر اپنا رفیق کیا *

ایک روز سُرخاب نے عرض کی پیر مرشد! قلعہ خاطر خواہ بن چکا ہے اور اسباب لڑائی کا بھی جتنا چاہیئے سب موجود ہو چکا اب توتے کو رخصت کیجیئے۔ یہاں رہنا اس کا خوف نہیں۔ کیوں کہ اگر یہ زیادہ رہیگا تو یہاں کے تمام احوال سے واقف ہوگا اور اپنے بادشاہ سے مفصل بیان کرے گا۔ سُرخاب کی یہ صلاح قاز کو نہایت پسند آئی اور ہر عام کا حکم کیا۔ جتنے آبی جانور تھے اپنی اپنی جگہ پر مجلس میں دربار کے وقت برابر برابر ہاتھ باندھ کر آن کھڑے ہوئے انے میں حکم ہوا کہ ہدھد

کے ایلچی کو بلاؤ لوگٹ دؤرے اور اُس کو حاضر کیا اُسے ادب سے کہتے
 ہو کر دُور سے مُجرا کر کے عرض کی کہ خُداوند! اگر حُکم ہو تو اپنے بادشاہ
 کا پیغام حُضور میں عرض کروں قاز نے اشارہ کیا کہ ہوں! تو توتا بہاری آواز
 سے کہنے لگا کہ علام کے شاہنشاہ نے فرمایا ہے کہ اگر باز کو اپنی جان اور
 مُلک و مال عزیز ہی تو اپنے گلے میں گُلہاڑی ڈال کر جلد میسر قدموں
 پر آکر گرے اور عاجزی سے اپنی تقصیر مُعاف کر واوے والا اپنے واسطے
 جگہ رہے کی دوسری ٹھہراوے حضرت سلامت! ہمارے بادشاہ کی لڑائی
 کی فوج ابلتک تمہاری سرحد سے دور ہی آپ کے حق میں بہتر یہ ہے کہ
 کچھ ہاتھی اور اُست اور گھوڑے اور کچھ روپی اور اشرفاں اور جواہرات
 بطور پیش کش کے جلد روانہ کیجیئے کہ میرے بادشاہ کی اطاعت تمہارے
 واسطے سراسر فائدہ ہے۔ اگر بہ کیجیئے تو شاید تمہارے حال پر ہمارا بادشاہ
 مہرباں ہو اور تمہارے مُلک کو خاک سیاہ نہ کرے *

جب قاز نے توتے کی زبان سے یہ باتیں سُنیں۔ غصے سے آگٹ ہو
 گیا اور فرمایا کوئی ہی؟ کہ اس سے امتیاز کے بال و پر اکھاڑ کر حُضور سے
 دُور کرے۔ کوتا جو دست بستہ کھڑا تھا۔ بولا کہ اگر غلام کو حُکم ہو تو اس سے
 ادب کی واعتی خدمت بجا لوے کہ پھر کوئی ایلچی کسی بادشاہ کے حُضور
 ایسی گستاخی نہ کرے۔ اس میں سُرخاب ہے کہا کہ ایلچی کو مارا شاہان
 عالی و مقدار کے آداب سے بعید اور موجب بدنامی کا ہی اور دانا کہیں گے
 کہ سُرخاب وزیر سَفید ڈاڑھی کا حُضور بھی حاضر تھا۔ ایسی بالائن حرکت

کیوں ھوے دی؟ کیا اتنا نہیں جانتا تھا کہ ایلچی کو زوال نہیں۔ خدا نہ خواست۔ یہ بات ھوگی تو کسی بادشاہ کے یہاں سے ایلچی پھر کبھی نہ آویگا اور نزرگوں نے کہا ہی کہ جس مجلس میں کوئی بوڑھا نہ رہے تو یقین ہی کہ کچھ نہ کچھ کام وہاں بگڑتا ہی اور اُس کو مجلس نہیں کہتے۔ جہاں پناہ! میں جھوٹے نہیں عرض کرتا ہوں کہ آج تک کسی بادشاہ نے ایلچی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ ہرچند وہ گستاخی کرے پر اُسے ہرگز بادشاہ خاطر میں نہیں لاتے ھیں اور توتا سا ایلچی کم پیدا ھوتا ہی۔ اگر اُس کو قتل کریں گے تو آئندہ بہت بچنا ٹیگے *

آخر سرخاں وزیر کے کہنے سے قاز بادشاہ کا دل ملائم ھوا اور اُس کو خلعت اور بیڑا ^{grant} مرحمت کر کے رخصت کیا۔ بعد کتنے ایک دنوں کے وہ اپنے بادشاہ کے پاس جا پہنچا۔ اُس نے پوچھا کہ ای توتے! وہاں سے تو کیا کام کر لایا اور تجھ سے کیا کیا جواب و سوال درمیان آئے اور ملک اُس کا کیسا ہی اور تجھ کو رخصت کس طرح کیا؟

اُس نے عرض کی جہاں پناہ! کچھ نہ پوچھئے۔ لڑائی کی تیاری کیجئے اور میں نے جواب و سوال دلائی سے ^{resemblance} مانند مردوں کے کیا اور اُس سلطنت کے رعب سے ہرگز نہیں دبا جو آپ کا پیغام تھا سو سر مجلس قاز کو پہنچایا اور ملک جو قاز کے قبضے میں ہی اُس کی تعریف مجھ سے ھو نہیں سکتی۔ میری دانست میں تو بہشت پر فوقیت رکھتا ہی جب میں وہاں پہنچا تو مجھے ایک ^{bad} زبون جگہ میں بٹرسد رکھا اور اُس نے بڑی

محنت سے ایک قلعہ بنوایا ہی اور لڑائی کا بہت سامان اُس میں جمع کروایا ہی لیکن جس وقت خداوند کی فوج اُس مُلک کے لینے کو چڑھے گی تو یقین ہی کہ پہلے ہی حملے میں وہ حصار فتح ہوگا اور مُلک اُس کا مفت ہاتھ آویگا *

تب کرگس وزیرے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ توتا وہاں سے رسوا ہوکر آیا ہی - اُس سے پوچھا کہ میں نے یوں سنا ہی کہ قازے تیری بیٹی مُدارات اور خطاطداری کی اور طرح طرح کے کھانے تیرے واسطے بھجوا کر آتھا - توتے نے جواب دیا ای وزیر! یہ بات سراسر غلط ہی - سولے بدی کے کچھ مجھ سے اُس نے بیکہ نہ کی - میں نے یہ غیبت جانا کہ اُس نے مجھے جیتا چھوڑا - یہ سنتے ہی ھدھد کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا - اسی خفگی کی حالت میں حکم کیا کہ ابھی میرا خیمہ باہر نکلے - کرگس نے عرض کی کہ بادشاہوں کو اتنی جلدی نہ چاہیئے کہ اس میں کام بگڑتا ہی - کچھ سنو رہے ہیں - مناسب یہ ہی کہ آج سب امراؤں اور رسالداروں کو صلاح کے واسطے حضور میں بلائے اور ان سے یہ بات کہیئے کہ بھائیو! ایک مشکل درپیش آئی ہی - کچھ ایسی بیک صلاح کیجیے کہ مشکل آسان ہو - سب نے سنکر پوچھا کہ وہ کیا ہی؟ فرمایا کہ قاز نے ہمارے ایلچی سے نہایت بد سلوکی کی اور قلعہ بنا کر لڑنے کو مستعد ہوا ہی سو میں یہ چاہتا ہوں کہ اُس کا کڑوا اور مُلک میرے ہاتھ آوے *

مستحق ہو کر عرض کی جہاں پناہ! ہم کو جو فرماؤ سو ہم ایک

پاؤں پر حاضر ھئیں اگر ہماری صلح لیجیئے تو قاز سے لڑائی کیجیئے۔ کیونکہ
 خُداوند کی بھلائی اور سہیتا ہم کو جنگ ہی میں نظر آتا ہی اور اُس
 اندیشے کو ہرگز خاطر مُارک میں دخل نہ لیجیئے اور کچی پکی بات
 پر بھی کسی کی کان نہ رکھیئے۔ فتح شکست اختیار خُدا کے ہی تب
 ھدھد بولا کہ تُو نے قاز کے مُلک کی بہت سی تعریف کی ہی۔ مجھے
 یقین ہی کہ وہ جھوٹ نہ ھوگی۔ یہ کہہ کر اُن کو حُکم کیا کہ اپنی اپنی فوج
 رسالوں کو جلد تیار کرو اور ^{ambassadors} ^{books} نجومیوں کو بلواریں جو اپنی پوتھیوں کو دیکھ کر
 لڑائی کی نیک ساعت ^{moment} تھہراویں *

وزیر نے عرض کی جو آپ نے حُکم کیا سو بجا ہی اور سب کو قبول
 لیکن غلام کی بالفعَل صلح یہ ہی کہ چند روز اپنی جگہ سے حرکت نہ
 کیجیئے کہ لشکر تمام و کمال جمع ھو۔ ایک دانا سردار کے ساتھ دو ہزار
 سوار جلد روانہ کیجیئے کہ جہاں کہیں راہ میں بہت پانی ھو وہاں جاکر
 رہیں۔ تا فوج قاز کی اُدھر گذارہ نہ کر سکے اور قاز کے لشکر کی خبر ہر روز
 حضور میں پہنچایا کریں۔ ھدھد نے کہا اے وزیر! اپنی گویائی کی کمان
 اپنے ہاتھ سے پھینک کر اپنی عقل کے میان سے تیز تلوار ^{eloquence} مٹیرے ہاتھ دے
 کہ ^{enemies} مخالفوں کے سروں کو ^{immense} بیدریخ کاٹوں *

وزیر نے کہا جو کچھ ^{immense} ارشاد ھو سو اُس کے موافق میں بجالاؤں گا لیکن جو
 باتیں میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ھیں اگر حُکم ھو تو عرض کروں۔ فرمایا
 کہ۔ ہرگز بولا یوں سنا ہی کہ جب کوئی بادشاہ کسی لڑائی پر جاوے تو

honour

اُس کو لازم ہی کہ پہلے اپنی سپاہ کو اِعام و اِکرام اور مستہمی باتوں سے خوش کرے۔ کس واسطے کہ سپاہ کی خوشی میں دولت خواہی اور بہلائی سرکار کی ہی اور جب کوچ ^{march} کرے جہاں کنارہ دریا کا یا جنگل یا پہاڑ دیکھے۔ وہاں غافل نہ رہے اور بڑی خبر داری و ہشیاری سے اُس جگہ مقام کرے اور تڑے تڑے اُمرا اپنے پاس اور اچھے اچھے تیر انداز اور گُلچلے اچوت اور نیزہ ناز اور بٹے نئے پہلوان جوان ہنرمندوں کو مسلح کر کے دھے نائیں اور آتش کے پرکالے برقداز چالاک سپاہیوں کو آگے پیچھے رکھے اور خزانے کے اوپر مضبوط لوگوں کو محافظت کے لیے متعین کرے کس واسطے کہ اگر فوج مخالف میں سے کوئی خزانے پر آپڑے تو اُس کے جواب دہ رہیں اور جو کوئی لشکر میں سے بیمار ہو جاوے یا لنگڑا یا بوڑھا یا لڑکا ہو اپنے ساتھ رکھے اور اُن کے احوال سے غافل نہ رہے اور اسی طرح بادشاہ اور وزیر مع فوج منزل بمنزل جاویں اور جس جگہ کہ مقام کریں اگر وہاں کسی نوع کا گچھ خوف و خطرہ معلوم ہو تو اپنے لشکر کی چاروں طرف خار بندی بہ طور حصار کے کریں اور تیر اندازوں پہلوانوں سپاہیوں کو اُس کھوٹ کے آس پاس واسطے چوکی پہرے کے بیٹھاویں اور بادشاہ آپ اپنے خاص مصاحبوں کے ساتھ بیچ میں رہے اور خزانہ اپنے قریب رکھے اور فیلان جنگی تیار رکھے تا کہ لڑائی کے وقت کام آویں اور اُمرا کو کھوٹ میں اپنے پاس رہنے کو جگہ دیوے اور ہاتھیوں پر ہوتے اور انہار پان اور گھوڑوں پر زین اور پاکھریں کسوائے رکھے *

زرہ پُوشِ جَوَانوں کو دروازوں پر بٹھلا کر کہہ دیوے کہ ساری رات اپنی اپنی ناری جاگتے رہیں اگرچہ فوج اور چوکی پہرے کی طرف سے خاطر جمع ہو پر بادشاہ کو لازم ہی کہ اپنی ہشباری اور نگہبانی آپ کرے اور اپنی فوج سے تن کوُس آگے دشمن کے لشکر کی طرف چالاکت سواروں کو بھجے کہ چلتے پہرتے جاگتے کھانستے کھکارتے آنکھوں میں ساری رات کائیں اور جب رور روشن ہو تب ڈیکے اور دماے کا حکم فرماوے کہ اُس کی آوار سُکر دشمن کا دل دھڑکے لگے جب بگائے مُلک کی سرحد میں پہنچے تو اپنی سپاہ کو طلب تنخواہ دے۔ کیوں کہ یہ ممکن نہیں کہ بادشاہ کے کام میں سپاہی خالی ہاتھ مسحت اور جاں وِشاشی کریں اور لڑائی میں ایسے سر کٹاویں۔ سب کوئی خدا کے بدلے ہیں جب اُن کو اور اُن کے لڑکے بالوں کو کھائے پینے سے فراغت اور آسودگی حاصل ہو تو اللہ کام آوینگے *

جب بادشاہ لڑائی پر چڑھے تو چاہیئے کہ سندوست فوج کا قریب سے کرے۔ سب سے اگڑی تو تہخانہ ہے اور اُس کے پیچھے تو تہخانہ دستی اور اُس کے پیچھے بادشاہ کی قور میں اُمرا فیل شین اور اُس کے پیچھے سواروں کا غول اور اُن کے پیچھے کچھ جنگی ہاتھی اور دھنی طرف باندھ اور ہتھ بالیں اور پہلوانان جسک آزمودہ اور بائیں انگ تیر انداز اور سُترنالیں اور جوان لڑائیاں دیکھے ہوئے اور کچھ سپاہی ایسی جگہ میں چھپ رہے ہیں کہ کسو پر معلوم نہ ہو اور اپنی گھات میں لگے رہیں کہ وقت

پر کام آویں جب دشمن کی طرف سے زیادتی دیکھیں تب دونوں طرف سے اپنی فوج کی تکبیر کہتے ہوئے آگے بڑھیں اور مخالف پر حملہ کریں اور قاضی و خطیب لشکر میں واسطے نماز پڑھانے کے موجود رہیں اور جو کوئی جان نازی کرے یا زخمی ہووے اُس کے حق میں بادشاہ مہربانی اور موافق حال اُس کے تسلیٰ اور بخشش کرے اور انعام اور اکرام کرے جب جالے کہ فوج حریف کی سپاہیوں کی تندہی سے پس پا رہیں ہوتی تب حکم کرے کہ سب فیلان جنگی اور تمام فوج ایک دِل ہو کر یکایکت حملہ کریں ہاتھی ایکبارگی اُنہ پر ہولیں کہ سر دشمنوں کا اُن کے پاؤں کے نیچے روندنا جاوے۔ غریب پرور! اگر اپنی فوج میدان میں اور دشمن کی جنگل میں ہو تو ہرگز ہاتھی اور سواروں کو اُس میں جالے نہ دیجیئے اور حکم کیجیئے کہ سب سردار اور سپاہی اُتارے ہو ہتھیار پکڑیں اور ایسی جاغرشانی کریں کہ جس سے حریفوں کی بے بسی کئی ہو جاوے اور جو کوئی ندی یا گہری جھیل بیچ میں دونوں لشکروں کے آہتی ہو تو کشتیوں پر فوج کو چڑھا کر اُسی تدبیر سے لڑاویں کہ دشمن بے شمار مارے جاویں اور اُن کے سروں کا چبوترہ بندھ جاوے *

اگر فاز کا لشکر ندی میں یا میدان میں نہ لڑے اور قلعہ پکڑے۔ اپنے لشکر کے سرداروں کو حکم دو کہ اُس کے ملک میں جہاں غلہ پائیے لوٹ لئیے جو لوٹ سے زیادہ ہو تو پھوکت دیویں۔ تالابوں کا پانی کات دیں۔ کھیتوں کوڑوں کو کھلاویں۔ باغات کو بٹوا دیں گھاس کی ٹالیں لکڑیوں کے

ڈھیر جلواریں اور جس جس چیز سے اُن کو فائدہ ہو اُس کو آگ نے
 دہوئیں اور جس جگہ تالاب یا جھیل وغیرہ ہو اُس کے گرد لشکر رکھیں کہ
 پانی بند ہونے سے وہ عاجز ہوئیں اور دوسری عرض یہ ہے کہ جب لشکر
 پر دشمن کے خدایتعالیٰ آپ کو فتح دیوے تو مناسب ہے کہ فوج کو اپنی
 مخالف کی لوت اور پیچھا کرنے سے باز رکھیں۔ کس واسطے کہ جس وقت
 تمام سپاہی روپی کی طمع اور باغی سے اپنی دلدلی جتانے کے لیے تم
 کو چھوڑ کر اُس طرف متوجہ ہوئیں تو تم میدان میں اکیلے رہ جاؤ گے۔
 خدا نہ کرے کہیں قاز نے ہشیاری سے فوج پوشیدہ رکھی ہو۔ کیونکہ مدبر
 بادشاہ دور اندیشی سے کچھ لوگ محفی رکھتے ہیں کہ بروقت کام آویں۔
 وہ تمہیں تنہا پا کر آہرے اور گرفتار کر لے جاوے۔ فتح ہو کر شکست ہووے گی
 اور سلطنت خاک میں مل جاوے گی۔ پھر خاندانوں سے بغیر خاوند کے
 کچھ تدبیر نہ بن پڑے گی اور فوج مفت برباد ہو جائے گی *

بادشاہ نے کہا ای کرگس وزیر! تو نے بہت کچھ کہا۔ اب اتنا کہنا
 کچھ ضرور ہمیں تو میرا وزیر ہی میرے پاس رہیگا جو تو جانتا ہے اور اپنے
 بزرگوں سے سنا ہے لڑائی میں اُس کے موافق کج جو۔ دونوں اسی گفتگو میں
 تھے کہ قاز کو ھدھد کے سوار ہونے کی یہ خبر پہنچی کہ وہ نیک ساعت
 میں اپنے مقام سے ساری سپاہ لیکر سوار ہوا اور پیلٹ جاسوسوں کے سردار
 نے بھی (جو بھنجا ہوا قاز کا تھا) اپنی برادری میں سے ایک جاسوس کو دوڑا
 کہ اُس کی زبانی یہ پیغام کہلا بھنجا کہ حضرت! غافل کیا بیٹھے ہیں!

ہدھد تاجدار ساتھ لشکر سے شمار کے جنگ کے اِراے گنگا کمارے آپڑا ہی آپ بھی بہت ہشیار اور خبردار رہیگی۔ کمونکہ کرگس وزیر ہدھد کا مجھے نہایت عقلمند نظر آتا ہی اور اُس کے فحوکے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ اُس نے کسی کو جاسوسی کے واسطے تمہارے قلعے میں بھیجا ہی *

یہ بات سنتے ہی سُرخاب بولا کہ ای نادشاہ! غلام نے آگے ہی عرض کی نہی کہ کوّا ہدھد کا بھیجا ہوا ہی۔ سوائے اِس کے کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ قاز نے کہا جو تو کہتا ہی سو اِسی بات کم ہوتی ہی اگر کوّا ہم سے موافق نہ ہوتا تو تُوں کے مارنے کو نہ اُٹھتا اور ولے میں آپے لڑکے بالوں سمیت نہ آتا *

سُرخاب نے کہا یہ سچ ہی کہ وہ اپنے لڑچڑ کو ساتھ لا کر رہا ہی لیکن اِس کو یاد رکھیے کہ وہ کبھی نہ کبھی دعا کرے گا۔ قاز نے جواب دیا ای سُرخاب! بٹے نوکر کے برابر ہرانا چاکر نہیں ہوتا وہ ہمک حلال اور کار نڈار ہوتا ہی اور ایسا کام کرتا ہی کہ قدیموں سے نہیں ہو سکتا مگر تو نے نصّہ بیربل راجپوت کا نہیں سنا جو بیا نوکر ہوا اور آپے بیٹے کو راجا کے بدل قُربان کیا۔ سُرخاب نے پوچھا وہ قصّہ کیونکر ہی۔

نقل رائے منڈوگ اور بیربل راجپوت کی

قاز نے کہا میں نے یوں سنا ہی کہ اِٹک دین رائے منڈوگ راج کے تخت پر بیٹھا تھا۔ حجام نے آکر خسر کی ک اِٹک شخص بیربل نام راجپوت ہال تلوار باندھے دروازے پر کھڑا اُمیدوار مَجَرے کا ہی۔ رائے نے اِشارت

کی بُلَؤ تَب اُس ے بموجِبِ حُکم حُصور مِیں لاکر قَدَم بُوَسی کا مُشَرَف کروایا۔ راجا نے پوچھا تو کُٹن ہی کہاں سے آیا؟ بُلَؤ سِپاہی ہوں۔ آپ کا نام سُنکر آیا ہوں۔ فرمایا کہ تو ہماری بوکری کرٹگا؟ عرض کی جو مِیرے واسطے کُچھ کام مُقرر کیجئے تُو البتہ حاضر ہوں تاکہ مَحَببے بَہی یہ معلوم ہو کہ آپ خاوندِ ہئیں مِیں بُوکر ہوں۔ پوچھا درماہا کیا لینگا اور کام کیا کرینگا؟ کہا پاسی اشرفیاں رُوَزیہ لونگا۔ اور آپ کی خِدمت مِیں شب و رُوَز حاضر رہونگا۔ کہا تیری رِفاقت مِیں کِتنے لوگت ہئیں؟ جَوَاب دیا کہ اِیکٹ تلوار دُونوں بارو یہی مِیرے رِفق ہئیں۔ فرمایا کہ اِیکٹ آدمی کو اِتنا رُوَزیہ نہیں دیا جاتا۔ بیرل سلام کرکے چلا *

دیوان نے عرض کی خُداوند! اِس مِیں کُچھ فی ہی۔ اُبسے شخص کو نہ چھوڑا چاہیئے اگر بُہت بہیں تو تھوڑے دِنوں کے لینگے رکھ کے دیکھیئے تو معلوم ہو کہ یہ کُیسا ہی اور کُسا کُچھ نَمک حلالی کرتا ہی۔ جو کام کسی سے نہ ہو اگر یہ کرینگا تو رھینگا۔ بہیں جَوَاب پاوینگا۔ رلے ے دیوان کی بات بُہت پَسند کی۔ اُس کو بُلَاکر بُوکر رکھا اور رُوَزیہ مُوافِق قرار کے دیا اور اِیکٹ آدمی پُوشیدہ اُس کے ساتھ مُقرر کیا کہ اُس کا احوال مُفَصَّل دریافت کرکے ہم سے کہے۔ بیرل اشرفیاں لے رُخصت ہوکر اپنے گھر گیا اور اپنی جُورو سے کہنے لگا کہ آج مِیں رلے منڈوٹ کا چاکر ہوا ہوں۔ یہ رُوَزیہ جو آج کا مِیں ے پایا ہی سو اِس مِیں سے اِیکٹ دِن کا خرچ رکھ کر باقی کُسیان کے نام پر بانٹ دے *

یہ کہکر راجا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس آدمی نے اِس بات کو سُکر اپنے خاوند سے جا کہا۔ راجا یہ سُکر مسرت تعجب میں رہا۔ ہر روز اپنا روزینہ سرکار سے لیتا اور اُسی طرح بھوکھوں کو دان کر دیتا اور آٹھ پہر راجا کی چوکی دبا کرتا اور کبھی آپ سے رخصت گھر کی نہ چاہتا۔ یوں ہیں چند روز گزرے *

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ برسات کے موسم میں ایک شب بادل گرج رہا بجلی چمکت رہی اور مینہ برس رہا تھا۔ اندھیرا ایسا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھے اُسی کٹھن سے میں بیرل کھڑا چوکی دیتا تھا۔ یکایک آدھی رات کے وقت آواز ایک عورت کے رُوبے کی جو رائے کے کان میں پڑی۔ بید سے گھبرا کر چوٹ اُٹھا۔ شمع ہاتھ میں لے گھر کے آنگن میں کھڑے ہوکر پُکارنے لگا کہ کوئی ہمارے چوکیداروں سے جاگتا ہی یا نہیں! بیرل آداب بجالایا اور ڈنڈوت کرکے عرض کی کہ غلام حاضر ہی تب پوچھا تو کون ہی؟ جواب دیا کہ میں بیرل نا نوکر سرکار کا۔ کہا تو اپنے گھر کیوں نہیں گیا؟ بولا کہ میڑی یہ خُو ہی کہ جب کسی کا نوکر ہوا۔ بعثیر اُس کے کہے اپنے گھر یا اور کہیں نہس جاتا دن کو اُس کے پاس رہتا ہوں اور رات کو کھڑا چوکی دیا کرتا ہوں۔ شمع جو راجا کے ہاتھ میں تھی اُس کی روشنی سے اُس نے دیکھا کہ آنکھوں سے راجا کے آنسو بہتے ہیں۔ حنجران ہوا کہ ان کے رونے کا سبب کیا ہی۔ آخرش پوچھا کہ مہاراج۔ آپ کیوں روتے ہیں؟ راجا نے فرمایا کہ ایک عورت کہیں ایسے درد سے

رؤتي هي ڪ اُس كي آواز سؤزناڪ سے ميٽرے دل ميں آگت لگي هي اور
اُس ڪے دھوئڻي ڪے سبب ميٽري آنڪھوں سے اشڪت جاري هيں *

بيرل مير اپنا جُهڪا ڪر ٻولا ڪے ڪَلَم ڪو ڪيا حُڪم هُوتا هي ؟ راجا ے فرمايا
ڪے تحقيق ڪرؤ ڪے وَه عؤرت ڪهاں هي اور ڪس واسطے رؤتي هي اڪر مُفلس
هي تو اُتے رويي دِلوادؤ ڪے باقي عُمَر ڪو اُس كي ڪِفائيت ڪرڻ - بيرل ٻيہ
حُڪم سُڪر جَدھر سے وَه آواز آتي تهي اُنڌر چلا - راجا نے دِيڪھا ڪے ٻيہ اڪيلا
اندھيري رات ميں باهر اُس كي تلاش ڪے ليئے جاتا هي تب خاطر ميں
يؤں گُڊرا ڪے مَسائب بهس ٻيہ تنها جاوے بهتريؤں هي مئيں بهي اُس ڪے
ٻيڄهے جاؤں اور دِيڪھوں ٻيہ ڪهاں جاتا هي اور ڪيا ڪرتا هي - هاتھ ميں
تلوار ليڪر ٻيڄهے ٻيڄهے اُس ڪے ائيسا دے پاؤں هؤ ليا ڪے هرگز اُسے خبر
نہ هئي - شهر ڪے باهر جاکر چارؤں طَرَف دؤڙا آخِر اِيڪت جُڳھ ڪهڙے هؤڪر
اُس كي آواز ٻرڪان لڳائے تب اُس كي آواز سُني ڪے دَنگھن كي طَرَف سے آتي
هي - اُنڌر هي چلا اور راجا بهي اُس ڪے ٻيڄهے چلا جاتا تها اور ٻيہ
اپنے دل ميں ڪهتا تها ڪے ڪيا نؤڪر خيئر خواه هي ڪے اپنے خاوند ڪے حُڪم
ٻر ڪڙسي مَحنت اور جان فِشاني ڪرتا هي *

آخِر بيرل ڪيا دِيڪهتا هي ؟ ڪے اِيڪت عؤرت جوان خوبصورت زار زار رؤتي
هي - ٻولا ڪے اي ماما ! تونے اِتنا مَجهے ڪس ليئے دؤڙا مارا اور سبب رُونے
ڪا تيرے ڪيا هي ؟ اپنا احوال ڪه - عؤرت نے جواب ديا ڪے مئيں عُمَر اِس
مُلڪت ڪے راجا كي هوں اور دؤلت سے اُس كي خوب مئيں نے آرام پايا

هي۔ اب زبديگي اُس کي آخِر هوئي ايکٲ پهر رات باقي هي آفتاب کے يکلنے هي راجا مريگا۔ بئرل ے يه بات سُن آه کهنيچ کر پگري اپني زمين پر ے ماري اور کہا کيا کروں قضا کے تبر کي ڈهال نهين اگر کسي آدمي زاد سے کام پڑتا تو مئين ايسے حوصلے کے موافق اُس کي تدبير کرتا کہ جس مئين راجا زبده رهتا اور يه کہا کہ اي عورت! کسي طرح راجا کي جان به سکتی هي؟ وه بولي کہ اے مرد! اگر تجھ سے ايکٲ کام هو سکے تو مجھے اُميد هي کہ بجے۔ يه بولا کہ تُم کهو اگر خدا چاهے تو اينے حتّٰی اَلْمَقْدور مِحنّت اور تدبير مئين قصور نہ کرونگا۔ آگے اِختِمار خدا کے عورت نے کہا سُن اي عزيز؟ ايکٲ بيا نوکر راجا کي سرکار مئين بئرل نام هي اُس کے اِکلوتا بيٲا خوبصورت کہ اُس مئين چهتيس لچهن بيٲ بختي کے موجود هئیں۔ اگر تو اُس سچے کا سِرکات کر ميگلا ديسي کے آگے رُکھے اور يه کام تجھ سے سورج يکلنے کے آگے سرانجام هو تو يقين هي کہ راجا کي جان بچيگي اور سَو نَس عمر اُس کي زياده بڑهيگي *

يه بات کهکر وه عورت تو بَطَر سے عائب هوگئي راجا جو اُس کے پيچھے کهڑا تھا يے سب باتئیں اپنے کانوں سُنبن۔ بئرل وهاں سے جلد دوڑ کر اپنے گهر آيا اور عورت کو اِسي جگا کر سب کيفيَّت جو گُذري تهي سو کهي۔ اُے سُنکر يه جواب ديا کہ اگر ميں ے ليٲے کے سر دِينے سے راجا کي جان بجے تو خوش نصيبي هماري کمال هي۔ کس واسطے کہ هم اُس کا نمک اِسي هي دِن کے ليٲے کهاتے هئیں کہ کئهن وقت مئين کام آويں اور کہا

ای بیرل! جلدی کر مبادا رات تمام ہو جائے۔ اگرچہ خاوند کی موافق موصی کے یہ بات کہتی تھی لیکن مہرِ مادری سے ایک دم میں اتنا روٹی کے سارا بدن اپنا اور لڑکے کا بھیگ گیا۔ بیرل اُس کی یہ حالت دیکھ کر لڑکے کو جلد لگایا اور منگلا دیسی کے دھڑے میں جا کر اُس کو نہلایا اور لڑکے سے ذبح کر کے اجارت چاہی۔ وہ بھی راضی ہوا کہ مجھ کو راجا کے بدلے جو تو بل دیتا ہے تو اچھا ہے۔ اس کام میں پوچھنا کیا ضرور ہے۔ جلدی کر *

بیرل نے جب یہ اُس سے سنا کہ لڑکا بھی فدا ہوئے پر خاوند کے حاضر ہے اور حقِ رعیت کا اُس کی ادا کیا چاہتا ہے تب اُس کو گوند میں لٹکر ذبح کیا اور کہا۔ شکر ہے خدا کا کہ میرے فرزند نے جان دینے میں کچھ خوف نہ کیا۔ سرِ نبجے کر رہ گیا اور اپنے دل سے کہا کہ حقِ خاوند کا اپنی گردن سے میں نے ادا کیا اور میرا بھی ایک فرزند تھا کہ جان اُس کی میری آنکھوں کے آگے تلوار کے بیچے بکلی۔ اگر میں اس کا اب غم کروں تو کیا فائدہ۔ بہتر یہ ہے کہ بیٹے کے پیچھے میں بھی جاؤں۔ بعد اُس کے اپنا سر بھی اُسی تلوار سے کاٹا۔ عورت اُس کی (جو اُس وقت پیچھے لگی ساتھ چلی آئی تھی اور دور سے چھپی یہ ماجرا دیکھتی تھی) بیٹے کا ذبح کرنا دیکھ کر بے ہوش ہو گئی *

بعد تھوڑی ایک دیر کے جو ہوش میں آئی تو کیا دیکھتی ہے؟ کہ دریا میں لہو کے سرِ بیٹے اور خاوند کا پانی کے بلبلے کی طرح تیرتا پھرتا ہے۔ اُس کو دیکھ کر کچھ اُسے اپنے دل میں فکر نہ کی اور سر اپنا خاوند اور

بيٽي ڪي پاڻن ٻر رڪهر اُسي تلوار ڪي کاڌا - راجا دور ڪي ٻيہ حال ڏيکهر اُن
 تينون سرڪتون ڪي نزديڪ آيا اور ائيسا رڍا ڪي آنڪون ڪي اُس ڪي اُن ڪي اُنسو
 جاري هوئ ڪي اُس جڳہ ائڪٽ سڀلاب هو گيا اور ڏيکها ڪي اُس سڀلاب
 مٿي ڏيبي معہ بُت خاھ ڏون ڪي ٻر هي تب راجا ڪي اُن ڪي دل مٿي ڪها ڪي
 اُن تبون ڪي مٿي جان ڪي خاطر اُن ڪي سر ڏا ڪي اُگر مٿي ائيسي حالت
 ڏيکهر جيون تو مٿي برابر دوسرا ڪڙي سنگدل نہ هوگا جلد بُت خاھ مٿي
 اُن ڪر اُن تينون ڪي پاڻن چوم ڪر ٻيہ شعر پڙها *

خدمت شايستہ هو سڪتي نهيں ڪيا ڪيجبٽ

سر تو ڪيا هي جو ڪرون پائ ڪي عزيزان ٻر رٿار

اور جاها ڪي سر اُن ڪي عورت ڪي پاڻن ٻر رڪهر تلوار ڪي کاڌ ڪي اُن ڪي مٿي ڏيبي
 ن ڪي حاضر هو ڪر هاڻ راجا ڪا پڪڙا اور ڪها ڪي بيرل ن ڪي نمڪ حلالي ڪي هي -
 نڄه ڪي لڙم نهيں ڪي تو اُن ڪي سر ڏيو - راجا ن ڪي ڪها جو ائيس ڪي نمڪ حلال
 نو ڪر ڪي ليئ ڪي اُن ڪي سر نہ ڏون تو ڏيگي ڪي ب ڪي لطف هي *

ڏيبي ٻيہ سُکر بُت خوش هوئي اور ٻولي ڪي مٿي نڄه ڪي رهايت راضي
 هوئي جو ڪجه تو چاه ڪي مو مانگ ڪي مٿي خدا ڪي تير ڪي واسط ڪي مانگون -
 راجا ٻولا ڪي خدا ڪي فضل ڪي مٿي رهايت راضي ڪي سب ڪي جيز موجود هي - ڪسي بات
 ڪي ڪمي نهيں اُگر نڄه ڪي قوت هي تو خدا ڪي ٻيہ دعا مانگ ڪي ڪي
 تينون جي اُتھن - ٻيہ سُکر ڏيبي دعا ڪر ڪي نظر ڪي غائب هوئي وونھي
 و تينون اُتھ ڪهڙ ڪي هئ *

راجا وهاں سے چھپ کر ايسے مكان ميں آئيٿيا اور ڪيا ڏيکها هي؟ ڪ
 بيرل تروار هاتھ ميں ليئے پيچھے سے آن پھنجا! راجا نے عَصے سے ڪها اي
 بيرل! جس ڪام ڪے ليئے تجھے پھنجا تها ڪيا عَصب ھوا ڪ تو نے اُس ڪا
 جواب بهي نہ ڏيا؟ بيرل ٻولا ڪ ائڪ عورت مئڊان ميں روتي تهي۔ جوں
 مجھے ڏيکها وو بهيں اُٿڪے چھپ گئي۔ ميں ے وهاں اَڏهر اَڏهر پهر ڪر
 بهتيرا پُڪارا پر اُس نے مجھے جواب نہ ڏيا۔ ڪُجه معلوم نہ ھوا وُہ ڪهاں
 چلي گئي۔ راءِ يہ بات سُڪر آنڪھوں ميں آسو بهر لايا اور ڪها جو شرطين
 سخاوت اور شجاعت اور جانبازي ڪي بادشاهوں اور راجاؤں ميں چاهيئيں سو
 ميں نے سب تجھ ميں پائيں۔ ميري زبان بهيں جو تيرا وصف بيان ڪروں
 اور جو ڪُجه نيڪيؤں اور خوبيؤں سے رات ڪو بہ چشم خود ڏيکها تها سو سب
 اپنے مصاحبوں سے ڪها اور بيرل ڪو گله لگا ڪر خلعت ڏيا اور روپي بہت سے
 بہ طريق ايعام ڪے بخشے اور اپنے مُلڪ ڪي حڪومت ميں اُس ڪو شريڪ ڪيا *
 پهر قاز ٻولا اي سُرخاب! بيرل بيا نوڪر تها۔ ڏيکھ تو اُتے ڪيسا ڪام ڪيا۔
 يہ بات سُڪر سُرخاب ے جانا ڪ ڪوے ڪے سانھ ڊل سے موافقت رڪھنا هي۔
 اِس واسطے بات اپني مُختصر ڪي اور ڪها اي قاز! وزير وُہ هي ڪ ميواے راستي
 ڪے بات نہ ڪهے اور خوشامد نہ ڪرے۔ اگر چہ بادشاہ ے اُس ڪي عزت ڪي
 هي لئڪين وُہ سخت ڪميند اور بد اطوار هي۔ قاز نے ڪها جو وُہ بد هي تو
 اپنے ليئے بد ڪريگا تب سُرخاب ٻولا۔ جو ڪوئي ايسے واسطے بد ھو تو
 اُس سے بيگالے ڪو بهي چاهيئي ڪ ڏرتا رھے۔ شايد آپ نے قصہ ڪرنا بلادفروش

کا (کہ جس نے اپنے ہمسایوں کو بہت سا دکھ دیا تھا) ہمیں سنا۔ قازے پوچھا وہ قصہ کیوں کر رہی؟

نقل کرنا بھات اور برہمنوں کی

سُرخاب نے کہا کہتے ہیں کہ ہداؤں شہر میں کرنا نام ایک بھات برہمنوں کے پڑوس میں رہتا تھا۔ ہمیشہ عمرو زند کے سے جھگڑے کیا کرتا جب دیکھتا کہ اب مدعی کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا تب بھات جاتا۔ کُوتوال اُس شہر کا جو اُسے گھر میں نہ پاتا تو اُنہ بئچارے برہمن پڑوسیوں کو مُشکلیں چڑھا کے پکڑ لیتا تھا۔ کچہری میں بیٹھا کر دس کے روبرو ذلیل کیا کرتا تب وہ لچار ہو کر کُچھ بطور گھوس کے کُوتوال کو دیکر جھوٹ آتے۔ اُسی طرح اُس کے ہاتھ سے اکثر اذیت پایا کرتے اور ایک مدت تک اُس کے ہاتھوں وہ غریب دکھ پاتے رہے *

ایک برس ایسا اتفاق ہوا کہ گرمی کے موسم میں کوؤں کا پانی سوکھ گیا۔ برہمن آپس میں صلح کر کے ایک نیا کوا کھوندے لگے۔ اُنے میں وہ بھات بھی اُن کے پاس آکر گھنے لگا کہ مجھے بھی اِس کے کھوندے میں شریک کرو تا کہ مجھ پر بھی اِس کوٹے کا پانی حلال ہو۔ سب نے جانا کہ شاید اِس کے دل میں خُدا نے نیکی ڈالی اور بدی سے باز رکھا۔ سپہوں نے راضی ہو کر اُن کو کھوندے کا دیا۔ وہ تو ایک بد ذات تھا۔ نام کے واسطے ذرا ہاتھ لگا کر چل کھڑا ہوا جب کوا تبار ہوا اور ہر ایک آدمی اُس کا پانی

پینے لگا تب بادی فروش آیا اور سب ہمسایوں کو یہ قسم دی کہ جب لگے اُس کے پانی کا حساب مجھے نہ سمجھاؤ تب تک نہ پیو۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ تیرا حصہ قلیل ہی اپنا جدا کر لے ہم اپنے حصے کی طرف بھر لیا کریں گے۔ یہ بولا تم اپنے حصے کے مختار ہو۔ میں اپنے حصے کی طرف کوئے میں زھر ڈالوں گا۔ برہمنوں نے دیکھا کہ اس حرام راک سے یہ دور نہیں اُس کے بدلے اُس کو کچھ روپیہ دیئے اور بیچھا جھڑایا برہمنوں کے دیئے ہوئے روپیہ جب کھا چکا تب دیکھا کہ اور کچھ جیل تو ہمیں بن پڑتا اس میں ایک روز ہوا روز سے چلتی تھی ابے گھر کے آگن میں کھڑے ہو پکار کر کہنے لگا کہ ای پڑوسیو! تم کو خبر کرتا ہوں کہ میرے گھر میں سائپ بچھو چوہے مکتیاں بہت جمع ہوئی ہیں۔ اس لیئے چاہتا ہوں کہ اپنے گھر کو پھونک دوں۔ تم خمدار ہو جاؤ۔ کیونکہ پھر کوئی نہ کہے کہ بھات نے اپنے ہمسایوں کو جلا دیا۔ سب پڑوسی اپنے اپنے گھر سے آکر اُس کے پاؤں پڑے اور کہا کہ ای پہلے آدمی! تجھے سا ہمسایہ ہم کہاں پائینگے کہ آگ لگانے سے پہلے ہم کو خبر کی۔ اب ہم تجھے کچھ روپیہ دیتے ہیں۔ تو ایسی فکر کر کہ جس میں سائپ بچھو چوہے مکتیاں بغیر گھر جلانے کے نکل جاویں۔ چنانچہ آپس میں بہری کر کے اُس کو کچھ دیا۔ پھر باہم بیٹھ کے کہنے لگے کہ یارو! ایسا نقشہ نظر آتا ہی کہ کسی نہ کسی دن یہ بھات ہم سب کو پھونک دیگا۔ یا کسو سخت خرابی میں ڈالے گا اگر اُسے ہم کچھ کڑی بات کہیں تو یہ اپنا پیٹ مارے گا *

آخر کام کو نوال سے پڑیگا اور وہ ہم کو دولت مند جان کر بنا کے لوٹےگا۔
 بہتر یہی ہی کہ اس جگہ کو چھوڑیں کسی اور گاؤں میں جا رہیں جب
 سب کی صلاح پہ لٹھری تو سب کے سب برہمن راتوں رات ایسے بھاگے
 کہ بڑ پھٹتے پھٹتے دس بارہ کوس نکل گئے اس خطرے سے کہ کہیں وہ بدذات
 بھات پیچھا نہ کرے۔ یہ سب باتیں کر کے پھر سُرخاب نے کہا کہ اُس
 حرام زاکے نے پڑوسیوں کو ایذا دی اور وہ سب پہلے آدمی اُس کے در
 سے چلا وطن ہوئے۔ تب فاز نے کہا ای سُرخاب! تیری حالت اُس بڑھئی
 کی سی ہوئی *

سُرخاب نے پوچھا کہ اُس کا قصہ کیوں کر ہی؟

نقل نرند بڑھئی اور گورکھناٹھ جوگی کی

فاز بولا یوں سنا ہی کہ نرند نام ایک بڑھئی تھا جنگل سے لکڑیاں سر پر
 لاتا کتھرے چراغدان چمچے کھڑاں بیلن پٹری بنا کر بیچا کرتا اور اُن
 کی قیمت سے اپنی گذران کیا کرتا۔ ایک دن اُس نے جنگل میں جاکر
 اخروٹ کے درخت پر جڑ سے ایک دو ہاتھ اوپر جا کُلاڑی ماری۔ کُلاڑی
 کے مارتے ہی اُس میں سے ایک جوگی نکل کر بولا ای بڑھئی! گورکھناٹھ
 میرا نام ہی میں نے خُدا کی راہ میں بہت محنت کی ہی جو کُچھ
 میری زلن سے نکلنا ہی خُدا کے حکم سے وہی ہوتا ہی *

تو درخت کے کانٹے سے ہاتھ اٹھا اور جو کُچھ چاہئے مجھ سے

مانگت - یہ سُکر درودگرے فکرمند ہو کر کہا میں سوچے بچارے کیا مانگوں - ہاں اتنا چاہتا ہوں کہ اپنے گھر جاکر جو میٹری زبان سے تین بچن نکلائیں سوہی ہوں - جوگی بولا جا - بھگوان پورن کرپکا درودگر خالی ہاتھ گھر میں آیا اُس کی جورو نے پوچھا باہر سے تو کیا لایا؟ وہ عَصے ہو کر زبانِ فحش سے بولا دیکھتی نہیں خالی ہاتھ آیا ہوں لایا ہوں کیا فلاں - یہ بات اُس کے منہ سے نکلتے ہی کیا دیکھتا ہی؟ کہ سارے گھر میں ہر ایک طرف جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھے فلندروں کے سے سوٹے لٹکتے نظر آنے لگے جس جگہ ہاتھ ڈالتا سولے اُس کے اور کچھ ہاتھ میں نہ آتا تھا اور جو ایک کو اُٹھا کر پھینکتا تو اُس کے بدلے دس پئیدا ہوتے بڑھئی بولا زہے طالع میٹری جو کچھ میں کہونگا سب پورن ہوگا یہ حالت اُس کی جورو دیکھ کر بہت خوش ہوئی کہ بخت نے میٹری یاروی کی جو میٹرا خاوند صاحبِ کرامت ہوا اور بڑھئی اپنے دل میں کہنے لگا کہ جوگی نے مجھے کہا تھا کہ تین باتیں قبول ہونگی سو اُس میں سے ایک یہ تھی جو گُذری - اب دوسری سے اِس عِلّت کو دفع کروں اور تیسری سے جو چاہونگا سو پاؤنگا - پکار کر کہا ای بھگوان! یہ بلا میٹری گھر سے سب کی سب دور ہو - کہتے ہی اُس کی نعا مقبول ہوئی پر یہ خرابی ہوئی جو دیکھتا ہی اپنے ستر کو تو کچھ علامت مردی کی مُطلق باقی نہ رہی - خفگی سے جُھنجھلا کے ڈاڑھی اپنی اکھاڑے لگا اور تیسری بات جو باقی تھی سو اُس سے اپنی مردی کا پھر نشان پایا اور شکر خُدا کا بجا لایا *

قاز نے اس قصے کو تمام کر کے یوں کہا ای سُرخاب! جس طرح وہ
 بڑھتی کنگال کا کنگال رہا اس کوئے کے نکلنے سے وہی نوبت میرے پیش
 آویگی۔ کیونکہ ایک تو قوا اپنے یاروں کے جہے سمیت چلا جائیگا اور
 دوسرے پھر کوئی ہدھد کے لشکر سے ادھر آئے کا قصد نہ کریگا۔ تیسرے
 سب پر یہ یقین ہوگا کہ قاز سپاہ سے کچھ کام نہیں رکھتا۔ جس طرح یہ
 قوا رہے پڑا رہنے دو۔ اسے سُنکر سُرخاب بھی ناچار ہو کے چپ رہ گیا پھر
 قاز بولا کہ ای وزیر! کچھ دشمن کے ٹالنے کی فکر کرو کہ وہ نزدیک آ پہنچا
 ہی ایسا نہ ہو کہ اُس سے غافل رہو *

سُرخاب بولا کہ جاسوسوں کی زبانی یوں سنا ہی کہ کرگس وزیر ہدھد کا
 پڑا عقلمند ہی۔ وہ ہرگز لڑنے نہ دیگا اگر ایسے وزیر دانا کی بات نہ سنیگا
 اور پھر لڑائی کو آویگا تو معلوم کیجؤ کہ سخت نادان ہی اور لشکر اپنا
 برباد کریگا اور یہ مثل مشہور ہی جو سردار ہو کر بخیل نالائق ڈریو کنا
 غافل بد زبان جھوٹا ہو اور فوج اُس سے بے دل ہو تو وہ جلد خراب
 ہو جاتا ہی۔ ای بادشاہ! اب نکت ہدھد کے لشکرے قلعے کو تمہارے
 نہیں گھیرا۔ چاہیٹی کہ کنگت کو توال کو بلا کر حکم کرو کہ جلد جاکر وہ
 راہ کہ جدھر سے اُس کی فوج کے آئے کا ڈر ہی بند کرے اور جس جگہ
 جنگل اور گہرا پانی ہو اپنا لشکر وہاں موجود رکھے اور جب دشمن کی
 فوج راہ کی تھکی ماندی بھوکی پیاسی جہاں آکر پڑے۔ اُس پر چڑھ
 دوڑے یا جس وقت کہ لشکر مخالف کا جنگل اور پہاڑ کی گھاٹی میں

جلے یا ندی پر اُتارا کرنے لگے۔ جاگرے یا اُس حال میں ک ساری رات اُن کو جاگتے گُدری ہو۔ بے شک صُبح ہوتے بَیند غلبہ کر لگی اور سب کوئی ہتھیار بدن سے کھول کر بے فکر سوئینگے اپنا مطلب حاصل کرے۔ ایسے وقتوں میں عقلمندوں نے اپنا کام کیا ہی جب قازے سُرخاب سے یہ تدبیر سنی۔ کُلنگ کو اُس کے لوگوں سمیت بلایا اور کئی سرداروں کو اُس کے ساتھ مقرر کر کے جو سُرخاب نے کہا تھا سو اُپہ سے کہا *

کُلنگ اپنی جمعیت لیکر گیا اور ھدھ سے جانے ہی مُقابلہ ہو گیا اور ابھی لڑائی ہوئی کہ مخالفوں کی فوج سے یہاں نکت لاش پر لاش گری کہ اُنہ سے چبوترہ بدھ گیا تب ھدھ نہایت بے حواس ہو کر کرگس وزیر سے کہنے لگا کہ تو نیک ذات ہی اور پایہ و رارت کا رکھتا ہی۔ لشکر میرا سب مارا گیا اور تجھ کو کُچھ فکر نہیں۔ بھلا مجھ سے تیرے حق میں کیا کوتاہی ہوئی کہ ایسی صلاح نہیں دیتا کہ جس سے مُلک قاز کا میرے ہاتھ آوے *

بالفعل یہ جو کُچھ کہا میں نے اُس سے تو قطع نظر مگر اس سخت مُشکل میں پڑا ہوں کہ جتنی فوج میری دشمن کے ہاتھ سے باقی رہ گئی ہے۔ اپنے مُلک تک کیونکر جیتی جا پہنچاؤ گی۔ یہ سن کرگس بولا اپی بادشاہ! بزرگوں نے کہا ہی کہ اُمرا اور وُرا اور بادشاہوں کو انہی خصلتیں نہ چاہئیں کہ اُن کے واسطے سحت معیوب ہئیں اور ضرر رکھتی ہئیں۔ ایک تو شراب کا پینا۔ دوسرے دین راپت عورتوں کے ساتھ اِخلط کرنا۔ تیسرے اکثر اوقات شکار

کھیلنا۔ چوتھے قمار بازی۔ پانچویں وزیر کی نصیحت کو نہ سنا۔ خداوند! میں نے اس سے آگے عرض کی تھی پر آپ نے میری صلاح کا موٹی اپنے کان میں نہ رکھا اب یہاں سے پھر جانا نہایت سبکی ہی۔ اُس کی صلاح میں نہیں دے سکتا کیونکہ آئین سلطنت یوں ہی کہ جو بادشاہ اپنے ملک سے دوسرے کے ملک پر بہ ارادہ مہم چڑھ جاوے تو بے فتح یا صلح کے خالی نہیں پھرتا جو پہلے تو سخت زبونی اور جگت ھنسنائی ہی *۔

ھدھد بولا کہ ہمارے بہت پہلوان لڑائی میں کھیت آئے اور اکثر قید ہو گئے اب اتنی فوج سے کیونکر فتح ہو گی۔ کرگس نے کہا حضرت! ایسی فکر ضعیف کو خاطر مبارک میں دخل نہ دیجیئے۔ میں دو تین روز میں اگر دشمن کے قلعے کو لیکر فتح کا نقارہ نہ بجواؤں تو مرد نہ کہلاؤں۔ قریب ہی کہ مخالف کا لشکر اپنے قلعے کی راہ پکڑیگا اور دانا پانی بھی اُس کا چاروں طرف سے بند کیا جاویگا۔ قاز کے جاسوس نے یہ بات سنتے ہی دوڑ کر جا کہا پیر مرشد آپ کیا بے فکر بیٹھے ہیں۔ یقین جانیئے کہ ھدھد آج کل میں آپ کے گڑھ کو آپٹینگا۔ قاز نے یہ سنکر وزیر سے کہا۔ لشکر کی موجودات لو اور ایک ایک سپاہی کو انعام دو چنانچہ داناؤں نے بھی کہا ہی کہ بلجیا دس کوڑیاں نہ کھوے اور کام کے وقت دس ہزار روپیوں کو بھی اُنہ سے کمتر جانے اور جو کوئی ایسے وقت داد دیش میں سپاہ سے بچل کرے ^۱ ~~نہ ملے~~ اور ملک اپنا برباد نہ ہوے اور جو کوئی ^۲ ~~سختی~~ ^۳ ~~شکیوہ~~ اختیار کرے تو اپنے دشمنوں کے سر پاؤں ملے ^۴ ~~اور~~ ^۵ ~~دوستی~~ کی اپنی فوج

کے پاؤں میں ڈالے جو بڑکراپے خاوند سے راضی ہو تو اُسے چھوڑ کر کہیں نہ جاوے اور تیر و تلوار سے بھی کبھی مَنہ نہ موڑے۔ ھدھد کا کرگس وزیر صاحبِ تدبیر ہی اور اُن بے اُس کی بات سے کبھو مَنہ نہیں پھیرا اگر وہ اُس کا کہا نہ مانتا تو تمام لشکریں تیرہ ہو جاتا لیکن وزیر آزمودہ کار ہی اِس واسطے فوج نہ بھاگی۔ میدان میں قائم رہی جس نے لڑکے اور کمینے اور عورت کی بات کو سنا وہ دریا میں عم کے ڈوبا قاز اور سُرخاب اُنہیں باتوں کے کہے سننے میں تھے کہ کوئے نے آکر تسلیم کی اور فریب سے کہا کہ ھدھد کے لشکر نے گردِ قلعبے کا گھیر لیا۔ قاز نے پوچھا کہ تخمیناً فوج اُس کی کتنی ہوگی؟

زاغ بولا کہ بارش کے سبب اُس کے لشکر کا کچھ حساب نہیں ہو سکتا اور سوار و پیادے صف بصف زرعہ پوش ہر جگہ زمین پر ایسے پھیل رہے ہیں جس طرح آسمان پر کالی گھٹا چھا جاتی ہے اور بہتر اُس کی چیونٹوں کی مانند یوں بکھڑ رہی ہے کہ جس کی سیاہی سے ساری زمین کالی ہو رہی ہے اور شلکت ایسی ہو رہی ہے کہ گویا پانی کے بدلے آگ پستی ہے اور ہاتھی اِس طرح شور کرتے ہیں جیسے بادل گرجتے ہیں۔ قاز یہ بات سنکر بہت فکرمند ہوا تب کوّا پھر بولا اگر حضرت کا حکم پاؤں تو کوٹ سے باہر جاؤں اور ھدھد سے تلواروں لڑوں۔ سُرخاب وزیر نے کہا ہرگز ایسا نہ کیا چاہیئے اگر لڑائی باہر ہو تو قلعبے سے کیا فائدہ پھر یہ کس کام آویگا۔ کیوں کہ جو کھمبہ پانی سے باہر نکلے تو اُسے ایک گیڈر مار سکتا ہے۔

خثير اكر هُدهُد تمام اپني فوج ليكر لڑنے كو تيار هُوا هي تو تُم بهي اپنا لشكر تيار كر بهيچو تا ك دُونُون فوجيں آپس ميں لڑنیں اور تُم اپني فوج كي بُشت پر رهو ك اُس كو دهاڑس ره سپاهي اپني نيكامي اور نَمَك حَلالي ك واسطے سب مُتفق هو كر دُشمن پر حملہ كريں۔ قاز نے يِه سكر لڑاك جنگي سوار اور دِل چلے پاكے اور بڑے بڑے مست هاتهي مُخالف ك مُقابل كهڑے كيئے ك جنھ ك پاؤں كي گرد سے اُن كي آنكهيں ادھي هوتي تھیں اور شور سے لوگوں ك اور آوار سے دماپے كي كان ساتوں آسمان ك بهرے هوتے تھے اور زمين سے فلَك تَك گُزيا خثيم غبار كا كهڑا هُوا تھا اور هُدهُد كي فوج ك مُقابل اپنا ڈيرہ كر ك سردار اور سپاهيوں كو بُلا كر كها ك آج ايسي جايءشاني كيجيئے اور لڑائي ليجيئے ك پهاڑ پر خون كي ندياں بهيں تب قازے جاها ك لڑے ك واسطے جاوے۔ سُرخاب نے بادشاہ ك گهوڑے كي باگ پَكڑ كر كها ك قلع كي حُرمت ركها چاهيئے *

هُدهُد نے جب لشكر قاز كا ديكا تو حثيران رها اور كركس كي طَرَف ديكاكر كها ك تو كهتا تھا ك ميں دو ايكَ دِن ميں قلع لوڳا۔ قاز تو ائبي جمعيت ركها هي ك هماري فوج سے زياده هي۔ كركس وزير بولا اي بادشاہ! غريب ك گھر ميں يكايك كوئي جاھیں سكتا۔ يِه اونچا قلع اور لشكر ابوء هي۔ اِس ميں فكر كرني ضرور هي ك قلع ليئے مَتَن حكمت چاهيئے۔ يِه اُس كي تدبير يِه هي ك جس رُوز هُوا سَخَت مُخالف ك رُخ پر كي هو اُس يوں آندھي ك لپيت ميں لُؤ نين تيار تيار كر اُس دُھوان دھار

میں گڑھ کو آگ لگا۔ پیچھے اُس کے لشکر حملہ کرے۔ دوسرے مورچے
 ہندی کبجیئے کہ مدعی طاقت آگے بڑھنے کی نہ پاورے۔ تیسرے چار طرف
 قلعے کے اِس طرح سے محاصرہ کبجیئے کہ کوئی آمد و شد نہ کر سکے تب دشمن
 محاصرے میں تنگ ہوگا اور اِس کے بولے اور بھی تدبیریں ہئیں لیکن
 ابہ تینوں میں سے جو پسند آوے *

ہدھد ے کہا ای کرگس! حریف کا لشکر دیکھ کر حواس میڑے گم ہوئے
 اور کچھ ہوش مجھ میں نہ رہا۔ اِس وقت اُنہی صلاح دے کہ جس سے ہماری
 فتح ہو اور مخالف کی شکست۔ کرگس بولا کہ آج تو شام ہوئی کل صبح جو
 کرنا ہوگا سو کرونگا۔ یہ کہہ کر تمام شب تدبیر میں رہا کہ کسی صورت سے
 دشمن کو توڑیئے اور قلعے کو لیجیئے *

آخرش کئی ایک جاسوس (کہ بہت ہوشیار اور جالاٹ تھے اور اُنہ
 پر نہایت اعتماد رکھتا تھا) بولا کہ یہ وقت تمہاری نمک حلائی کا
 ہی۔ چاہیئے کہ بھیس اپنا بدل کر قلعے میں جاؤ اور وہاں کی سگن لو
 اور دیکھو اُن کے یہاں کیا تردد ہو رہا ہی اور کون کس فکر میں ہی اور
 دروازے قلعے کے کون کون سے کس کس کے اہتمام میں ہئیں اور اتنا معلوم
 کرو۔ کس طرف غفلت اور کس کا مورچہ ہلکا ہی اور کس دروازے سے
 ہم قلعے کے اندر جا سکیگے۔ یہ سب باتیں پُخوب دریافت کر کے ہم
 کو جلد سحر پہنچاؤ تب جاسوس کرگس وزیر کے موافق حکم اپنا لباس
 گھوڑوں کا پہنا کر رات کے اندھیرے میں کوٹ کی طرف چلے اور کوٹ

کے ساتھ ملکر قلعے میں گئے اور ہر طرف کوچ و بازار میں اور امراؤں کے خیموں کے آس پاس پھرنے لگے۔ خوب نجشس جو کیا تو کوفے کے موزجے میں غفلت بہت اور لوگ تھوڑے پائے *

یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور تھوڑی سی رات رھنے جدھر سے قلعے میں پڑھے تھے اُدھر ہی سے باہر نکلے اور دوڑ کر یہ خوشخبری کرکس کو جا پہنچائی۔ وہ اسے سُنکر اپنے کپڑوں میں پھولا نہ سما یا۔ فی الحال اپنی فوج کو تیار کر کے کہا کہ چار گھڑی کے تڑکے چب چاب چوٹی کی جال اس طرح قلعے کی طرف چلا چاہیئے کہ کوئی کانوں کان نہ سنے اور جاسوسوں کو آگے دھرے ہوئے پیچھے چلے چلیئے جب کہ دروازہ قریب رہے تب کسی چیز کا اڑتلا پکڑ ٹھہر رہیئے۔ جس دم کوٹ کا دروازہ کھلے۔ اُسی دم اُس کے اندر پڑھے جائیئے۔ خدا چاہے تو قلعہ ہاتھ آجاوینگا۔ یہ صلاح ھُدھ کے گوش گزار کر کے عرض کی کہ میں تو اُدھر جانا ہوں جب میرے ہرکارے حضور میں ظاہر کریں تو فی الفور حضرت تمام لشکر کو لیکر واسطے تقویت کے غلام کی پشت پر پہنچیں اگر خداوند اس میں غفلت کرینگے تو دشمن مجھے تھوڑی جمعیت کے ساتھ دیکھ کر ہر طرف سے گھیر لینگا *

ھُدھ یہ اُس کی تدبیر سُنکر بہت خوش ہوا اور اُسے رخصت کیا۔ پھر سب سرداروں کو بلا کر وزیر کی صلاح کے موافق حکم کیا کہ اپنے اپنے خیموں میں مسلح تیار رہیں۔ جس وقت میں سوار ہوں۔ اُسی

وقت سب سوار ھوں - جدھر مئری سوارِی جے - اُدھر ھی چُپ چاپ
سب کے سب چلیں - ھرگز اس میں کڑی کاہلی نہ کرے - اُنہوں نے یہ
حکم سُکر سب سپاہ سے کہہ دیا کہ اپنے اپنے ڈیروں میں کمر بستہ
مُسعد رھو جب کرگس وزیر کے جاسوسوں نے بادشاہ ھدھد کو خبر کی کہ
خداوند ! آپ اسی وقت سوار ھو جیئے تو بہت مبارک ھی تب ھدھد
بادشاہ اپنی ساری فوج سمیت جاسوسوں کو ساتھ لیکر جس راہ سے کرگس
گنا تھا رواہ ھوا اور کرگس نے منہ اندھیرے کوئے کے دروازے کی طرف
سے قلعے میں پئیٹھ کر ھزاروں بان کی شکٹ کر کے اُسی دھواں دھار
میں یکایک حملہ کر دیا اور ھدھد بھی تمام لشکر لیکر کُمت کو اُس کی
پُشت پر پہنچا - لڑائی ھونے لگی جس وقت آفتاب مشرق کے پہاڑ سے
مانند ملکُ الموت کے آسمان کے نیلے گھوڑے پر سوار ھو نکلا اور آپس
میں ایک کو ایک پہچاننے لگا - دونوں لشکر کی موت کا بازار گرم ھوا
اور ایسی تلوار چلی کہ دونوں طرف سے لاشوں کا سہرا ھو گیا - ھر کوچے
بازار میں قلعے کے خون اس طرح بہنے لگا کہ جیسے آسمان سے ابرنے
سُخوں کی ندیاں بہائیں اور میر سپاہیوں کے لُوھو میں پانی کے سے بُلبلے
نظر آتے تھے - شکٹ کے دھوئیں سے گویا ایک اور ھی آسمانی چھا گیا
اور عین لڑائی میں کوئے بد باطن نے لوگ اپنے جمع کر کے قلعے کے
اندر آگ لگادی اور اپنے رفیقوں سمیت قلعے سے باھر شور کرتا ھوا نکلا
اور بھیڑ میں ھدھد کی جو لوگ اُس کی خبرداری کو رھے تھے اُن

سے کہنے لگا کہ قلعے میں آگ لگی اور ساری سپاہ قاز کی متفرق ہوئی۔
اب کوئی دم میں قلعہ بھی فتح ہو جاتا ہی القصہ اُس کے درمیان ایسی
لڑائی ہوئی کہ طرفین کے بہت سردار اور سپاہی کام آئے۔ آخر غلبہ ھدھد
کی فوج کا ہوا اور قاز کی سپاہ ہر طرف پریشان ہوئی اور تھوڑے سے
لوگ قاز کے پاس رہ گئے *

قاز نے جانا کہ اب قدرت لڑے کی میں اپنے میں نہیں پاتا اور فوج
کا بھی رنج پھر گیا اور صدمے سے لڑائی کے کسی کو پھر حریف سے مقابلے کی
تاب و طاقت باقی نہ رہی۔ ناچار ھوکر کُلگت کو بلایا اور کہا ای کو تو ال!
میں نے خوب معلوم کیا ہی کہ طالع میرے پھر گئے اور مجھ کو انہی
امید نہیں کہ یہاں سے اب پھر کر سلامت جا سکوگا۔ میں یہ چاہتا ہوں
کہ تو نوکر مکٹ حلال ہی۔ کسی طرح خیر و عافیت سے اپنی جان لیکر
یکل جا لیکن یہاں سُرخاب سے پہلے صلح لے پھر وہاں جا کر میرے بڑے
بیٹے کو اُس ملک کا بادشاہ کر کہ ہمارے گھر میں سلطنت قائم رہے اور
میں جانتا ہوں کہ سوائے تیرے اتنا بڑا کام کس سے ہو سکیگا۔
کُلگت بولا ای بادشاہ! تم یہ بات اپنی زبان مبارک سے نہ بکالو کہ اس
کے سننے سے میری جہانی پھٹی ہی جب تلک جان میرے تہ میں
ہی تب تک کسی کی طاقت ایسی ہس کہ تم پر آکر حملہ کرے۔ میں
تم سے ولی نعمت کو اکیلا چھوڑ کر کدھر جاؤں۔ سُرخروئی میری اسی
میں ہی کہ میرا میر آپ کے قدموں کے نیچے گرے اور یہی میری عین

سعادت ہی۔ بادشاہ نے کہا ای کُلنگ! میں جو تجھ کو کہتا ہوں سو کر تیرے سواے میرا ایسا کوئی خیر خواہ اور کارگذار دوسرا نہیں! کُلنگ اپنے دل میں سمجھا کہ خداوند اپنی مہربانی سے مجھ کو لڑائی کے میدان سے نکالا چاہتے ہیں اور یہ شرط نمکِ حلالی کی بہس کہ بادشاہ کو میدان میں اکیلا چھوڑ کر میں چلا جاؤں۔ ماسب یوں ہی کہ کسی حیلے جہاں پناہ کو اس خیال سے باز رکھوں

یہ فکر کر کے کہا پیر مُرشد! اگر میں اپنے لوگوں کو چھوڑ کر جاؤں تو خلق مجھ کو نامرد کہیگی کہ اس گاڑھ میں اور ایسے بُرے وقت میں بادشاہ اور اپنے یاروں کو جی کی نامردی سے چھوڑ کر چلا گیا۔ میری اس میں رُسوائی ہوگی جب تک جیتا ہوں کہیں نہ جاؤنگا۔ یہ بات قار نے سُکر سُرخاب سے کہا کہ کُلنگ کی وہ صورت ہی جیسے پانی اور کبچڑ آپس میں بے یفاق محبت رکھتے ہیں جب تلک پانی کبچڑ کے اوپر ہی تب تک ہمیشہ وہ اُس کے پیچھے ہی جس وقت پانی اُس کے اوپر سے خشک ہو جاوے تب وہ گارا اُس کی جدائی سے جہانی بہت کر رہ جاتا ہے *

اسی گفتگو میں تھے کہ ناگاہ خروس ھُدھد کی طرف سے بجلی کی طرح کھٹک کر پہنچا اور آتے ہی قاز پر تلوار چلائی۔ کُلنگ نے اُس وار کو اپنے پر لیکر نغزہ اُس کی چھاتی پر مارا۔ ان نے اُس کی انی کی چوٹ کو رد کر کے پھر کُلنگ پر حرد کیا اور آپس میں اُنہ دونوں سے ایسی لڑائی ہوئے

لگی کہ شور زمیں سے آسمان تک پہنچا آخر کُلگت خُروس کے ہاں سے مارا پڑا تب بادشاہ بہت رُویا اور اُس کی مغفرت خُدا سے چاہی اور آپ وہاں سے کشتی میں سوار ہو بھاگ کر اپنے وطن کو صحیح سلامت پہنچا اور ہدھد قار کے بھاگنے کی خسر سُنکر نہایت خوش ہوا اور اُس فتح کو غنیمت جان کر خُدا کا شکر کیا اور نقارے فتح کے اور شادیانے خوشی کے بجوائے اور کہنے لگا کہ جیسی مردانگی اور نمک حلائی کُلگت نے کی۔ اُسی کم کسو سے ہوتی ہی اور اُس کو بڑا ثواب ملیگا۔ کس واسطے کہ جو کُوئی خاوند کے حق نمک پر جان اپنی فدا کرے تو رتبہ اُس کا آخرت میں غازیوں کا ہوگا اور جنت میں حورو و نصور اُس کو نصیب ہونگے اور جو کُوئی کُلگت کا سا کام کریگا۔ وہی جوانمرد اور سپہ سالار ہوگا *

جب یہ حکایت تمام ہوئی تب بَشَن سرما برہمن کہنے لگا ای راجا کے بیٹو! جو کُوئی اس نقل کو اپنے من کے کانوں اور ہیٹے کی آنکھوں سے سُنے اور دیکھے تو وہ بڑا سیانا اور گُوت ہووے اور بٹیریوں کے سروں کو بُدھ کے کھاتے سے کات گراوے۔ اس حکایت کے سُننے سے راجا کے بیٹے بہت خوش ہوئے اور پوچھا ائی برہمن! چوتھی حکایت ملاپ کی دُشمنی سے پہلے یا لڑائی کے پہچھے ہو۔ کیونکر ہی؟ وہ کہنے لگا کہ یوں سنا ہی کہ قاز بادشاہ اور سُرخاب وزیر لشکر سے اپنے پراگدہ تھے قاز نے سُرخاب سے پوچھا کہ تو کچھ جانتا ہی کہ قلعے سے آگت کیونکر اُٹھی؟ سُرخاب نے جواب دیا ای بادشاہ! کوآ ہمیشہ فوج کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ کام اُسی کا

ہی اور مٹی ے اِس سے آگے ہی اِلْتِماس کیا نہا کہ کَوے کو جگہ نہ دیا چاہیئے۔ قاز نے کہا نہ یہہ خطا تیری عقل کی ہی نہ دوس کَوے کا بلکہ قصور اپنے طالعوں کا ہی جو کُچھ کہ خواہشِ خدا ہو وہی ہوا چاہے *
سُرخاب نے کہا کہ جو کوئی دوست کی نصیحت نہ سُسے اُس کی وہی حالت ہوگی جیسے کچھوے کی ہوئی۔ قاز نے پوچھا وہ قصہ کیونکر ہی؟

جوتہا باب

نقل دو قاز اور کچھوے اور مچھوے کی

سُرخاب نے کہا۔ جالندھر کے دیس میں بدنام ائِکٹ ندی ہی۔ دو قاز وہاں برسوں سے رہتے تھے اور ائِکٹ کچھوہا بھی اُسی ندی میں رہتا تھا اور اُس سے قازوں سے بڑی دوستی تھی۔ چاند نام ائِکٹ مچھوہا اُس کے کنارے یوں کہتا چلا جاتا نہا کہ کل اِس میں جال ڈالکے سب مچھیلیاں پکڑوگا۔ مچھوے کی رات کچھوہا اور دونوں قاز سُکر نہت ڈرے اور آپس میں صلاح کرنے لگے کہ اب کیا کیا چاہیئے کہ اُس کے ہاتھوں سے کس طرح جی بچے۔ قاز بولے کہ آج یوں نہر دیکھ لو کہ ماہی گیر سچ بول گیا ہی کہ جھوٹہ *
کچھوہا بولا سنو یارو! اپنے کہے پر اگر وہ کل یہاں آ پہنچا۔ اُم تو پرند ہو اُر جاوگے اور میں اپنے میں اتنی طاقت نہیں دیکھتا جو اُس کے ہاتھوں

سے بچوں جیسا کہ بننے کی جڑوں سے اپنے تئیں اور غلام کو مکر سے بچایا۔
 قازوں سے پوچھا کہ وہ قصہ کیوں کر ہی *

نقل ایٹک کچھوے اور بنیائیں اور غلام کی

کچھوے بولا کہ ایٹک کچھوے کو کوئی شکاری پکڑے لیٹے جاتا تھا۔ کسی
 مٹے کے لڑکے نے اپنے کھیلنے کے لیٹے اُسے مڑلے لیا۔ دین کو اُس کے ساتھ
 کھیلا کرتا اور رات کو اُس کی ماں اُسے پانی کے گھڑے میں سد کر دیتی *
 اسی طرح جب کئی دین گدرے ایٹک رڑ کیا ہوا کہ بننے کی عورت شہوت
 کی ماتی اپنے غلام کا منہ جو منے لگی *

اِتفاقاً بنیا اُس روز سے وقت دوکان سے اپنے گھر میں آیکا اور نظر بیٹے
 کی بنیائیں پر جا پڑی۔ وہ سمجھی کہ میرا بھید اب اس پر کھل گیا۔ جلدی
 سے خاوند پاس دوڑی آئی اور عَصے سے کہنے لگی کہ اس موٹے غلام نے چھ
 ماشے کافور جو گھر میں رکھا ہوا تھا سو چرا کر سب کھا لیا۔ اس کے منہ
 سے تو آتی ہی۔ غلام رو کر کہے لگا کہ مہاراج! اگر میں نے کھایا ہو تو
 مہاپاپی ہوں پر یہ رنڈی جھوٹے موٹے مجھے دُکھ لگاتی ہی۔ جس گھر
 میں ایسی جھوٹی استری ہو اُس میں کوئی فریب کیوں کر رہنے پائیگا
 تب بیٹے نے بھی غلام کا منہ سونگھا پر اُس کی بو باس نہ پائی تب
 جُھنجھلا کر عورت سے کہنے لگا کہ تو نے سارا کافور اپنے پتا کے گھر بھجوا دیا
 اور غلام کو طوفان لگایا *

وہ یہ سنتے ہی چڑچڑا اُٹھی۔ وہ گھڑا کہ جس میں کچھوا تھا۔ دریا کی طرف سر پر رکھ کر لے چلی۔ اس میں مہاجن دل میں سوچا کہ تیرے کے مارے ندی میں ڈوبے نہ چلی ہو۔ اُس کے پیچھے یہ بھی لپکا۔ ندی کے کنارے تک پہنچتے پہنچتے جا لیا اور اُس کے ہاتھ پاؤں پڑکر منانے لگا کہ مجھ سے جوٹ ہوئی۔ جاے دے اور اُسے کھینچ کر گھر کی طرف لے لگا۔ وہ غصے سے ہاتھ جھٹک کر اپنے تنس جھڑائے لگی۔ اُس کھینچا کھینچی میں سر پر سے گھڑا زمین پر گر کر پھوٹ گیا اور کچھوا پانی میں چھوٹ گیا *

یارو! اگر آج اُسی یاری کرو کہ مجھے یہاں سے کسی اور ندی میں لے پہنچاؤ تو میں بچتا ہوں۔ قازوں نے کہا تیرا جانا خُشکی میں اچھا نہیں۔ کچھوا بولا اگر تُو مجھ کو نہ لُجھاؤ گے تو میں اپنے پاؤں سے جاؤنگا۔ یہ سنکر قاز فکرمند ہوئے اور کہا۔ تمہاری حالت اُس بگلے کی سی ہوگی۔ کچھوے نے پوچھا وہ قصہ کیوں کر ہی؟

نقل ایٹک سائپ اور بگلے کی

قاز بولے کہ بھاگ رتی ندی کے کنارے پر ایٹک درخت تھا اور اُس کے نیچے کسی جانور کا ایک بل تھا۔ اُس میں ایٹک سائپ رہتا تھا۔ ہر روز سوراخ سے نکل کر وہاں پہرا کرتا جو کچھ کھانے کی چیز پاتا سو کھا لیتا۔ اُس درخت کے رہنے والوں کو اذیت نہ دیتا۔ اس میں ایٹک بگلے نے

اُس پر گھوٹسلا بنا کر بچے دیئے۔ یہ اُسے اندیشہ ہوا کہ کسی دین یہ سائپ ہمارے بچوں کو کھا جائیگا۔ ایسی تدبیر کیا چاہیئے کسی طرح یہ مارا جاوے اور بچے ہمارے محفوظ رہیں۔ ایٹک نگلا جو اُن میں بوڑھا بڑا تھا سو بڑا کہ یارو! ایٹک نیولا آج میں بے اسے درخت کے نیچے پھرنے دیکھا ہی۔ تم ایٹک کام کرو کہ نڈی سے اپنے اپنے منہ میں ایٹک ایٹک مچھلی پکڑ لاؤ اور اس درخت کے تلے ڈال دو۔ مجھے یقین ہی کہ وہ نیولا اُن کے کھانے کے لیئے آویگا اور سائپ بھی اپنے سوراخ سے نکلیگا۔ اُنہ دوڑوں کے آپس میں عداوتِ قلی ہی دوڑوں لڑیگے اغلب کہ سائپ نیولے کے ہاتھ سے مارا جائیگا *

بگلوں بے موافق اُس کی صلاح کے نڈی سے مچھلیاں نکال کر درخت کے نیچے ڈال دیں اور آپ اُس کی ٹہنیوں پر چب کے ہو بیٹھ رہے۔ اس انتظار میں کہ اُنہ دوڑوں میں لڑائی ہو اور ہم تماشا دیکھیں کہ کون کس کے ہاتھ سے مارا جاتا ہی؟ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ نیولا کہیں سے آ نکلا اور مچھلیوں کو چُن چُن کھانے لگا سائپ بھی مچھلیوں کی طمع سے نکلا پر نیولے کو دیکھ ایٹک جھاری تلے دبک رہا اس لڑاکے سے کہ نیولا سرکے تو میں اُنہ میں سے لون *

اتفاقاً نیولے کی نظر اُس پر جا پڑی اور وہیں جھپٹا دوڑوں کے لڑائی ہونے لگی۔ آخرش نیولے نے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا پھر میرا اُنہا کے جو اوپر دیکھا تو سفید بگلے چمکنے نظر آئے۔ جانا کہ اسی درخت پر بھی

مچھلیاں ہئیں۔ اوپر چڑھ گیا۔ بگلے تو اڑ گئے گھوسلوں میں جو بچے تھے انہیں چپ کر گیا اور کھودھے اُن کے اُجاڑ دیئے *

قاز بولے ای یار! مرد وہ ہی کہ پہلے اپنے واسطے جگہ نئی ٹھہرا لے تب اپنے قدیم گھر کو چھوڑے۔ یہ سس باس تیرا سب جگہ سے بہتر ہی۔ کچھوے نے جواب دیا دوستو! تم ہمیشہ اس راہ سے آتے جاتے ہو۔ کبھی مجھ سے کچھ خطا نہیں ہوئی۔ ناحق مجھ کو کیوں ڈراتے ہو۔ فاروں نے بہت سا سمجھایا لیکن اُس نے اُن کی نصیحت نہ مانی تب اُنہوں نے لاچار ہو کر کہا۔ لے تو اب ایک کام کر۔ اس لکڑی کو بیچ سے منہ میں پکڑ اگر تجھے کوئی گالی بھی دیوے تو ہرگز نہ بولیو۔ اُس نے کہا۔ گالی کیا جو مجھے کوئی مارے گا تو بھی دم نہ مارونگا۔ اس قول قرار پر اُس لکڑی کے سرے دو تئوں قاز منہ سے پکڑ کر لے اڑے جب ایک گاؤں کے برابر پہنچے تب وہاں کے لوگ تماشا دیکھنے لگے اُنہ میں سے ایک لڑکا بولا کہ اگر یہ کچھوا گرتا اور میرے ہاتھ آتا تو اسے بھون کھاتا۔ دوسرے نے کہا جو میں اسے پاؤں تو پکا کھاؤں۔ کچھوے کو اُنہ باتوں کی برداشت نہ ہوئی۔ نہایت خفگی سے بولا خاک کھاؤ۔ بولنے کے ساتھ ہی زمین پر آ رہا۔ لڑکوں نے دوڑ کر پکڑ لیا اور بہت فضاہت کیا *

پھر سُرخاب نے کہا ای بادشاہ! جو کوئی اپنے رفیق کا کہا نہ سنے تو اُس کیل آگیا ایسا ہی دن آتا ہی۔ اسی بات چیت میں تھے جو کُننگ کے بھائی نے آکر سلام کیا اور کہا کہ علام نے آگے کہا بھجبا تھا کہ فلے

کے اندر کوا ھُدھد کا بھانجا ھوا ھی اور اُس ے اُس کو خلعت دیا ھی اور جو مُلک لیا سو اُس کے لڑکوں کے نام مُقرر کیا لیکن کرگس وزیر اُس کا اِس بات سے راضی نہ ھوا بلکہ اُس نے عرض کی کہ حضرت! یہ مُلک کتے کو نہ دیا چاہیئے کیونکہ میں اُسے بیڑا جانتا ھوں۔ ھُدھد نے جواب دیا جو نوکر مکٹ حلّی کرے اُس کے حق میں مہربانی کرنی ضرور ھی کہ پھر دوسرے وقت خاوند کا کام دل و جان سے کرے۔ کرگس نے کہا حضرت! کوا کم ذات بد آئین ھی جو کوئی اِس کے حق میں نیکی کریگا وہ دیکھنیگا جو بوڑھے جوگی نے دیکھا ھُدھد نے پوچھا کہ وہ نقل کیونکر ھی؟

نقل ایک جوگی اور چوہ کے بچے کی

کرگس نے کہا یوں بیان کرتے ھیں کہ کنارے پر دریائے سند کے ایک جوگی کا دھڑا تھا۔ ایک روز وہ اُس کے دروازے پر بیٹھا جب کرتا تھا کہ ایک کوا چوہ کا بچا اپنے جنگل میں لیئے اُڑا جاتا تھا۔ تصاکار وہ اُس کے پنجوں سے کسی طرح چھوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ اُس نے اُسے ازراہ شفقت زمین سے اُٹھایا اور موندی کے جنگل سے چھڑایا اور اُس کا جی بچایا اور ایسی آفت سے اُسے پالا پوسا کہ وہ بڑا ھوا *

ایک روز اُس پر کہیں بلی جھپٹی۔ جوگی نے کسی طرح بہ ہزار خرابی اُس کے منہ سے بھی بچایا۔ پھر اپنے دل میں یہ ٹھانا کہ اِس چوہ کو بلی چاہیئے تاکہ اور بلیوں سے بچے۔ دعا کرنے ھی ثرت چوہ سے

بلی ہوگئی اور کتوں سے لگی ڈرے تب معیر نے اُسے کُتا بنایا۔ پھر اُس کے جی میں یوں آیا کہ اسے شیر باؤں کہ ہر ایک درند کی گزند سے محفوظ رہے۔ آخر اُس کی دُعا سے وہ شیر ہوا۔ دن کو وہ جنگل میں شکار کے لیئے نکل جاتا۔ رات کو آکر جوگی کی چوکی دیا کرتا۔ جو لوگ اُس کے دیکھنے کے لیئے آتے سو آپس میں یوں چرچا کرتے کہ پہلے یہ چوہا تھا۔ فقیر کی دُعا سے بلی ہوا۔ پھر کُتا ہوا۔ نس پیچھے باگھ بنا۔ اُس نے یہ بات سُکر اپنے دل میں فکر کی کہ جیسا میں پہلے تھا ویسا ہی یہ جوگی جو مجھے با ڈالے تو میں اس کا کیا کر سکوگا۔ بہتر یہ ہی کہ اسے مار ڈالوں تو سب آفتوں سے نچنت رہوں۔ یہی خیال خاطر میں لاکر وہیں جوگی کو مار کر اُس کا لہویا اور اپنے بدن پر بھی لگایا *

پھر کرگس نے ہدھد سے کہا۔ اگر یہ مُلک تم کوئے کو دُوگے تو تمہاری حالت جوگی کی سی ہوگی۔ ہدھد نے اُسے جواب دیا۔ جو میں اُس مُلک کا لالچ کروں تو میرا احوال بھی اُس بگلے کا سا ہوگا۔ کرگس نے پوچھا کہ حضرت وہ نصہ کیوں کر ہی؟

نقل ایک بوڑھے بگلے اور مچھلیوں کی

ہدھد کہنے لگا کہ ہندوستان میں ایک بڑی جھیل ہی نام اُس کا گرمی۔ لیکن گرمی کے ایام میں اُس میں پانی کم رہتا ہی۔ ایک دن اُس کے کنارے پر ایک ایسا بوڑھا لگا جو اتنی طاقت اُس میں نہ تھی کہ دوسری

ایک کیکڑے نے اُسے اِس طرح سے نیتھا دیکھ کر پوچھا کہ آج میں تمہیں
بہایت معصوم دیکھتا ہوں اِس کا کیا سبب ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ
میں نے کل اپنے دوست سے یوں سُنا ہے کہ کل اِس جھیل کی ساری
مچھلیاں جلنے مار لجائیں گے۔ میں اِس شش و پنج میں بیٹھا ہوں کہ میرا
حال کیا ہوگا کیوں کہ اِس جھیل کی مچھلیوں پر میری روزی مژنونف
ہے۔ اُن کے مارے جانے پر مجھے غدا کہاں سے ملے گی اور میں اپنی
باقی عمر کیوں کر کاٹوں گا *

اُس نے اُس کی صلاح کے موافق کیا جتنی مچھلیاں اُس میں تھیں ایک ایک کر کے کھائی۔ تب اُسے پہنچائیں۔ وہ انہیں ایک ایک کر کے کھاتے ہوئے دیکھ کر

سے کہا آپ بے بڑی محنت اور کام ثواب کا کیا۔ اس کا اجر خدا سے پاؤگے۔ پھر لگے بے کہا اب میرا جی یہ چاہتا ہے کہ جہاں میں نے سب مچھلیوں کو پہنچایا ہے وہاں تم کو بھی لے پہنچاؤں تب میری خاطر جمع ہو۔ وہ بولا کہ آپ کو تصدیق ہوگی۔ میں اپنے پاؤں جاؤنگا کیونکہ میرے پاؤں میں آہستے آہستے کوس آدھ کوس چلنے کی طاقت ہے۔ یہ بولا یار! میں جانتا ہوں کہ پاؤں چلنے سے تمہیں بہت تکلیف ہوگی اور تمہاری ادیت میرے نامہ اعمال میں لکھی جائیگی۔ بہتر یہ ہے کہ تم میری پیٹھ پر چڑھ بیٹھو تو میں تم کو اس بلے ناکہابی سے بچاؤں *

آخر اس وہ بعد اس رڈ و ندل کے راسی ہوا تب اس نے پیٹھ پر بیٹھا کر وہاں لا اتارا کہ جہاں مچھلیوں کو کھایا کرتا تھا۔ کیڑے نے جو دیکھا کہ سولے خشکی وہاں پانی کا نام و نشان نہیں مگر مچھلیوں کے سروں کی ہڈیاں پڑی ہوئیں وہاں دیکھائی دیں۔ دل میں ڈر کر لگے سے کہا کہ تو نے سب مچھلیاں یہاں لاکر کھائیں ہیں اب کیا مجھے بھی کھایا جاتا ہے؟ اس بات کے ساتھ ہی اچھل کر لگے کا سر اپنے منہ میں پکڑ لیا۔ اس نے ٹھیکر زور کیا کہ اپنا سر اس کے منہ سے چھڑاؤں پر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ وہ نہیں مرے رہ گیا۔ پھر گوس نے ہمدرد سے عرض کی کہ میں یہ مصلحت نہیں دیتا کہ آپ یہ ملک کوے کو دیں۔ اس نے کہا اگر کوے کے قبضے میں یہ ملک رہیگا۔ تو مال و متاع کی کچھ کمی اور غلے کا بھی

نقل شادی نام ایک بیٹے اور دلوالی نعل بند کی

اس بے پرواہ خیال میں گھڑیکا دھیاں جانا رہا۔ وہ سر سے زمین پر

گِر کے پھوٹ گیا اور سارا تیل یہ گیا تب بٹے نے اُس کے سر کے بال پکڑ کر ایسا لتایا کہ اُسے وہ مار عمر بھر نہ بھولائیگی۔ مثل ہی کہ غریب آدمی سے کما ھو سکے۔ تب ھدھد بولا کہ اگر میں مُلک کی طمع کروں اور اُسے نہ دوں تو مجھے بھی ویسا ہی فائدہ ھوگا جیسا کہ اُس بعل بند کو ھوا پھر اُس نے کرکس سے پوچھا بھلا اب کیا کیا چاہیئے؟ اُس نے کہا خُداوند! آپ ذرا کَوے کو بَلاکر پوچھیں تو سہی کہ اُس نے قاز کے ساتھ کیا حرکت کی کہ اُس کے گھر میں ایک مُدّت تکت رہا اور عین لڑائی کے وقت اُس کے قلعے میں آگ لگا دی۔ چنانچہ اسی واسطے اُس کی لڑائی بگڑ گئی اور مُلک اُس کا تباہ ھو گیا تب ھدھد نے اُس کو بَلاکر پوچھا کہ ابی منیکہ بَرن! تو نے قاز کے ساتھ ایسی زبون حرکت کیوں کی؟ اُس نے تو کُچھ تیرے ساتھ لڑائی نہیں کی تھی۔ دُنیا میں نیکی کا بدلا یہی ہی جو تو نے اُس کے ساتھ کیا؟

کَوے نے جواب دیا کہ حضرت! غلام نے آپ کا نمک کھایا تھا اِس واسطے نمک حلّالی کی نہیں تو قاز کی خوبیوں میں کُچھ شُبہ نہیں۔ خُدا ترس عقلمند عادل مثل۔ نوشیرواں کے ہی اور کبھی اُس سے کسو کو ایذا نہیں پہنچی۔ اُس کے اوصاف سے میری زبان قاصر ہے کیونکہ میری بات ہر ایک امر میں سنا گیا اور اپنے وزیر کی صلاح پر کام نہ کیا جیسے کہ مزد ملتان نے رندوں کے کہنے پر عمل کیا۔ ھدھد نے پوچھا کہ وہ کیونکر ہے؟

نفل ائیک مُلتانی اور رندوں کی

کوٲا بٲولا یوں سُسا ہی ک ائیک مرد مُلتانی بازار سے بکری خرید کے اُس کی رسی ہاتھ میں پکڑے ہوئے اپنے گھر لیئے آتا تھا جب نزدیک گاؤں کے پہنچا۔ کئی ائیک رند ائیک جگہ کھڑے تھے آپس میں صلاح کی کہ اِس آدمی سے کسی چھل بل سے بکری اُڑایا چاہیئے۔ سب بے ائیک دِل اور ائیک زبان ہو کر بندش باندھی اور تین چار جگہ جُدا جُدا راہ میں بیٹھے۔ اُنہ میں سے پہلے ائیک نے اُس سے مُلاقات کی اور کہا کہ ای بھائی! یہ نجس کُتا تو نے کہاں پایا؟ اُتے جَواب دیا کہ یہ کُتا ہی ک بکری؟ میں اُسے بازار سے مَول لیئے آتا ہوں لیکن دِل میں کُچھ شک پڑا۔ مَنہ پھیر کر بکری کی طرف دیکھا۔ معلوم کیا ک بکری ہی تب کاندھے پر رکھ لیچلا۔ تھوڑی دور بڑھا تھا کہ دوسرے سے مُلاقات ہوئی۔ وہ بٲولا ای مُلتانی! اِس کو کاندھے پر رکھ کر لیٹھاتا ہی اگر یہ مَوتے تو کپڑے تیرے ناپاک ہوگے *

مُلتانی اپنے دِل میں سوچا کہ آگے ائیک کُتا کہ چکا ہی۔ دُوسرا بھی ناپاک کہتا ہی۔ کاندھے سے اُتار کر پھر ڈرپا لیا۔ تھوڑی دُور آگے چلا تھا کہ ائیک بوڑھا درخت کے نیچے سے بول اُٹھا کہ ای مرد! تو دیوانہ ہی ہے۔ ائیک کی جوت ہی گھٹ گئی ہی کہ کُتا سا ناپاک جانور ہاتھ میں لے کر جاتا ہی! بے سب باتیں سُکر سب تو یقین ہوا کہ شاید

کچھ عقل میں یا بیسائی میں خلل ہوا ہی کہ گتے کو بکری جانکر مڑل لیجاتا ہوں۔ کچھ اندیشہ نہ کیا بکری کی رسب ہاتھ سے چھوڑ دی اور آپ کیڑوں سمیت ندی میں جا کود پڑا۔ نہا دھو گھر کی راہ پکڑی اور بکری اُنہ ریدوں نے لیجا کر شوق سے چٹ کی *

ہدھد نے پھر کورے سے کہا کہ تو بے قاز سے وہ حرکت نہ کی کہ کسی بے کسو کے ساتھ ایسی کم کی ہوگی۔ کوا بولا ای بادشاہ! عقلمند آپے مطلب کے لیے دشمن کو وقت پر مولا لیتے ہیں جب عرض اپنی حاصل ہو چکتی ہی تو اُس کو ٹھکالے لگا دیتے ہیں مگر آپ نے قصہ مینڈک اور سائپ کا نہیں سنا۔ ہدھد بے پوجہا وہ کس طرح ہی؟

نقل ایٹک سائپ اور مینڈکوں کے بادشاہ کی

کورے نے کہا ایٹک بُرا سائپ کہ اُس میں چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی تھی ایٹک جھل کے کنارے پر آہستے آہستے آکر غمگیں ہو بیٹھا تب مینڈکوں کے بادشاہ نے اُس سے پوجہا ای سائپ! تجھے کیا ہوا ہی جو اتنا بول کر رہا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ تجھے پرائی کیا پڑی۔ تو اپنی بیوی۔ مینڈک بولا ای سائپ! ناخوش کیوں ہوتا ہے؟ اگر کچھ تیری چیز پانی میں گر پڑی ہو تو کہ۔ میں اپنے لشکر کو حکم کروں کہ بجنس اُس چیز کو ڈھونڈھ لائے *

اُس نے کہا ای مینڈک! اُس شہر میں ایٹک برہمن کا لڑکا بہت

خوبصورت تھا۔ اُس کو مٹی نے کاٹا۔ باپ نے اُس کے درد سے کھانا پِسا۔
سب چھوڑ دیا۔ اُس کے بھائی نے اُس کو سمجھا بچھا کر کھلا پلا۔ یوں اُسے
نصیحت کی کہ بھائی! سر کبجئے سب کی یہی راہ ہی چنانچہ کسی
شاعر نے کہا ہے

مت پوچھ رفتگاں کو کیدھر تھے اور کہاں تھیں

شاہانِ نامور اور دلہنیں جو نوجواں تھیں

تب برہمن پہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا کہ ای* دوستو! میں اس گاؤں میں رہ
رہوں گا کس واسطے کہ یہی ایک لڑکا میرا تھا۔ سو خُدا کی راہ میں گیا
اب مجھے بستی سے کیا کام؟ میں بن باسی ہوؤں گا تب اُنہوں نے کہا ای
بھائی! کوئی ڈاڑھی مُٹا دے اور جامہ پہاڑ کر جنگل میں جا رہنے سے سادہ
نہیں ہوتا مگر جس کی کرنی اچھی ہو۔ سو ای مینڈک! میں نے اسی
وقت خواب دیکھا کہ ایک مرد بوڑھا نہایت بزرگ صورت مجھ سے یوں
کہتا ہے کہ ای سائپ! تو نے اس غریب لڑکے بے مہنتی کو ناحق کاٹا کل
قیامت کو تیری پیٹھ پر مینڈک سوار ہوئے گا اور اسی عذاب میں ہمیشہ
خُدا تجھے گرفتار رکھے گا۔ اگر اُس عذاب سے تو اپنا چھٹکارا چاہے تو
کنارے جھیل کے جہاں مینڈک بہت سے ہوں وہاں جاکر اُن کے سردار
کو اپنی گردن پر سوار کر کے لیٹے پھرا کر۔ مینڈک پہ بات سنتے ہی نہایت
محوش ہو کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ خُدا نے مجھے مُفت پہ کھوڑا
دیا۔ شاید میرے طالعوں کی مدد سے ایسی سواری ملے گی *

اُسی وقت سائپ کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھا اور کہا کہ فلاںی جگہ میرا دشمن ہی اگر تو تصدیق کر کے مجھے وہاں تک لٹچلے تو میں اُسے ماروں۔ سائپ نے یہ بات مانی تب سب مینڈکوں کو اپنی جگہ میں آگے رکھ لٹچلا جب اُس تالاب کو چھوڑ کر آگے بڑھے سائپ نے جانا کہ اب یہ بھاگ کر اُس تالاب تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ کسی بہانے سے اپنے تئیں زمین پر گرا دیا۔ مینڈکوں کے سردار نے پوچھا کہ تو کیوں گر پڑا؟ اُس نے کہا کہ تیری فوج کو دیکھ کر مجھے بھوکہ لگی ہے۔ وہ بولا کہ میرے لشکر سے دو چار مینڈکوں کو کھالے سائپ نے کہا ای بادشاہ! لشکر کم ہونے سے تجھ کو بُرا لگے گا۔ وہ بولا کہ تیرے کھانے سے میری فوج کم نہ ہوگی *

سائپ ہر روز دو تین مینڈک کھانے لگا تھوڑے دنوں میں سب کو بگل گیا۔ اگلا بادشاہ رہا۔ سائپ نے پوچھا ای بادشاہ! آج میں کیا کھاؤں؟ مجھے بھوکہ لگی ہے۔ مینڈک نے کہا ای سائپ! کسی تالاب یا جھیل کے کنارے چلے اپنا پیٹ بھر لے کہا۔ تمہارے سارے لشکر نے میرے پیٹ میں جھاوٹی کی ہے۔ بادشاہ کا لشکر سے جدا رہنا خوب نہیں۔ جو اپنی فوج کے ساتھ آپ بھی اُس جھاوٹی میں داخل ہوں تو بہت بہتر ہے تب وہ اپنی موت سمجھ کر چپ ہو رہا۔ سائپ نے اپنے شہسوار کو زمین پر پٹک کر کٹی کوڑے دم کے مارے اور کھا گیا جیسا کہ کسو شاعر نے کہا ہے *

گردنِ سدگي بت خم هي درِ فرمان پر

گوئے سِر اپنا فدا ڪيؤن نہ ڪرے جوگان پر

ڪوٽا بولا اي هُدهُد بادشاه! جو ڪوٽي دُشمن ڪي بات پر فريب ڪهاتا هي۔ اُس ڪي ائيسا هي دن آڪي آتا هي۔ اب آپ ڪو ملاپ ڪرنا فاز ڪي ساٿه ضرور هي۔ هُدهُد نه ڪها اي ڪوٽ! اُس ڪي بهائي بند نوڪر چاڪر لڙائي مٿي مٿي هاتھ ڪي هٿ مارے ڪئي هئي اور مُلڪ اُس ڪا لے ليا هي۔ مٿي غالب هُوا هون اب اُس ڪو چاهيئي ڪ اپني ڪلي مٿي پٽڪا ڏال ڪر مٿي پاس آوے اور مٿي اطاعت اختيار ڪرے تب البت ادھر ڪي بهي اُس ڪي حق مٿي مهرباني هُئي ڪي *

انهن باتن مٿي ته ڪي ايڪ جاسوس پهنچڪر آداب بجا ليا اور عرض ڪي ڪي پسر مُرشد! غافل ڪيا بيٿه هئي مهال ڪلنگ مٿه بولا بهائي سُرخاب ڪا جو وزير هي فاز بادشاه ڪا هٿ فوج لئڪر آپ ڪي مُلڪ پر چڙها ڪلا آتا هي اُڪر ه لشڪر ڪيها آيا تو تمارے دٻس ڪو ويران اور رعيت ڪو تباه ڪرنگا *

اس مٿي هُدهُد نه وزير ڪي ڪها ڪي مٿي سو ڪوس ڪي دٻڙ مارونگا اور اپني مُلڪ ڪو پُشت پر ڏيڪر اُس ڪي ولايت ڪو ت و بالا ڪرونگا۔ ڪرگس ڪي هٽسڪر ڪها زهه تدبير اي بادشاه! مردن ڪو جو ڪام ڪرنا منظور هُوتا هي۔ پهلے اُس ڪي ڪر ڪي تب زبان ڪي نڪالتي هئي اور ايڪ بارگي حريفن ڪي اُچھ پڙنا مصلحت ڪي نور هي اڪر آپ لڙائي ڪي اُراي طرف ڪلنگ ڪي متوجھ

ہوؤں اور فاز لشکر کی بچھاری چڑھ دوڑے تو دو طرف کی لڑائی سے آپ
عہدہ برا نہ ہو سکیں اور واپسی ندامت اُٹھائیگی۔ جیسی اُس برہمن
نے اُٹھائی۔ ہدھد نے پوچھا کیسی؟

نقل ایٹک برہمن اور نیولے کی

کرکس نولا میں لے یوں سنا ہی کہ کسی برہمن نے ایٹک نیولا پالا تھا کیا
ہوا کہ اُس کے گھر میں ایٹک دن پانچ سات کہیں سے مہماں آگئے اُس
میں وہ ماہمن اشمان کے لیئے ندی پرگنا۔ برہمنی سخت حیران ہوئی کہ
اگر لڑکے کی خسروں تو مہمانوں کی خدمت سے محروم رہوں اور وہ
بیدل ہونگے اور جو اُنہ پاس حاضر رہوں تو لڑکا اکیلا رہتا ہی۔ یہ فکر
کر کے نیولے کو لڑکے کے پاس محافظت کے لیئے چھوڑ کر مہمانوں کے
کام کاج میں جا لگی۔ اُس نے جاے پر تھوڑی دیر کے پہچھے ایٹک کالا
سائب اُس لڑکے کے پاس دسے کو پہنچا۔ نیولے نے دیکھتے ہی جھپٹ
کر بائپ کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور اُسی لہو بہرے منہ سے گھر سے
باہر نکلا برہمن نہائے ہوئے تلوہی ہاتھ میں انگڑیا کاندھے پر دھرے
چلا آتا تھا۔ اُس کی نگاہ نیولے پر پڑی اُس کا منہ لہولہان دیکھ کر اُسے
گمان ہوا کہ یہ نیولا میرے لڑکے کو مار کر اُس کا لہو پیکر آیا ہی۔ یہ
خیال اپنے دل میں ٹھہرا کر اُسے مار ڈالا۔ گھر میں آن کر کیا دیکھتا ہی؟
کہ لڑکا سہی سلامت ہی اور ایٹک سائب اُس کے نزدیک ہوا ٹکڑے ٹکڑے

ہوا پڑا ہی۔ یہ حالت دیکھ کر اُس نے بہت افسوس کیا اور ایسا رویا کہ روتے روتے بیمار ہو گیا۔ پھر کرگس نے کہا ای بادشاہ! بے اندیشے کام کرنے کا پہل آخر پشیمانی ہی ہدھد نے کہا ای وزیر! کسی کو بھیج دے کہ قاز سے صلح کر آوے۔ وہ بولا کہ میرے سواے اور کس کو جانے سے ہرگز ملاپ نہ ہوگا *

ہدھد نے جواب دیا جو بہتر ہو سو کیا چاہیئے۔ وہ اُس کے حکم سے قاز کے پاس گیا اور ادب سے مہجرا کر کے قدموں پر گر پڑا۔ قاز اُس سے بغل گیر ہوا اور چہانی سے لگایا اور بہت سی خاطر داری کی جب آپس میں باتیں ہونے لگیں تب قاز نے کہا ای کرگس! خوب ہوا کہ تو آیا نہیں تو لشکر مہابل کُلنگ کا تیرے بادشاہ کے ملک میں پہنچ کے خراب کرتا اور میرا ملک اور قلعہ جو تمہارے ہاتھ آیا ہی صرف اُس کوئے کی بدداتی اور حرم زندگی سے والا کیا دخل تھا۔ اُس مفید کے مکر و فریب سے میں نہایت رنجیدہ خاطر ہوں۔ کرگس نے عرض کی کہ حضرت! جب تک زمین و آسمان کو قیام ہی۔ دشمن کی دوستی اور قول و فعل پر ہرگز اعتبار اور عمل نہ ہوگا۔ میں اپنے بادشاہ کو ہر طرح کا نشیب و فراز سمجھا کر صلح کے ڈھب پر لایا ہوں۔ *

قاز بادشاہ نے اُس کی اس گفتگو سے بہت راضی اور خوشدل ہو کر اُسے بیماری خلعت دیا۔ کرگس نہایت خوش و خرم ہوا اور جو اُس کے دل میں اندیشہ اور دغدغہ تھا سو قاز کی مہربانی سے جاتا رہا اور کہا ای

بادشاہ! جسے مہمان کی حرمت کی اُسے گویا اپنے بزرگ کی خدمت کی۔ قارے کہا ای کرگس! تو نے کچھ دریافت کیا کہ ھدھدے کس لیے تجھ کو صلح کے واسطے بھیجا ہی؟ وہ بہ بات سُکر چپ رہا تب اُس نے پھر کہا کہ میں یوں جانتا ہوں کہ تجھے مہابل کُلگ کی دھشت سے صلح کے لیے بھیجا ہی۔ کیونکہ لشکر اُس کا بہت ہی۔ یہ کہ کر کرگس کو دو بارہ اِعام دیا اور اُس کے ساتھ کئی اونٹ جواہر اور کپڑے کے اور کئی منحل اور اطلس اور کمخواب زربفت کے اور سو گھوڑے تازی اور تُرکی ھدھد کے واسطے بطریق سوعات دیکر رخصت کیا جب یہ اسباب کرگس اپنے ساتھ لیکر ھدھد کی خدمت میں جاگزارا ھدھد بہت خوش ہوا *

کرگس نے اِلتماس کیا کہ ای بادشاہ! اگر میں نہ جاتا تو سخت قباحہ ہوتی۔ لشکر مہابل کُلگ کا تمہارے مُلک کو لوٹ لانا خراب خستہ کر دیتا۔ بڑی خیر گذری کہ بہت جلد صلح ہوگئی تمہاری۔ فوج خُشکی میں کم تھی اور مہابل کُلگ کا لشکر تری میں اِس قدر تھا کہ ساری جھیلیں و تمام ندیاں اُنہ سے اِیسی چھا رہی تھیں کہ ایک قطرہ پانی کا جھلکا نظر نہیں آتا تھا اور لشکر قاز کا اُس کے علاوہ تھا *

تب تو تا بولا یہ بات جھوٹہ ہی اگر حصرت سوار ہوتے تو فوج کی کثرت سے زمین یوں بھر جاتی جیسے کہ آسمان اندھیری رات میں تاروں سے چھا جاتا ہی۔ اُن کی فوجیں اِس لشکر کے مقابل اِیسی تھیں۔ جیسے آٹے

میں لوں۔ ھدھد بڑا ای نادان! لڑنے بہڑنے کا کیا فائدہ۔ خدا بے خیر
 کی کہ ہماری فتح ہوئی اور بعد اُس کے صلح خاطر خواہ ہوئی۔ ماز نے اطاعت
 کی بِالْعِل نذر آہ ہمارے واسطے بھلیجا اور آئندہ بعل بندی قبول کی۔ غرض
 ھدھد اور قاز آپے آپے ملکہ کی سلطنت اور بادشاہت پر خاطر جمعی
 سے قائم ہوئے اور حکم رابی بہ خوبی کرنے لگے *

یہ سب قصہ بٹن سرما پنڈت نے راجا کے بیٹوں کو سُنا یا۔ اور اسیس
 دی تب راجا بے خوش ہو کر اُسے بہت سا دان دچھنا اور خلعت و انعام
 دیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے رخصت کیا *

خدا کے فضل سے یہ کتاب دارالحکومت لندن میں حُلہ طبع سی
 آراستہ ہوئی *

سنہ ۱۲۸۵ ہجری مطابق سنہ ۱۸۶۸ عیسوی

بحق رسول علیہ السلام

یہ اخلاقی ہندی ہوئی اب تمام

۵۵

فقط

خاتمہ

ہو الاول ہوا الآخر الحمد للہ کہ اس کتاب کا اختتام ہوا اور عہد وزارت
امیر کبیر سر اسٹافورڈ ہارٹھکوت صاحب بہادر بالقابہ میں یہ نسخہ تمام
ہوا اور انکی توجہ رغایت اور الطاف و رعایت سی نہ فقط اس کتاب
کا بلکہ خود اس فدویت ایتساب کا رتبہ بڑھا بقول سعدی

مزد گرد بدورش بازم چنان * کہ سید بدوران نوشیروان

اوصاف اس مجمع علم و کمال اور مرکز جاہ و جلال کے میری کیا جان
اور قلم کی کیا زبان ہی جو بیان کروں اُس کی ذاتِ خجستہ صفاتِ فضل
حی و قیوم سے موجود ہی میرا تعریف کرنا فصول اور بے سود ہی * مُشک
آست کہ از خود برید نہ آنکہ عطار گوید * عیانرا چہ بیان * مگر جوامیر
حق ہو اُسکو چھپانا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا ہی اور اپنے ولینعمت
کا شکر نہ کرنا کفر ہی مَن لَمْ یَحْمَدِ النَّاسَ لَمْ یَحْمَدِ اللّٰہُ اِسو اسطی بالکل
ساکت بھی نہیں رہ سکتا کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا * چپ رہوں
تورہا نہیں جاتا * گویم مُشکل و گرنگویم مُشکل * بہر حال الفاظ چند
بنظر اظہار حق نہ خوشامد سی عرض کرتا ہوں * مگر قبول اُفتد زہی عیز
و شرف * حقیقت حال یہ ہی کہ جس تاریخ سی یہ امیر ابن امیر مدبر
امور ہند مقرر ہوا ہر طرح سی خیال بہبود ہند اور ہند یوں کا مد نظر رہا

افصالِ الٰہی اور اقبالِ شاہی اور اس وزیرِ خوش تدبیر کی نیکتِ یگاہی سے
 سارا ہندوستان آباد ہی اور ہر دلِ انصاف پسند شاد ہی
 یہ سچ ہی کہ اقلیمِ ہندوستان * ہوئی اُسکی اقبال سی ہندوستان
 شگفتہ ہیں گلِ بلبلِ نعمہ سنج * شکستہ ہیں سب خارِ اندوہ ورنج
 ایک وقت وہ تھا کہ ہندوستان میں کئی مسافر ایک شہر سے دوسرے شہر
 کو بیخطر نہ جا سکتا تھا راہیں ٹھگوں اور ڈکیتوں سے بازار دغا بازوں اور
 جلیب کتروں سی دوکانیں اور گھر نقب زنوں اور چوروں سی حفاظت میں
 نہ تھیں اور ایک وقت یہ ہی کہ حکومتِ سرکاری میں راہیں خُشکی اور
 تری کی ریلگاری اور دود کش گی آمد و رفت سی پر شور و غوغا ہیں مالِ
 تجارت کڑوڑوں کا آٹا جاتا ہی کوئی نہیں پوچھتا کہ موتی لیے جاتے
 * ہو یا پُت سونالدا ہی یا پتھر * بازار میں جتنی مال و اسباب کی کثرت
 ہی اتنی ہی کیسہ بُروں کی قلت دوکانوں اور گھرؤں میں کچھ چوکی پہرے
 کی حاجت نہیں رعبِ سیاست سرکاری اُنکا پاسبان ہی جہاں لڑائی اور
 خوربُزی ہر روز سٹی میں آتی تھی وہاں اب سُنساں ہی ہر روز علم کی
 ترقي اور جہل کی کمی ہی۔ انصاف سے ظلم کی خرابی اور برہمی ہی۔ جہاں
 گای بیل کی قربانی منع اور آدمی کی از مباحات تھی۔ بچہ کشی۔ اور سستی
 ہونا گویا منہ کی بات تھی وہاں مار پیٹ کا تو کیا ذکر ہی کوئی کسی
 کو گالی بھی اگر دے یا آدمی کے بدلے جانور کی بھی جان ناحق کولے تو ایسی
 سزا پائے کہ جھٹی کا دودھ زبان پر آئی۔ بدنہ فروشی اور کسبِ حرام گم نام۔

حِفَاظَتِ رِعايا کُو تہا ے اُور پوليس۔ حِفَاظَتِ مُلک کُو فوج جَرّار پُنادہ اُور سوار تَرِي اُور بحري ہميشہ تيار۔ مُخالفِ سرکاري زبون اُور بَشان جہازاتِ عالم کَ سامني رايَتِ دولتِ انگلِزِيہ کي سُرنگُوں ہوتے هئیں۔ يہہ عِزت کيا کم هي کہ حُکومتِ مَلِکُہ مَعْظَمہ کي سر کُوبِ عالم هي پھر ورير اُتہسي پادشاہ ظفر پاينگاہ کا کُؤں کروٹسا نہؤ شعر

وزيرِ چُنيس شہر يارِ چِساں * جہاں چوں نہ گردِ قرارِ چِساں

ہند پر شُکُريہ اِس کا فرض هي کہ زيرِ حُکومت اُتہسي نادشاہِ معدلت پُناہ کَ هي کہ جسکا وريرِ آصفِ جاہ سُلیمان سے عقل اُور تدسر ميں تَوّہ کر هي۔ ميرے اوصاف اِس حُکومت کَ اگر کوئي شحص خوشامد پر محمول کرے تَوّ اُسکو لارم هي کہ اِحوالِ ہند کُو ايکِ بطرِ بچشمِ اِصاف ديکھے۔ مدرسے تہاے نُمائش گاهئیں دوا خاے تارِ برقي ڈاکِ مراکِبِ دودي تَرَقِّي۔ تِجارتِ دادِ رسيِ مطلوبان سر کو بي ظالمانِ رُئس سے اِبتِطام کُو معزول کرنا اُور حاکِمِ مُنَظَّم کُو اِختيارِ دينا يہ سب ناتئیں رِواہ کي ميرے دعوي پر دليل هونگي اُور مُخالف کي دليلیں سب دليل هونگي اِصاف شرط هي جو حصّہ ہندوستان کا ابھي سرکارے بہیں ليا ديکھؤ تَوّ وهاں کُتہسي خرائي اُور وِيرانِي هي حاکم وهاں کَ تہپي کَ تہپنا۔ گورنگيش۔ ہاٹی کَ طيب۔ جوائف کَ نام لُٹھا بھي بہیں جانتے راتِ دِنِ رنڈيوں ميں بسر کرتے هئیں۔

صُبح تَوّ جامِ سي گُذرتي هي * شبِ دلِ آرام سے گُدرتي هي

عاقبت کي خبر خُدا جاے * ابتو آرام سے گُدرتي هي

اُن کا وجود کالعدم ہی چہ خُفتہ و چہ سدار
 مگر سب حُکام اور راجہ ایسے نہیں جنابِ مُعزّز خطاب مہاراجہ سُرگبashi
 والی پٹیلہ کو دیکھئے کہ اپنی حُسنِ انتظام اور عقل و ہم سے کئیسے
 نیکنام رہے اور پیشگاہِ مِلکہِ مُعظّمہ کوئین و کُثُورِیہ دامِ مَلُکھا سے تمعا
 عِرت اور خطاب فرزندِ خاص منصورِ زمان امیرُ الامرا مہاراجہ دِہراجہ
 راجیشر مہاراجہ راجاں برادرِ سِگہ مہندر بہادر کا ولا * اور اب بی
 زما یا سري مہاراجہ ادھراج والی کپور تھلہ دامِ دُولتہ جو سرکارِ انگریز کے
 خیر خواہ جانی رہے اور جا بھاشانی میں جان و مال سے درج نہیں کیا
 اور مہماتِ کابل اور پنجاب میں کئیسے کارِ نمایاں کئے خصوصاً بلوای
 سہ ۱۸۵۷ عسوی میں جو جو شجاعتیں اور بہادریاں کیں اُن کا کیا کہا
 یہی کا فی ہی کہ بہ جلدوی حُسنِ خدماتِ پیشگاہِ حضرتِ مِلکہِ مُعظّمہ
 سے خطاب فرزندِ دلند راسُ اعْتقاد راجہ رندھیر سنگھ بہادر اور ستارہ
 ہند کا تمغا عطا ہوا جاگیر بھی ملی اور اُمیدِ قوی ہی کہ اور ترقی
 ماصب بھی ہو یہ سب خوبیاں اُنکی حُسنِ انتظام اور سرکار کی قدر
 شناسی کا ثمرہ ہی تعریفِ دولتِ انگریزی کی کرنا گویا توصیفِ ارکانِ
 دولت کی ہی اگر وُزرا حُکومت کے ایسے بہو تے تو یہ رؤنِ سلطنت
 کہاں ہوتی؟ اگر رایت آئرل سر اسٹافورڈ نارتھکُوت صاحبِ بہادر دَامِ
 اِثبالہ کی نیکٹِ نیتی خوش بصیری اور تدبیرِ رسا شریکِ بہوتی تو یہ
 نیکنا می جو فتحِ حبش پر اُنکی وزارت کے ایام میں حاصل ہوئی کب

هُونِي؟ كِيا اِعاَنْتِ رَتاي هِي كِه جِتا كام اِنكِي نَحْت مِئِي هِي سَب مُزَيَن
 بَحْسَن اِبتِظَام وَكامِراي هِي جِسْقَدِر اِس اَمِيرِ كِيرِ كِي اَوْصافِ بِيانِ كِرُون
 تَهَوَّرِي هَئِي اِس نِيازْمَند كُو خُود اُنكِي خِدْمَت مِئِي بِياز هِي اِس لِيغِي
 جُو كِهتا هُون اَنكُؤُن دُبَكْهي هِي فَقطِ كَانُونِ سُنِي نَهس جُو خُويَاں اِس
 مُخْتَصَرِ مِئِي اُس عَالِي هِمَّتِ وَالادُودِ مانِ مَجْمَعِ عِلْمِ مَنعِ نِيفِصِ مَعْدِنِ
 جُودِ وَ اِحْسَانِ كِي لَكُؤُن وَ اُس سِي بَهْتِ كَمِ هُونْگِي جُو تَوَارِيخِ عَالَمِ مِئِي
 اَبْدَالَانادِ كُو نامِ پَرِ مَنِيرِي مَمْدُوحِ كِي لَكْهي جَايْگِي مِئِي فَقطِ دُعاِ پَرِ اِپْنا
 كَلَامِ تَمَامِ كِرُونِ گا كِيُونِ كِه اُسكِي اَوْصافِ كَرِيا اُورِ دَرِيا كُو كُوزِي مِينِ بَهْرِنا
 مَبْرَا كامِ بَهِيں جُو كُچْھِ مِئِي ے كَها هِي اَندِ كِي اَزِ بَسِيارِي وَ مُشْتِي بَمُوهِ
 اَزِ خُرُوارِي هِي

تَارِيخِ زَبانِ نُونِ بَتَقْرِيرِ	تَازِيْمَتِ كَا عِداسْتِ نَحْرِيرِ
نَا مَتِ بَرُودِ نِه بِيكَامِي	هَرِ خَامِه كُنْدِ تَرَا عِلَامِي
سَرچِشمَةُ مَضِي تَوَرُوانِ نَادِ	اِقْبَالِ چُونْدُولَتِ جَوَانِ بَادِ

The following poem, containing as it does many idiomatic expressions, will be found of great service to the student. To an European ear it might seem somewhat too fulsome in its eulogy; but it should be borne in mind that the Oriental taste affects extreme hyperbole both in praise and blame, and that to reduce the composition to the matter-of-fact standard of English ideas would to the Eastern reader imply gross disrespect, and gain for the author the reputation of "damning with faint praise" the subject of his panegyric. But even were this not the case, the exalted virtues and benefi-

cent reign of Her Most Gracious Majesty, and the statesmanlike abilities of Her Secretary of State for India, might well justify the use of more than ordinary terms of eulogy. In inserting this panegyric, therefore, I am not only complying with an ancient and invariable custom, but I am fulfilling a pleasing duty of gratitude and truth. The metre of the poem is *raml*, which consists normally of the following feet:—

فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ

In this case, however, the last foot is "apocopated" and becomes فَاعِلُنْ, the measure being

— — — — —

قصیدہ

گو ہمیں حاصل بخوی قوتِ بطق و ساں
 پُر ماسیٰ ہے کہ ہوں حمدِ خدا سے بر زباں
 وہ خدائے پاک و برتر جس نے احمد کو کیا
 رہنمائے جن واساں پیشواے مُرسلاں
 وہ سی جسے علی کو جاشیں اپنا کیا
 جاتے ہیں سب عدیرِ خم کے جو ہٹیں رازداں
 دو نو کو پہنچے درود اور دو نو کو پہنچے سلام
 اُنکے لایتی اور کیا ہے پاس میرے ارمغان
 شکرِ خالی مٹیں رہے مصروفِ خلعت چاہئے
 یعنی بدوں پر وہ اپنے ہے نہایت مہرباں
 سلطنت و کُتُورِ یہ کو کی عطا اللہ ے

ہند یوں پر ہے یہ احساسِ خداوندِ جہاں
 گوشتِ ایسی کوئی گذری ہے نہ آگے ہوئے گی
 فیضِ بخش و داد گستر اہلِ جود و امتناں
 ختم اُس پر ہے رعیتِ پروری و مُنصفی
 ہے عجب عاجزِ نوارِ اہلِ عطا و مہرباں
 خُلق و اکرام و مروتِ مئی بہتیں اُس کا بطیر
 قدر اُس کی جاتے ہیں خوب جو ہئیں قدرِ داں
 پیرِ گردوں خمِ پتی تسلیم ہے اُس کے حضور
 عقل و بخت اُس کو دے ہیں حق تعالیٰ بے جواں
 بے سکن و نہ بے باعِ افزوئیِ اخلاق ہے
 کیوں فدا اُس پر نہ کیجئے اے دلِ اپا مالِ وجاں
 حکمِ اُس کا ماہ سے ماہیِ تلک جاری ہے واہ
 کیوں نہ ہو تُو صفِ مئی اُس کے مراخامِ رواں
 اُس کے حقِ مئی کر رہے ہیں اوج و حشمت کی دُعا
 ساکنِ انگلِست و ہر باشندہٗ ہندوستان
 ہوں عدویا مالِ غمِ آفاقِ مئی اُس کے مُدام
 دوستِ جو دل سے ہوں اُس کے وہ رہیں سب شادماں
 کئی سے کئی اہلِ دایشِ ہئیں امیرِ اُس کے رفیق
 ہے بجا اِک اِک کو گر کھئے ملاطوبِ رماں

اِنِطَامِ مُلک کرے ہیں نائنِ بہیں
 سدوست اُن کا ہے بے شک باعثِ امن و اماں
 مُنتخب اُن میں سے ہے ممدوح میرا نارتھکوت
 رائٹ آریبل سر اسٹافورڈ مشہور جہاں
 وہ مدارِ کارِ عالم مستقل ذی اختیار
 راتق و فاتق وہی ہے ار پئے ہندوستان
 اُس کے اوصافِ حمیدہ سے ہے خوش و کثوریا
 والی روئی زمیں شاہشہ ہندوستان
 بادشہ کوئی نہ ویسا ہے نہ ایسا ہے وریر
 دونوں کو رکھے سلامت خالِ کون و مکاں
 کس قدر اخلاق ے پایا ہے عالم میں رواج
 کس و نخوت کا نہیں باقی رہا نام و نشان
 علم اخلاق و ادب میں بے نظیر و بے مثال
 مفتی تاجِ آلدین کا اِک نُسخہ ہے مشہور جہاں
 بارہ سو اٹھارہ ^{۱۲۱۸} ہجری میں ہوا تصنیف جو
 تھے اٹھارہ سو ^{۱۸۰۳} اور تین از سنِ عیسائیاں
 ترجمہ اُردو زبان میں پھر کیا اِک شخص نے
 رکھ دیا اخلاقِ ہندی نام ہو کر شادماں
 اسمِ سامی مترجم ہے بہادر سے شروع

خاتمہ ہے نام کا اُس کے علی پر بے گماں
تھی کتابِ خوب و زبیا سکرِ عِلْمِ خُلُقِ مِثْلِ
اور سکھلاتی بھی ہر اک کو زبانِ ہدیایاں
صاحبانِ عقل و دایش کو خوش آئی اِس قدر
کر دیا مشروط اُس کو از برائے امتحان
میں نے جب اُس پر بطر کی خوب عور و فکر سے
بیشتر اعلاط پائیں دیکھیں کمتر خوبیاں
جس قدر ممکن ہوا میں نے کمالِ جہد سے
صرف ہمت کو کیا بھر سُورِ دُوسنان
بعد تصحیحِ مزید آخر اُسے چھپوا دیا
دیکھ کر تا اہل دایش اُس کو ہوں سب شادماں
ختمِ طبع اُس کا ہوا مطبع میں نالطفِ تمام
ڈبلیو ایچ ایلن انڈ کو فخر مایِ ہئیں جو یہاں
سیئزہ نمبر کے ساکن ہئیں د واٹرلو پلٹس
خاص لندن میں جو نزہت بخش ہے بھر رواں
ہو اگر ادراک سالِ طبع مطبوعِ مزاج
ہوے گا اِس نیت کے پڑھنے سے ہر اک کو عیاں
یک ہزار رو ہشت صد اور شصت و ہشت عیسوی
یک ہزار دو صد و ہشتاد و پنج مسلمان

باوجودِ اہنمامِ صحت و غورِ بلع
 کچھ بھی گر سہو و خطا کا باطریں پاویں نشان
 لطف و الطافِ سررگا سے یہ اُمید ہے
 دامنِ عفو و عطا میں اُس کو فرمیں یہاں
 انکشافِ نام کی خواہش اگر بددہ کے ہو
 انکسار و عمر سے دینا ہوں میں اپنا نشان
 سید عبد اللہ ہندی نام اس عاجز کا ہے
 نام نامی ناپ کا میرے ہے مشہور جہاں
 حضرت سید محمد خان بہادر جاہلی
 صاحبِ اعزاز و مکتِ انتخابِ خاندان
 ہیں امامِ عاشران کے جدِ امجد فخرِ خلق
 کون بہتر اُن سے ہوگا اور والا دودمان
 رحمتِ اللہ اُن پر ہوئے تا روزِ قیام
 جو ہوئے اس سال ہی میں داخلِ باغِ جہان

The following poem, in the same metre as my own, was composed by my friend and pupil, Mr. E. H. Palmer, Fellow of St. John's College, Cambridge. Judged even by a native standard of excellence, it is remarkable for its correct expression and chaste imagery. I insert it without alteration or correction as I received it from Mr. Palmer, and I believe it may safely defy competition from any living European scholar of the Oriental languages.

قصیدہ

چونکہ ہی حمدِ خدا تاجِ سرِ نطقت و بیاں
 چتر نعتِ عیسیٰ گردوں نشیں ہو سائیاں
 کیا عجب برسائے اختر کے جواہر آسماں
 کھکشاں کے جڑھری بازار سے ہو شادماں
 مؤرخ چہل طاؤس لائے اور کلعی خود ہما
 دے زرِ گل کی بنا پوِ شاہِ پُر زرِ نوستاں
 بو تلیں غنچے بئیں گلہایِ گلشن ہوں گلاس
 اور گلابی ہوئی بس رنگِ بہارِ گلستاں
 شاہدِ نازِ چمنِ رقص ہو کر آئیں پھر
 دے اُہیں نقدِ ثریا کا وہ جہومر آسماں
 سب جوانِ چمن گائیں بجائیں پیشِ گل
 نغمہ بُلل کو سُن چکر میں آئی باعماں
 یوں صدا یکلی بہم ملکر بجائیں ساز جب
 دھوم در پردہوم در پردہ پد تیرے شادیاں
 کھکشاں تو ہو سڑکِ ذراتِ تاباں ہوں نجوم
 روشنی میں اُس پد سیاروں کی دوڑیں بگھیاں
 آسماں بن جلے پُلِ خورشید و مہ ہوں لالِ ثنین

اور بجائی سلسلہ تارِ شعاعی ہوں عیاں
 چرخ بن جائی عماری برقی تاباں جہول ہوں
 میل ہوں ابرِ سیہ اور رعد ہوں فیلباں
 دُھمیں مستی کی ہوا پر جب چلی وہ جھوم جھوم
 مہرِ دریا اُسکی بیڑی ہوں قدم کوہِ کلاں
 ہمرکابِ اَبَلّی دُورِاں ہوں یہ سارا جُلوس
 اور سوارِ یمنِ مرے مدوح کی ہوں رواں
 کون ہی وہ صاحبِ اقبال و عزّت نارتھ کونٹ
 رایت آنرل سر اسٹافورڈ مدوحِ زمان
 خاص خاصِ ملکِ عالم کون و کٹورہ
 جسکے ہی زہرِ قلم اِنگلنڈ اور ہندوستان
 گرچہ ہی بلقیس لیکن ہی سُلیمانی اُسی
 زہرِ سایہ جسکے ہی عنقائے ڈھونڈھا آشیان
 وہ سکندرِ یہ فِلاطون وہ سُلیمانِ زمان
 آصفِ عہدِ اُسکو کہتے تھکے میں بھولا یہاں
 وہ سُنیدہ ہیں یہ دیدہ اُسکا ہی یہ اِقْتِدار
 سر جھکائیں والی چین و ختن آکر جہاں
 ہر حبابِ بحر سے ہی بس عیاں اُن کا شمار
 ہفت کُشور میں نہی ہیں جتنی اُسکی کوٹھیاں

شعل هي اُسکے جواوڻن کا يهِي رُوڙِ مصاف
 تَوپِ زبورِک جزايرِ رھکلِ سدوق و باں
 بادِ پاؤڻن پر لڳائے پھرتے هئیں اُسکے سوار
 بانکِ برچھي تيرو شمشير و سپرِ ترکش کماں
 اُسکي وَه سنگين هي سنگين سنگدل هون جس سے موم
 کرج اُسکي کرجين کرتي هي عدو کي اُسُخِواں
 ملڪہ کَشُور ترے مير پر رهے ظَلّ اِلَه
 خير خواہِ هِد تيرا لُطِ حق هُو پاسباں
 عندليبِ خامِ اِسگلشن سے يکلا بغمِ سنج
 اُور شاخِ مُدعا پر بيٺهکر هي سجعِ خواں
 نُسَخه مُفتي تاجِ اَلدّيس مُفَرِّجُ القُلُوب
 در هزار و هشتصد سه سنّ و سالي عيسيان
 يک هزار و دو صد و هجده تھے سالِ اَحْمَدِي
 جس ميں اِيک عالم هُو اِھدي ميں اُسکا ترجمان
 نام نامي هي مُترجم کا سہانر با علي
 ترجميکا نام هي اخلاقِ ھندي بيگداں
 مطبعِ مطبوعِ طبعِ اھلِ علم و اھلِ ميں
 جسکي مالکِ دُبليو اِيچ ايلن انڌ کُو صاحبان
 کارخانہ جنکا هي واقع بہ واٿرلو پليس

سیزده نمبر بسافِ شہرِ لندن ہی دکاں
 اُسکے ہر کاپی سے کاپے ہاتھ بس بہزاد کا
 اُسکے ہر کل سی ہو نیکل نقشہ ارژنگیاں
 اُسکو چھپوایا بصحّت مہر عبداللہ نے
 میرے محذوم و مکرم میرے مُشفّق مہرباں
 حضرت سید محمد خاں بہادر کے پسر
 نامِ نامی جنکا ہی مدوح و مشہور جہاں
 محسنِ اِس احقر کے تھے وہ سید عالمقام
 داغِ جنکا ہی دلوں پر خود نہ گلزارِ جناں
 چھپ چکی جسدم کتابِ انتخابِ ولا جواب
 تازگی بخشِ عیونِ اہلِ فطنت نکتہ داں
 اُس کا ہر صفحہ خیاباں ہی روشِ نینِ السّطور
 ہر ورقِ گلزارِ معنی دہ گلستانِ بوستان
 جلدِ سالِ طبعِ لکھ اُدورڈِ ہیری پالمر
 تا کہ ہجری عیسوی دونوں کا ثابت ہو نشان
 یکہزار و ہشتصد اور شصت و ہشتِ عیسوی
 یکہزار و ہشتصد و ہشتاد و پنجِ مسلمان

With meek submission in thy hall
 My neck is bowed —but what of that?
 The life is knocked out of the ball
 To prove the prowess of the bat'

PAGE 182, NOTE 86

بِحَقِّ رَسُولٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 بِهِ اخلاقي هدي هوئي اب تمام

Through the merits of the Apostle, on whom be peace,
 The *Akhlaq-i Hindî* is now finished.

Translators and lexicographers are not sufficiently accurate in their rendering of the words *nabî* and *rusûl* as applied to Mohammed. The former means "prophet," being derived from the Arabic verb *naba*, προφητεύειν; the latter "apostle," and is derived from the root *rasal*, ἀποστέλλειν.

Through that apostle, on whose head
 May God's own peace descend!
 These "Indian Ethics" have been led
 To a successful end.

PAGE 158, NOTE 80.

ارتلا "A barricade"

PAGE 171, NOTE 81.

جلیئے *Jalîé*, "fishermen," plural of جلیا (جلیایا).PAGE 170, NOTE 82¹

پنج و شش Literally, "Fives and sixes." This is exactly equivalent to the English expression, "To be at *sixes and sevens*."

PAGE 175, NOTE 83.

تو اپنی نبیڑ (निबड़ना "To put an end to"), &c., Mind your own business.

PAGE 176, NOTE 84.

مت پوچھ رفتگان کو کدھر ہے اور کہاں تھیں
شاہانِ نامور اور دُلہنیں جو نوجوان تھیں

Ask not concerning the departed, whither have they gone and where were they,

Those famous kings (of old), and the brides that once were young and fair."

Of those now past away, ask not
Where they have gone, nor seek to learn
The fate of famous kings of old,
Or brides that once were young and fair.

PAGE 178, NOTE 85.

گردنِ بدگئی نیت خم ہی درِ فرمان پر
گوے میر اپنا فدا کیوں نہ کرے جڑگان پر

My submissive neck is ever bowed down at the door of thy command.

Well—why should not the poor ball make its life (*lit.* head) a ransom for the pleasure of the bat?

The game of *chaugán*, or "mall," is a favorite subject of allusion with the Eastern poets. It is a kind of tennis played on horseback.

PAGE 150, NOTE 74.

کے پہلے پہلے پہلے "Before it was dawn, or before it was light"

PAGE 151, NOTE 75.

دلانا *Pennis ovulis*.

PAGE 155, NOTE 76

کھمبھیر *koomhêr* (Sanscrit masculine), an alligator, a crocodile (also used *kumbhîr*), کھمبھیر (کھمبھیر) Apropos of this word I may be permitted to insert a letter written by myself, and published in the "Times" of February 28th, 1865.

"THE CAPTURE OF BHURTPORE."

To the Editor of the Times

SIR,—As the following little anecdote relating to the late Lord Combermere may, perhaps, interest some of your readers, you would greatly oblige me by inserting it in your next issue. On the 10th of December, 1824, that distinguished officer known throughout the Peninsular war as Sir Stapleton Cotton, and of whom the Duke of Wellington said, "I always sleep in peace when Cotton commands the outposts," appeared before Bhurtpore with a large army and a powerful train of artillery. The defenders, however, of that strong fortress were by no means alarmed for the result, a confidence created not so much by the recollections of Lord Lake's disastrous failure in 1804, but because learned Brahmins and astrologers, the former after consulting the shastras, and the latter the stars, had declared that in consequence of the foundations of the place having been laid during a most auspicious conjunction of the planets, it could only be taken by a crocodile, which would drink up the water of the moat surrounding it.

But the hopes raised by the prediction proved as fallacious as those of Macbeth whose castle's strength "was to laugh a siege to scorn," and who was not to fear "till Birnam wood did come to Dunsinane." Now, as the wood did come to Dunsinane, so the crocodile did take Bhurtpore, for the name of that animal in Sanscrit is Combeer, while, that the prophecy might be almost literally fulfilled,* the first exploit of the gallant general was to drive away a party of workmen whom he found busily engaged in cutting a sluice through one of the embankments with the view of introducing water into the ditch.

I am, SIR, your obedient Servant,

February 27, 1865

(Signed) SYED ABDOOLLAH.

PAGE 157, NOTE 77

سنگن لینا "To obtain secret information of the enemy's movements."

PAGE 158, NOTE 78.

اپنے کپڑوں میں پھولا نہ سما یا "So inflated (with joy) that his clothes would not hold him"

PAGE 158, NOTE 79.

جیوٹی کی جال "With the gait of an ant," i.e., very gently.

* 10th December, 1825.

PAGE 138, NOTE 68.

تکسر "Shouting their war cry" The *تکسر* is the cry of *الله اکبر* which Muslim soldiers utter when advancing to battle.

PAGE 138, NOTE 69.

سپاهی اتارے ہو "The soldiers having dismounted (to fight)." This phrase expresses desperate resolution in any enterprise.

PAGE 140, NOTE 70.

لترجتر "A parasite," here used for his dependents and kinsmen.

PAGE 146, NOTE 71

خدمتِ شایستہ ہو سکتی ہوں کیا کیجئے
سر تو کیا ہی جو کروں پائے عزیزاں پر نثار

I can never render service such as I ought, what then am I to do? What is my head worth that I should sacrifice it at the feet of my friend.

I ne'er can render service, such as I should wish to do, then how to act? My head itself, alas, is nothing worth, or I would sacrifice it at the feet of him my friend.

or,

I ne'er can be of use,
As I should wish to be,
Then what to do, alas!
I cannot plainly see;
My head itself is worth
But little, or it should
Be sacrificed at once
To do my friend some good.

PAGE 148, NOTE 72

دو سے جھگڑے عمر و زید کے Two celebrated gentlemen of straw, like our "John Nokes and Thomas Styles," who figure largely in Muhammedan legal and scholastic discussions.

PAGE 149, NOTE 73.

پٹ مارے گا "He will commit suicide," or "stab himself in his belly."

PAGE 119, NOTE 59

یارے بھی اُس کے اِطہار سے معلوم کیا کہ اِس بات میں کُچھ فی ہی
 "Her paramour, too, discovered from her signals that there was something
 in the wind" فی, the preposition "in," means in colloquial Arabic, "There
 is;" in Hindústání it is used to express that there evidently *is* something in
 an affair.

PAGE 121, NOTE 60

کہ خُدا تیرے سامنے مُجھ کو زمیں کا پٹوند کرے
 "That God may make
 me a patch of ground before your face," *ء*, That I may die before you—not
 survive you.

PAGE 122, NOTE 61.

دیوار ہم گوش دارد "Walls have ears."

PAGE 123, NOTE 62

جنگ دوسر دارد "War has two heads," *ء*, There are two alternatives
 in war, victory or defeat. The word *سر* in Persian is very wide in its signi-
 fication, and generally expresses the most salient point of anything

PAGE 125, NOTE 63.

پانی یہاں لگتا ہے Literally, "The water here adheres," *ء*, The climate
 proves injurious.

PAGE 131, NOTE 64

نادرشاه کے قدموں پر ڈلوايا "They threw him down at the king's feet"
 A common custom at the court of an Eastern potentate when any subordinate
 has committed an offence, is to compel him to throw himself at the sovereign's
 feet and beg for pardon.

PAGE 132, NOTE 65.

ہوں Literally means "Yes," but here it signifies "Proceed!"

PAGE 134, NOTE 66.

ہم اُیکٹ پاؤں پر حاضر ہئیں "We are ready on one foot," a common
 mode of expressing willing obedience and alacrity. The metaphor is bor-
 rowed from the attitude of a pedestrian preparing to start in a race.

PAGE 136, NOTE 67

گُلجِلے اچوٹ "Unerring marksmen."

Nizámí is the *nom de plume* of Sheikh Nizámí Gangiah, a celebrated poet who lived during the reign of Sultan Toghrál Bin Arselán Seljuki in the sixth century of the Hejira. He was the author of five very justly celebrated poems, entitled, collectively, the *Khamseh* from the Arabic word *Khams* خمس "five," in imitation of which those eminent poets, Mir Khosro, Hálfí, Kátebi, and Jámi composed theirs. (See Madras Journal of Literature and Science, No. 16, July 1837, page 273.)

PAGE 112, NOTE 57.

هاتھ کنگن کو آرسي کیا "What occasion is there for a mirror to look at a bracelet?" This proverb is employed when a thing is self-evident, or when its result will shortly be known. A similar expression in Persian is— "این دست است و این پشت دست" "This is my hand, and this the back of my hand," or, as we should say in English, "It is as plain as the nose on your face." The Hindústání has another idiom, implying the same thing : "بائی بائی بال کتنی جھمان جي - آگي هي آئے همسن" "How many new hairs have I, Mr. Barber?" "Oh! it will soon be laid before you (you will soon see)."

PAGE 115, NOTE 58.

دڙن ڪے ساتھ تو ڪم بيٽھ ڪيؤن ڪي صحت بد
اگر چه پاڪ هي تو تو بي وڌ پليد ڪرے
جنانچہ جلوہ خورشيد هي جهاں ڪے بيچ
پر ايڪ لک ارس کو نا پديد ڪرے

Associate as little as possible with the wicked, for bad society
Will corrupt you, even (*tau bhi*) though you may be pure yourself
So the sun's brightness extends throughout the world;
Yet a little patch of cloud can obscure it.

"Evil communications corrupt good manners."

With wicked men associate no more than you are forced to do,
For such will surely you corrupt, however pure you be yourself.
As when the sun throughout the world is shining o'er the hemisphere,
A little cloud within the sky can throw a shadow over all.

(heaven'), i.e., How can you mention one so high and one so lowly in the same breath.

The lofty heavens! the lowly earth!
How widely differs each in worth!

PAGE 100, NOTE 50.

جہاں روکے نہیں تہاں اُرنڈھی روکے ہی Literally, "Where there are no trees, even the Palma Christi (i.e., the castor oil plant) is a tree"

A man with very little wisdom, science, wealth, etc., is highly esteemed in a society where nobody has any. اُردھوں میں کانا راجا Parmi les aveugles le borgne est Roi.

PAGE 100, NOTE 51.

سائب کے منہ میں شربت "Sherbet in a serpent's mouth," i.e., If you cleanse a snake's mouth with so sweet a liquor even as sherbet it will still retain its foul poison

PAGE 103, NOTE 52

گھلے بندوں "Roaming (as cattle) with all the *tethers* *unloosed*," i.e., "unrestrained," "to one's heart's content," "scot free."

PAGE 104, NOTE 53.

تیر عشق کا میزے جگر میں ترازو ہو گیا "The arrow of love became balanced (i.e., exactly hit the mark) in my heart" Literally, "In my liver."

PAGE 105, NOTE 54.

إِشَاءَ اللَّهِ تَعَالَى *Inshā' Allāhu ta'ālā*, "If it pleases God (God willing, by the blessing of God, etc.), whose name be exalted," is the formula by which the good Muhammedans invariably qualify the statement of their intention to do anything; as we use the phrase "D V" This formula is called اِسْتِثْنَاءٌ *istiṭnā'*, i.e., inserting the saving clause.

PAGE 107, NOTE 55

فتنہ انگیز "One who makes mischief;" like بچرا

PAGE 108, NOTE 56.

جو باتوں میں سب کام ہوتا میسر
نظامی قدم اپنا رکھتا فلک پر

If everything could be achieved by eloquence alone,
Then would Nizāmī set his foot upon the sky.

The whole expression intended is—

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

Lá haula wa lá kuwata illá bi-l-láhi

There is no power nor strength except in God, i.e., There is no striving against God.

This phrase is repeated by educated Musalmáns, by way of condolence, on the occurrence of any astounding calamity. It is said also with a view to drive away evil spirits. See Dr. Forbes' Dictionary.

PAGE 97, NOTE 46

اگر تو سیج کو سڑ طرح سے لگاویگا

یہ یاد رکھ تو کہی اُس سے پہل نہ پاویگا

If you plant the *shj* in a hundred fashions

You must remember, nevertheless, that you can never get fruit from it.

This is equivalent to the vulgar English proverb, "You cannot get blood out of a post."

The *shj* is a species of Euphorbia (*Euphorbia nerifolia*, or milky hedge-plant).

PAGE 99, NOTE 47.

نقلِ گُفر گُفر نہ باشد "It is not infidelity to speak of infidelity." This proverb is quoted when a person is about to say something that will prove distasteful to another, by way of deprecating his own sympathy with the statement he is making.

PAGE 100, NOTE 48.

کہاں راجا بیوچ اور کہاں گنگا تیلی Literally, "Where is Rájá Bojh and where Gangá the oilman," the oilman in India is generally a man of the lowest caste. The meaning is, What comparison is there between a mighty king and a scavenger. Rájáh Bojh and Gangá the oilman are two characters in the Hindu romance entitled *Singhásan Battái*.

PAGE 100, NOTE 49.

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

What relation is there between dust (the earth) and the world of holiness

from headache it will afford instant relief. The expression in the text, therefore, implies that the person alluded to is so chary of his money that he will not even part with a spoiled cowrie (a "brass farthing" as we should say) to relieve a neighbour in distress. The cowrie is called one-eyed from its resemblance in shape, when a hole has been formed in it, to the human eye.

PAGE 73, NOTE 40

“The mother of a thief hides her head in a granary to weep,” i.e., through shame and fear lest her sorrow should betray her to the world as the relation of such a bad character.

PAGE 73, NOTE 41.

پڑھنے پہلے لگی “It also began to dawn.”

PAGE 79, NOTE 42.

مُہ اندھیرے “Before it was yet light.”

PAGE 90, NOTE 43.

جلدی نہ کر کہ کام ہی مؤتوف وقت پر
سارا اناں تڑکے ہی وقت آئے ہی اگر

Be not hasty in the business, for it depends on time ;

The whole pomegranate will burst open when the proper time arrives.

Tarkā ha, 3rd singular preterite feminine of *tāraknā*, to burst.

On things of state, no haste bestow,

Success on time depends ;

Pomegranate fruits will only burst

When the due seasons come.

PAGE 91, NOTE 44

شبِ حاملہ فردا چه زاید

The night is pregnant (let us see) what it will bring forth on the morrow. This is akin to our own expression, “Who knows what the morrow may bring forth.”

PAGE 94, NOTE 45.

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ

لا *Id*, adv. Not, (is) not.

و *Wa*, conj. And.

حَوْلَ *Hawl*, s. Power.

قُوَّةَ *Kuwat*, s.f. Strength.

If the wise man should become your mortal enemy,
It is better than that the fool should become your friend.
A wise man for a mortal foe
Were better than a foolish friend.

PAGE 68, NOTE 36

اَنکٔ بٲڑا دٲکر "Having given her a *bird*," i.e. a betel leaf made up with spaces This is the usual mode of proposing an undertaking, and answers to our expression, "throwing down the gauntlet." The phrase for accepting a challenge of this kind is بٲڑا اُٲھاا. (See Forbes' Dictionary.)

PAGE 69, NOTE 37

خُدا نے لکھا جس کا جو مِس و سال
ڈسے سانپ اُس میں نہ کھاوے نبر
نہ پانی کا خطرہ نہ آتش کا خوف
پھرے گونجتا بن میں جوں شیر نر

Whatever age and years of life God has written (decreed) for any man,
During that period neither snake shall sting him, nor lion devour him.
For him there is neither danger from water nor fear from fire :
He may roam about in the forest roaring like a male tiger

Within the years decreed by God, a man shall live upon the earth,
No snake or lion can destroy the life that God bestowed at birth,
Nor fire shall burn, or water drown, but in the forest safe and free
That man may roam, unharmed by all, as tiger roaring lustily.

PAGE 71, NOTE 38

کھٲڈا "a spendthrift;" from کھٲا "to lose," and کھٲاا "to scatter."
The word formed from these two verbs conveys the idea of great extravagance.

PAGE 72, NOTE 39.

اٲکٔ کا بی کوڑی بی گھس لگانے کو نہ دے .

He would not even give a one-eyed cowrie to be rubbed.

The small shells called *cowries* are extensively used in India for the smaller currency. It is also a superstition with the Hindús that if a cowrie with a hole in it be found and applied to the forehead of a person who is suffering

Within the garden of my heart affection's seed by thee was sown ;
 Yet, after all, thy care has been to please thine own caprice alone.
 Aye ' thou did'st steal my heart away, and play a cruel tyrant's part,
 And how could I, with heart on fire, know what was in thy stony heart ?

PAGE 50, NOTE 30

پگما “With neither nose-rope in front nor tether behind,” * s., free to roam at large The proverb is applied to persons who are without any family ties or incumbrances.

PAGE 53, NOTE 31

جس کا کام اُمی کو چھاجے اور کرے تو ٹھیکگا حاجے

A Braj-Bhāshā proverb. “When a business is especially suited to one person and another person takes it up he is sure to ruin it” *No sutor ultra crepidam*

PAGE 54, NOTE 32

میرا صبر پڑنگا Literally, “My patience will fall upon you,” * s. my curse will fall upon you.

PAGE 55, NOTE 33

اُترا شمعِ مردک نام “A superintendent of police when out of place is nobody” (*mardak*, contemptuous, diminutive of *mard*, “a man”).

PAGE 58, NOTE 34

میں ہوں کس لائق جو تیری دوستی کا دم بہروں
 ہاں مگر ادا نہ کرے کوچے کے میں کتوں میں ہوں

For what am I fit, that I should breathe of thy love ?

Aye ' I am but one of the meanest curs that infest thy street.

The streets of Eastern cities are generally filled with stray dogs, which, though considered unclean by the inhabitants, are nevertheless treated by them with great kindness *Dam bharnd*, “to fetch a breath.”

For who am I, that I should hope a sharer of thy love to be !

In sooth—within thy street I roam, a paltry cur of low degree.

PAGE 59, NOTE 35

دُشمنِ جاں ہووے اگر ہوشیار
 اُس سے ہی بہتر جو ہو دادان یار

Enjoy yourself, give something to others with your own hand, my friend,
And put something by for others, too, discreet sir.

It is worthy of remark that in Persian philosophical treatises and poems the reader is always addressed as *âzîz*, "my dear friend," being considered for the nonce as the disciple of the author. Hence the word *âzîsan* in these works is often synonymous with *ahl-i tassawuf*, or "philosophers," just as Aristotle uses the phrase *φίλοι ἀνδρῶν* to denote his brother philosophers.—(Eth. Nic. I. I. cap. vi sec. 4.)

Enjoy thyself, yet some to others give
With thine own hand, my worthy friend;
And man discreet, put something by
To save for those in want and need

PAGE 39, NOTE 27

پانی نہ مانگا "He died instantly,"—had not even time to call for a drop of water to cool his dying lips.

PAGE 42, NOTE 28

ای دائی! کفچہ زدِی - حلوا کُو؟ "Well, nurse! you have dipped in your ladle,—where is the pudding?" This is an obsolete Persian saying implying that a person has lost the fruits of his labour. The *kafcha* is a flat perforated skimmer or slice used in cooking.

PAGE 44, NOTE 29.

باغِ دِل میں تُو نے مَیْرِے تَحْمِ اُلْتِ نُو دیا
آخِرِش تونے کیا وُوہی تِرے دِل میں جُو تھا
دِل مِرا لِیکر ہوا افسوس ظالمِ سَنگِ دِل
تھا تِرے دِل میں یہ کب میں جانتا تھا دِل جلا

Thou' hast sown the seed of affection in the garden of my heart,
And, after all, thou hast done just what was in thine own heart.

When thou hadst captivated my heart, alas, thou didst become (*huk*) a stony-hearted tyrant;

How (*kh.* when) was I, whose heart is burnt (with passion), to know what was in thy heart?

Oh, *Nakhshabī* ' the wealthy man is well off,
 For the hearts of the poverty-stricken are ever broken.
 Man's worth and price is from gold (alone).
 If a man be without riches—what good is he ?

Nakhshabī is the *takhallus* or "nom de plume" of *Zān-l-Dīn*, a poet who flourished A.D. 1380.

Oh *Nakhshabī* ' the wealthy man
 Is to be envied ; for, behold '
 The hearts are broken of the poor.
 A man is valued for his gold ;
 But no one heeds the pauper more.

PAGE 35, NOTE 24.

بڑی فجر اُٹھ اُس کا کوئی نام نہ لئوے

No one would mention his name the first thing in the morning.

In India the mention of a miser's name before breakfast is considered as a bad omen, and the harbinger of some severe misfortune during the day. I myself remember a rich resident of Benares who had acquired an unenviable reputation for niggardly habits. Whenever anyone had occasion to mention his name (*Putnee Mall*) before breakfast, they would designate him "*Chutnee*" *Mall*, to avoid the ill-omened sound.—(Ed.)

PAGE 35, NOTE 25

کھانیکے واسطے زر ہئیگا ای طفلِ خوشتر

رکھنے کو سگ اور زر ہئیں دونوں ہیں برابر

Gold, oh youth of fortune ' is for enjoyment ;
 For mere hoarding, the pebble and the gold are equal.

i.e., If you want gold for hoarding and not for enjoyment, mere stones would serve your purpose equally well. *Haigā* is a Braj form of the future *hogā* : it is often used in poetry in an acrostic sense.

Know, wealthy youth, the worth of gold lies in its present use ;
 For hoarding, you would surely find a pebble were as good.

PAGE 37, NOTE 26.

آب کھا اوروں کو نہ کچھ ہاتھ اپنے سے عزیز

واسطے اوروں کے بھی کچھ رکھ لے ای صاحب تمیز

The Súfî's are a peculiar sect of religious philosophers in the East¹ Their tenets are professed by almost every poet of the Mussulman world, and are usually discussed in verses of a highly allegorical character. The metaphysical questions which they delight to propound are veiled from the outer world (the *Ahl : Súrat* as opposed to the *Ahl : Mání*) under the metaphors of love and wine, a circumstance which has gained for the sect an unenviable reputation for heresy and dissolute life; their very name being often, as in this passage, synonymous with hypocrisy or "cupboard love."

PAGE 26, NOTE 20

جس نے اوروں کے لئے کھودا کُوا
ہی یقین اُس میں وُہی جا کے گرا

Whoever digs a pit for others
Of a surety falleth into it himself.

The student cannot fail to be struck with the similarity between this verse and the passage in the Psalms (119, v. 85), of which it is possibly a translation. It is worthy of remark that in hypothetical sentences like the above the Hindústání idiom puts both clauses in the preterite tense.

Whoe'er has dug a pit for others,
Has surely fallen into it.

PAGE 27, NOTE 21.

فانے کپیچوگا "I will starve myself"—This *fika khainohnd* is synonymous with *dhurna bairind*, a mode of extorting the payment of a debt which has been specially prohibited in the Indian Penal Code.—(See "The Indian Penal Code," Chapter xxi, preamble 508, page 452.)

PAGE 28, NOTE 22.

جانور کچھ کھلانے پلانے سے آپے ہوتے ہیں

Animals become attached to us by our feeding them.

PAGE 34, NOTE 23

نخشبہی ہی مرد دولت مند خوب * مُفلسوں کا دل شکستہ ہی سدا
آدمی کی قدر و قیمت زر سے ہے * مرد جو بے مال ہو کس کام کا

¹ A clear and concise account of the Sufistic doctrine has been given by Mr. E. H. Palmer in his *Oriental Mysticism* (Cambridge, 1867).

inflection of *dar mânda*, the past participle of the Persian verb *dar mândan*, "to be fatigued."

فیل در گِلِ مانده را شہ پل ناید تا کشد

یار کار افتاده را یاری ہم از یاران رسد

To save a struggling elephant, that in the mire sticks fast,
No other, save a mighty beast, can be of much avail :
Just so, to help a struggling friend, fast sinking in distress,
'Tis only by a hearty friend that he can be relieved.

PAGE 18, NOTE 15.

اَسْلَامُ عَلَیْكَ *a'ssalam 'alaika*, "Peace be on thee," the usual salutation of one Mussulman to another · it is never used in addressing "an unbeliever."

PAGE 22, NOTE 16

اَسْتَغْفِرُ اللهَ *astaghfiru'llah*, "I ask pardon of God." This phrase is always used by Mussulmans when deprecating any action or idea. *Astaghfiru* is the 1st person singular of the 10th conjugation of the Arabic verb عَفَرَ *ghafara*, "to pardon." Verbs of the form اِسْتَعَالَ, i. e. of the 10th conjugation, imply wishing or asking for the subject of the simple verb. The student will find great assistance from a careful study of the Arabic forms given in Dr Forbes' Persian Grammar.

PAGE 22, NOTE 17

دل بچھے پڑے "That I may forget my grief" پڑے is the aorist of پڑنا "to fall," the idiom دل بچھے پڑنا implying that the heart "falls back" with composure after any sudden grief has "brought it to the lips," a common metaphor with the Oriental writers.

PAGE 24, NOTE 18.

یار جانی کی خوشی گراس میں ہی تو خوب ہی

If my dear friend's pleasure be in this—it is well.

PAGE 25, NOTE 19

صوفی دسترخوان کو دیکھ کر کودتا ہی

The hypocrite (*Sufi*) leaps with joy at the sight of the table cloth.

Impatience is in vain, the pen (reed) of thy fate,
Whatsoever it has written for thy portion, the same will come to pass.

To strive is vain : whate'er the pen
Of fate shall write, alas !
The same must here thy portion be,
Nought else shall come to pass.

PAGE 17, NOTE 18.

چشم و دِلِ سعدی کے تیرے ساتھ ہیں
جاسو تو مت کہ تمہا ہوں چلا

Sâdî's eyes and heart are with you,
You must not think you are going on alone.

Hûn chald is poetical for *chaldâ hûn*.

This is the translation of a verse from one of the *ghazals* or mystic love songs of Sâdî, the celebrated Persian poet and philosopher. Sa'dî was born at Shîrâz in A.D. 1193, and died at the advanced age of nearly 120 years, at the same place where his tomb is still to be seen in an enclosure called the Sa'dîya. He passed much of his middle life in travelling, and visited most of the regions situated between the Ganges on the eastern and western region of Asia from the Black Sea to the Straits of Babelmandel. His works are voluminous and held in high estimation.

دیدہ سعدی و دِلِ ہمراہِ توست
تا نہ پنداری کہ تمہا میروی

The heart and eyes of Sâdî—know
Are yours,—nor think alone you go.

PAGE 17, NOTE 14.

پیل کچڑ میں پہنسنے کو چاہیئے ہانہی قوی
یار درماندے کی کرتا ہی مدد یارِ دلی

It requires a strong elephant to extricate an elephant from the mire :
So it is only a hearty friend who will lend aid to a friend in distress.
i. e., "A friend in need is a friend indeed." *Dar mânde* is the Urdu

same as the moral conveyed by Fontaine's fable of the schoolmaster, who lectured his pupil for falling into the water, instead of helping him out.

Whilst safe—to warn from dangers near, is fair, and just, and right;
But when those dangers are incurred, reproach is useless quite.

PAGE 12, NOTE 11.

قصا کے ہاتھ ہیں پانچ انگلیاں وہ
اگر چاہے کرے بے جاں کسی کو
رکھے آنکھوں پہ دو اُھر کان پر دو
اور ایک رکھ لب پہ وہ نولے کہ چپ ہو

Fate hath five fingers to her hands;
If she would deprive any one of life
She places two on his eyes, two on his ears,
And laying the other on his lips, she says to him, *Be silent*.

The following is a Persian translation of this verse:

قصا دستی است پنج انگشت دارد
چو خواهد از کسی کاری بر آرد
دو بر چشمش نہد دیگر دو بر گوش
یکی بر لب نہد گوید کہ خاموش

Fate hath five fingers to her hands;
And if to kill be her design,
Two fingers on the eyes are placed;
Two on the ears; and laying one
Upon the lips, she straightway bids
Eternal silence to the soul.

PAGE 13, NOTE 12.

اضطرابی ہی عتِ کلکِ قضاے تیرے
لکھ دیا ہی جو نصیبوں میں وہی ہو ریکا

PAGE 10, NOTE 8.

جو جا کو پڙيو سڀاڻو جڳو سڙو
نيم نه مڙهڻو هونءِ سڀي ڪڙي سڙو

This distich is a specimen of the pure *Braj Bhāshā*, or *Kharī Bolī*. *Jāko*, in this dialect, is the form of the dative singular of the relative pronoun; *jānā*, the third person singular future of the verb *jānā*, to go. The form *son* for *so* is common to the Braj and Dakhnī idioms. The translation is :

When one has formed a habit, it will (only) leave him with his life;
The Nīm tree will never become sweet, though you sprinkle it with
treacle and ghee (clarified butter).

As we should say in English—"What is bred in the bone must come out in the flesh."

The *Nīm* (*Melia azadirachta*) is a tree possessing a peculiarly aromatic and bitter taste; its fresh green twigs are in great request in India, where they are extensively used as a detergent for the teeth; it is also an excellent tonic and febrifuge.

When once a habit man has formed,
It ne'er will leave him but with life.
Upon the Neem tree if you cast
Treacle and ghee 'twill ne'er be sweet.

PAGE 12, NOTE 9.

مرگت ابڙو جشنه دارن Literally, "The death of a crowd makes a pleasant party," i.e., It is pleasant to have companions in misfortune.

PAGE 12, NOTE 10.

ملاست روا هي سلامت کي جا
جوڙو جا چڪي هي سلامت خطا

Reproach is allowable in a place of safety,
But if that (safety) has been forfeited, then reproach is a mistake.

i.e., It is all very well to lecture a person at the proper time, but a mistake to do so when he is actually in difficulties. The sentiment is the

In addition to the estimation in which the sandal wood is held for its sweet odour, it is considered sacred by the Hindoos. The trees, therefore, which grow in its proximity, are not only impregnated with its delicious perfume, but are themselves thought to partake of the holy influence which it sheds around.

درختي ک صندل برآيد بلند همه شجره ازوي شود بهره مند

Where'er the sandal tree doth grow,
The trees around its fragrance show.

PAGE 6, NOTE 4.

حشو "Stuffing," i. e. trash, rubbish.

PAGE 7, NOTE 5.

مُنہ اندھیرے "Before it was light"

PAGE 9, NOTE 6.

جہاں گنج تہاں مار جہاں پھول تہاں خار

Where the treasure is, there is the snake;
And where there is a flower there is a thorn.

It is a common superstition in the East that every buried treasure is guarded by its late owner in the form of a snake. (See Forbes' *Hindústāni Grammar*, p. 116a.)

Where'er the treasure is there lurks the snake;
The rose is ever guarded by the brake.

or

Close by the treasure lurks the snake,
And with the rose the thorn we break.

PAGE 9, NOTE 7.

جو اللہ دیا چاہتا ہے "Which thou desirest to give in charity." The expressions اللہ "For God," and في سبيل اللہ or في سبيل اللہ "In the way of God," are applied to charitable gifts.

A certain Brahmin, named Bishan Sarmá, who was seated in the assembly, then began to say, "Sire, I can deliver your sons from the whirlpool of ignorance, and place them on the bark of knowledge. If one perseveres with a bird, then it begins to talk. They are sons of a king; if it please God I will make your boys quite accomplished in six months." At this the king was much delighted, and said, "If worms stay in flowers, then, by reason of the flowers they are raised over the heads of grantees! In the same way if my sons stay with you, then the stuffing of folly which now fills their breast will give place to a store of the jewels of knowledge." Thus he praised the Brahmin, and consigned his children to his care. The Brahmin, taking each of the princes by the hand, led them off to his own home, and, having caused them to be seated, began to counsel them, saying: "Listen, ye princes! The time of wise men is passed in study and in the acquisition of knowledge; and this is a source of pleasure to them. On the other hand, the days and nights of fools are wasted in foolish conversation and careless slumber, or in quarrelling and wrangling with their neighbours; and this pleases them too. However, for your amusement and profit, I will relate a few words by way of parable, concerning a crow, a tortoise, a stag, and a mouse, who were all bosom friends. It is a story that will increase the wisdom and improve the intellect of him who hears it." "Sir," replied the boys, "we are ready to hear it with our heart and soul."

PAGE 4, NOTE 1.

كَالْنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ, or, more correctly, نَقْشٌ كَالْحَجَرِ "Like the engraving on a stone;" a common Arabic proverb.

PAGE 4, NOTE 2.

Literally, خَاة خَرَاب تَيْن تَزِيْرَة "Ruined in house, scattered, dispersed."

PAGE 5, NOTE 3.

پَرِے سَندل کا جو ہوتا ہی کسی جاگہ بڑا
تو بہت اشجار کو ہوتا ہی اُس سے فایدا

Wherever the sandal tree grows to a large size,
Many other trees are benefited thereby.

ox, which, at least, carries its load and does many services for man. Remember this, that when the question shall be asked in any assembly, 'Who is good within this realm, and who is bad?'—then he whose name is mentioned for good shall be called a dutiful son, and he whose name is mentioned for evil, his parents shall be called barren and childless. And it has been said, when God is gracious to a man, six things fall to his lot. The first of these is daily increasing wisdom; the second, bodily health; the third, a good wife, faithful and of sweet speech; the fourth, liberality and the fear of God; the fifth, long life and good fortune; and the sixth is some accomplishment that he may turn to account in the day of distress." Then spake another in that assembly, and said. "Sire, there are four things which a child brings not with him from his mother's womb: First, long life or a short one, second, good fortune or misfortune; third, wealth or poverty; fourth, accomplishments or the lack thereof. God has bestowed upon your sons their portion of knowledge, they will become accomplished; and it is with this anxiety that the blood of your heart is turning into water. Why do you not take (*let eat*) some medicine that will remove this anxiety, and allow you to enjoy repose?" "What medicine is there?" asked the king. He replied, "Those words of God which say, 'I do whatsoever I please, and whatsoever I will, that is done.'" "Aye, my friend!" replied the king, "what you say is very true, but the Most High Creator has given to man hands, feet, senses, ears, reason, understanding—in fact, everything,—surely in his pursuit of knowledge he ought not to neglect the worship of God, who alone gives success to man's undertakings. A man must strive after knowledge, and then God will never render his labour fruitless. Just as the clay at a potter's house does not become a dish of its own accord; until he has kneaded it up with water, and placed it on his wheel, and fashioned it with his own hands—till then how can it become a dish?" The king having said this, again spake. "O brethren! is there any one of you learned and wise enough to impart knowledge and accomplishments to my children, and having made them leave the bad path to set them on the right road? For it is a well-known proverb that any tree which grows near the sandal wood partakes of the quality of the sandal itself:

Where'er the sandal tree doth grow

The trees around its fragrance show.

Just so if an ignorant person remain in the companionship of a wise man, he will himself become wise."

were standing before him in an uncourtly attitude. An individual remarking their rudeness, began to say: "He who is without knowledge is blind, even though he may see with his eyes. Knowledge is that by the force of which difficulties are solved, and he only can be called rich who has the wealth of knowledge, for it is a possession which no thief can steal, and to which none other can lay claim, nor can any one say in what place it abides. Nay, the more you expend, the more it increases, for nothing can diminish it. Knowledge is a priceless gem, the ornament of man, and his trusty companion at home and abroad. He who is possessed of this is a welcome guest in the houses of the great and in the courts of kings. Of all accomplishments, two are best—one is knowledge, the other military skill; but of these two, knowledge is always esteemed the most worthy. And this because if a child utter words of knowledge, every one will call down blessings on his head, and if an old man pronounce them, all will listen with willing attention, and will give him a place in their hearts while he expounds them. Whereas, on the contrary, if an old man wield a sword, then people mock him, and say: 'See how his intellect is smitten down in old age, how crazy he has become!' Wherefore, ye should never be remiss in the pursuit of knowledge, nor ever let the thought enter your minds, 'What necessity is there to take so much trouble after this life?' Harken unto me: if ye attain to knowledge, the service of God and the riches of this world and the next will be within your grasp. Never, then, let carelessness induce you to admit the idea, 'We are yet young, there is still plenty of time for the service of God; let us pursue it at our ease, and let us for the present take heed for the things of this world!' But, rather, know this, that Death has already laid his hand upon your forelock,¹ and waits but for the decree of God to tighten the fatal noose around your neck,—not a moment's respite will he ever give. Oh, my friends! impart knowledge to your children in their youth, that so it may become indelibly engraved upon their minds, even as what is stamped upon the unbaked earthen plate can never be removed when once it has been exposed to the action of the fire."

When the king heard all this, he hung down his head with grief, and presently began to say, "Alas! my sons possess four things: youth, wealth, pride, and ignorance; when any one of these four things is found in a man, it brings him speedily to perdition. A child without knowledge, or who, having knowledge, carries it not into practice, is less useful than the

¹ Properly the *groom*, or lock of hair which the Hindus leave at the back of their heads.

the kingdom of the mind withal, that the intellect and the senses, which are the subjects thereof, may not be trodden underfoot of their enemy the devil.

And incalculable benedictions rest upon Ahmed,¹ His chosen Prophet, and upon his holy family.

Know, then, my intelligent readers, that in India they call this book the *Hitopadesa*, or "Salutary Counsels," and that it consists of four chapters. The first treats of Friendship; the second, of the Absence of Friends, in the third, War is discussed, and such things as will ensure victory and the enemy's defeat; the fourth contains a disquisition on Reconciliation, whether it be before or after the contest. In short, story after story is so rare and wondrous, that, should a man hear them, he must become extremely prudent and sagacious in worldly affairs, and able, moreover, to detect the good or evil actions of all men. So it came to pass that this book reached the regal² court of that most puissant prince, Sháh Naşír uddín (the seat of whose dominion is the province of Bihár). He, when he saw that it contained most interesting relations, most alluring counsels, extremely good maxims, and profitable stories, addressed one of his courtiers, and commanded him to translate it into easy Persian for his own amusement and instruction.³ Some one accordingly executed his behest, and named the work *Mufarrih ul Kullûb*, or, The Exhilarator of Hearts. Now, your humble servant, Mír Bahádur Âli Husaini, in the year 1802 A.D., corresponding to 1217 A.H., has translated it from the Persian, by order of his benefactor, John Gilechrist, Esq. (may his prosperity be perpetual!), into easy colloquial Rekhta, as it is spoken by all classes of society, and has given it the title of *Akhilák i Hindî*, or Indian Ethics. Whoever shall use this book his mind and brain will be continually refreshed by the aroma of intellect which pervades it, while he will derive additional pleasure and delight from the words of wisdom therein contained.

An Account of the Book and the Commencement of the Story.

Now to proceed. The basis of the story is on this wise: On the Ganges' banks in India was a city called Mánikpore, the king of which was named Chandrasen, and all his brethren, his equals in rank, were subject to his rule. One day the king was sitting on his imperial throne, and his sons

¹ Another form of the name Mohammed.

² Literally, "turning on state as upon a pivot."

NOTES.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ "In the name of God, the merciful, the compassionate." This formula, which is prefixed to every chapter of the Korán (except the 9th التوبة), is always placed by Mohammedan authors at the head of their works. It is usual also for them to take especial pains in composing the exordium of their books, as this is thought to test the writer's ingenuity and command of language. This exordium is generally divided into several distinct sections: the first containing the praise of God في الحمد, the second a benediction on Mohammed and his family, which is entitled في نعت الرسول or ذرؤه. In both of these the expressions used should accord with the subject matter of the book itself; for instance, a writer on Astronomy will commence his work by praising God as the Creator of the heavens, the stars, etc.; the grammarian will dwell on the wondrous gift of articulate speech, and so on. The present work, being a collection of moral stories, which have for their object the inculcation of wisdom, opens with a thanksgiving to Him who has bestowed this blessing on mankind. After the two divisions I have mentioned, the nature and origin of the book is more explicitly discussed; and the preface concludes with a complimentary address to the writer's prince or patron. As these compositions present many difficulties to the beginner, I have thought it advisable to give a translation of the opening pages as literally as the English idiom would permit.

In the name of God, the Merciful, the Compassionate.

A thousand thanks be to that God who hath given to man superiority over all His creatures; and hath adorned and decked him with the gem-studded crown of reason, spiritual and temporal: who having mounted him on the high-spirited steed of genius, hath put into his hand the bridle of wisdom; and hath entrusted to him the sword of knowledge to controul and regulate

is ever victorious; to whose sage counsels and unswerving fortitude the whole world submits; who has given fresh life to literary studies amongst even the most unenlightened nations! His zeal in the cause of literature will ever be remembered to his praise; and the publication of the *Akhṛāk : Hindī*

Will redound to the credit of Sir Stafford Northcote.¹

THE SAME.

Beneath the shadow of the honoured name
Of Stafford, vizier of undying fame!
Whose prowess victory increasing boasts,
Through help that cometh from the Lord of Hosts!
The world's great princes in submission kneel
Before his wisdom and determined zeal;
He gives fresh life to learning at a time
When mental darkness holds each Eastern clime,
And future ages shall with pride declare
How letters flourished 'neath his fostering care;
And "India's Ethics" to the ends of earth
Shall noise abroad Sir Stafford Northcote's worth.¹

¹ The sum of the numerical value of the letters of the last line forms the date 1863.

In the present edition of the *Akhlāk i Hindī*, I have explained all the words and phrases which appeared to present any difficulty; for the rest, the student will find the excellent dictionary of Dr. Forbes a safe and practical guide.

My friend, Mr. E. H. Palmer, B.A., has composed an Arabic poem in honour of the Right Hon. Sir Stafford Northcote, Bart., to whom I have been allowed the privilege of dedicating this work; and as the verses are of peculiar merit, and the final hemistich forms a chronogram of the publication of the *Akhlāk i Hindī*, I cannot refrain from inserting it here as an appropriate conclusion to these prefatory remarks.

وَزِيرًا الْأَعْلَمَ نَاهِي الْعَوْتَ	فِي ظِلِّ إِسْتِيفُورَدَ مَجْدِ الْعُلَى
مُوَيْدًا مِنْ رَبِّهِ الصَّبَاوَتْ	وَمُصَاحِبُ الْفَتْحِ الَّذِي لَمْ يَزَلْ
رَأْيًا وَتَدْبِيرًا وَعِزْمًا ثُبُوتَ	الْعَالِبِ الدُّنْيَا بِسَادَاتِهَا
فِي كُلِّ نَوْمٍ قَدْ عَرَاهُمْ خُفُوتَ	مُحْيِي دُرُوسَ الْعِلْمِ فِي عَصْرِه
مِنْ بَعْضِ أَثَارِهِ لَا تَمُوتُ	طِبَاعَةُ الْكُتُبِ بِاسْعَافِهِ
يُسَمِّجُ إِسْتِيفُورَدَ نُورَتِهِ كُوتَ	أَخْلَاقَ هِنْدَ طَبْعَهُ لِلْمَلَا

٢٢٦ ٦٦١ ٧٦١ ٢٠

١٨٦٨

TRANSLATION.

Under the protection of the Right Honourable Sir Stafford, our renowned Secretary of State; who, by the aid of the Lord of Hosts,

practice always to read over some familiar passage of Hindústání before attempting an exercise in composition. By this means the student insensibly accustoms himself to imitate the construction and phraseology, and learns to appreciate more thoroughly the genius of the language. It is also very important that he should pay attention to the parsing and analysis of sentences. A just complaint is made against the regimental munshís, and others in India, that they are for the most part, unable to assist their pupils in this branch of study, as they are themselves frequently ignorant of the principles of grammar, and can only meet a question upon some peculiar construction with the safe but unsatisfactory reply that it is *قاعده کے موافق* "according to the rules." The fact is, that this class of teachers is, generally, composed of uneducated and incompetent persons, as men of real culture and learning find something better to do than to earn a precarious livelihood by tuition. If more encouragement were given by the authorities to the study of Oriental languages at home and in India, we might hope for better tuition, and, consequently, for more sound Oriental scholars.

Let the Hindústání student make himself thoroughly acquainted with the grammar of the language and the method of translation under competent European and native teachers, before he proceeds to India, and, on his arrival, in the country, he will find his course easy and his progress sure.

learning the language will not be out of place here. The beginner should by no means attempt to learn the alphabet by himself, as a vicious pronunciation, when once acquired, is seldom or never got rid of. He should procure the assistance of an experienced tutor, and commence at once the large *Nastālīk* hand, as given in Forbes' Hindústání Grammar. Some short-sighted persons have recommended the adoption of Roman characters and the use of elementary books printed in this type only. This, however, is a *ridiculous* and *lazy* subterfuge, for no one can hope to learn a language without mastering the character in which its literature is written; and the student who shrinks from the trouble of learning an easy alphabet, can never be expected to face the real difficulties of a foreign idiom and strange construction. Having become acquainted with the detached and combined forms of the letters, the student should go steadily through Forbes' Hindústání Manual, transliterating the sentences which he finds there into the original character, and translating all the exercises given for that purpose. This will accustom him to the phraseology of the language, and enable him to proceed to the translation of easy portions of English standard works. He should, at the same time, read some Hindústání text-book with his tutor, carefully noting down all the idioms and new phrases that occur from time to time. It will be found a useful

were written and published, but since that time the interest in the advancement of these studies has almost entirely subsided. In addressing the students of the College of Fort William, he observed :—

“ You are now constantly called upon to administer justice to the humblest, to ascertain the rights and interests, and situation of the rudest classes. These are they, indeed, who, being most exposed to oppression, will chiefly demand your care. Their happiness will be the proudest glory of your country, the surest foundation of Empire in India. But if you cannot speak their language, the best laws of the Government will be a mockery; your generous resolves will end in disappointment. The real rudeness and ignorance of the people will be exaggerated, their complaints will seem to be unreasonable because they cannot explain to you their reasons. You will appear to them capricious, if not tyrannical, because you cannot state your purposes, and because you cannot discover the real influence of your acts. In one word, you will be strangers to the people, and they to you; and this may be aggravated into the most intolerable mischief through the designs of those who may seek their own profit in the estrangement. It is certainly very desirable that you should be able to converse with a native gentleman in a language that he himself would not be ashamed to use; but to understand and be understood by the bulk of the community is a *positive duty*, which you cannot neglect without dishonour to yourselves, unfaithfulness to the Government; without discredit to your own country, and injustice to India.”

The importance of the study of Hindústānī by all who intend to sojourn in India, is too obvious to be denied; a few practical observations, therefore, upon the best method of

to the history or literature of the East. Some few there are who have acquired a considerable facility in using the language, but Indians profit little by their attainments. Although England has had possessions in India for nearly two centuries, we cannot find a single useful English book which has been translated into the vernacular of that country by an Englishman and printed in England. Some original Hindústání works have been translated into English, edited and reprinted in England; and these have proved of immense service; but much more good might be done if translations of scientific and educational works were undertaken for the benefit of the youth of India. Europeans who possess sufficient energy and perseverance might, under efficient tutors, render themselves competent for such a task. As an instance of the perfect mastery that may be obtained over Oriental languages by a native of this country, I may mention my own friend and pupil, Mr. E. H. Palmer, Fellow of St. John's College, Cambridge, who has astonished the native *savants* by his prose and poetical contributions to the vernacular newspapers in Arabic, Persian, and Urdú. His writings are marvellous specimens of a correct diction and easy idiomatic style; and this facility is the more surprising as he has never yet visited the country.

The Marquis of Wellesley was a great patron of Oriental learning. During his administration many useful works

the fact that in a less enlightened state of society humour will be always liable to verge upon indecency, as the writings of Aristophanes, Martial, or Chaucer, too plainly prove.

The language of the *Akhṛāk i Hindī* is the pure Hindústání, the *national* language of the entire Península; spoken by nearly every person from Cape Kumarin to Kabul. Of course, the best and purest is that spoken by the natives of the Upper Provinces, the Hindústání of Bengal, Bombay, and Madras being corrupt and inelegant; but the fact that this dialect is so extensively used as a means of communication between all classes and nations in India, forms an unanswerable argument for the importance of its cultivation by all whose lot it is to share in the social or political administration of that country. It is much to be regretted that more encouragement is not afforded to the study of the Oriental languages. In order to impart a knowledge of English to the natives of India, eminent English scholars are sent out every year at considerable expense to the Government; but no similar system has been adopted for the employment of learned natives, from whom alone the language can be properly learnt. The imperfect acquaintance with Hindústání possessed by most Anglo-Indian officials is, doubtless, due to inefficient tuition, but still more to the want of interest displayed by Europeans generally in all that relates

PREFACE.

THE *Akhlák i Hindí* is an Urdú translation of the *Mufarrih ul Kulúb*, which is itself a Persian version of the well-known Sanscrit work, entitled the *Hitopadesa*, or, "Salutary Counsel." It was executed by Mír Bahádur 'Alí, Mír Munshí at the "College of Fort William," and printed at Calcutta in 1803, under the personal supervision of John B. Gilchrist, a gentleman to whom Hindústání literature owes almost its origin. The translator has displayed much ingenuity in so rendering the sense, and turning the phraseology, as to impart a thoroughly idiomatic character to the work, preserving, at the same time, a clear and easy style, which is admirably adapted for beginners in the language. Containing as it does a number of entertaining stories, illustrative of the manners, customs, and modes of thought peculiar to the people of India, the book presents an admirable delineation of the national character. Some of the incidents recorded therein may scarcely suit the more refined taste of the West, but allowance must be made for

TO

THE RIGHT HONOURABLE

SIR STAFFORD H. NORTHCOTE, BART., M.P.,

H M SECRETARY OF STATE FOR INDIA

SIR,

IN dedicating this book to you, I desire not only to express my gratitude for the warm interest which you have ever evinced in the welfare of India, and for the zeal which you have displayed in improving the condition of its inhabitants, and investigating its languages and resources; but also to pay a humble tribute to a Scholar and Statesman, of whose illustrious attainments India may well be proud.

I have the honour to be,

SIR,

Your most obedient servant,

SYED ABDULLAH.

AKHLAK I HINDI;

OR,

INDIAN ETHICS.

TRANSLATED INTO URDÚ FROM A PERSIAN VERSION OF
THE HITOPADESA-

BY

MÍR BAHÁDUR 'ALÍ,

MÍR MUṢṢHÍ¹ AT THE COLLEGE OF FORT WILLIAM, CALCUTTA.

EDITED, WITH AN INTRODUCTION AND NOTES,

BY

SYED ABDOOLLAH,

PROFESSOR OF ORIENTAL LANGUAGES.

LONDON:

WM H. ALLEN & CO, 13, WATERLOO PLACE, S.W.

1868.